بعون چمن پیرای کہن باغ و تازگی بخش گلبن ریحان

فسانہ شیرین زبان داستان رنگین بیان مطبوع طبائع ناظرین لائق تحسین عدیم النظیر المسمیٰ

بادۂ تسخیر

۱۲۸۳

نتیجہ طبع حاکم قلمرو سخندانی فرمانروای اقلیم روشن بیانی عالیجناب نواب آغا حیدر علیخان بہادر رئیس رامپور

مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہو کر مقبول جہان ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد خدای دو جہان خالق کن وفکان

حمد بیحد واسطے اُس محبوب زمین و زمان اور مطلوب مکین و مکان کے
شایان ہی کہ جسنے اپنے حسن عالم آرا اور جمال دلربا کو منظور نظر عشق ٹھہرا کر
چہرۂ حسینان جہان اور مہ جبینان دلستان مین جلوہ گر فرمایا اور اسکے
کی خریداریکو یعنی آپ آکر اور بصورت اوروںکو سودائی بنا کر بازار ملامت اور
رسوائی مین پھرایا عشق لیلی مین مجنون کا بیابان کو نکل جانا اور سوز عشق
شمع مین پروانہ کا جل جانا گلونمین نیرنگی کا رنگ بلبلونکے نغمونمین نالونکے
آہنگ یوسف کی خریداری زلیخا کی بے اختیاری شیرین کے حسن کا زور

فرہاد کی تلخکامی کا شور کوئی تیوری چڑھائے کوئی سر تسلیم جھکائے کسیکے قامت
زیبا کو سرو شمشاد پر فوق کسی کی گردن مین مثل قمری بندگی کا
طوق کسی کے ساغر چشم مین کیفیت جام شراب کسی کے دیدۂ پرآب
مین جوش خوناب کسی کی زلف مشکین مشکبار کسی کے دلمین ناسور کلیجہ وگا
کسی کا چہرہ آفتاب عالمتاب کوئی مانند ذرے کے بیتاب کسی کے ابرو مین
تیغ کا خم کسی بسمل کے لبونپر دم کسی کی نکیلی پلکین تیر کوئی اُس کا نخچیر
کسی کے لب لعلِ آبدار کسی کا سر تیھر کے ٹکر ملنے سے گلنار کسی کی وحشت
کسی کی الفت کہین ناز کہین نیاز کہین سوز کہین ساز کسی کی جفاکاری
کسی کی وفاداری کسی کا تبسم صاعقہ بار کسی پر نزول برق بلا ہر بار کسیکی
گردن کے سامنے صراحی سرنگون کسی کا شیشۂ دل حسرت سے پرخون کسیکی
کمر کا بال کسی کی جانکا وبال کسی کی کلائی گلدستۂ نور کسی کا دل کوتاہ دستی
سے چور کسی کی ساق شمع کافوری کوئی پروانہ وار سپندِ آتش مہجوری
کسی کے کف پا مین رخسارۂ گل کی ترکیب کسی کو کانٹونپر لوٹنا نصیب

فی الحقیقۃ یہ سب اُسی طالب و مطلوب کا فسانہ ہی اور اُسی حسن و عشق کا بہانہ ہی سبحان اللہ خوشا دلربائی زہے صورت نمائی اُسی کی عنایت سے زمین نے سکون آسمان نے عروج پایا اُسی نے خاک کو جامۂ انسانیت پہنایا لالے کو رنگ گل کو بُو دی گوہر کو آب دریا کو آبرو دی سرو کو باآنکہ پا در گل ہی لقب آزادی دیا اور سبزیکو باوجودیکہ مصاحب گلشن ہے بیگانہ کیا اُسیکے پرتو سے مہر چراغ روز ہی اور ماہ گوہر شب افروز کہین دیدۂ بیخواب آئینۂ حیرت ہی کہین دل بیتاب نشانۂ ناوک حسرت ہی کسی نازنین کا دہن موہوم کسی زہرہ جبین کی کمر معدوم کوئی صاحب تخت و تاج کوئی نان شبینہ کو محتاج شعر

ہی یہ نقش و نگار نقش مراد	اُسی موجد کی ہین یہ سب ایجاد
رنگ و خوبی عطا کیا گل کو	نالۂ دردناک بلبل کو
ماہ کو نور دَورھالے کو	چشم نرگس کو داغ لالے کو
اُسنے بخشا بتون کو حسن و جمال	عاشقون کو کیا پریشان حال
اُسکا ہمسر نہین ندیم نہین	سب ہین حادث کوئی قدیم نہین

ذاتِ معبود جاودانی ہے | اور جو چیز ہے وہ فانی ہے

نعت سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم
منقبت شیر خدا جناب علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا

بلا تصنع اُس مصور یکتا اور نقاش جہان آرا نے موقلم قدرت سے ایسی تصویرین بیمانند اور شکلین دلپسند قلمبند فرمائین کہ جنکا نقشہ کھینچنے مین مانی و بہزاد سے بجز نالہ و فریاد کے کچھ نکھنچ سکا خصوصًا اس صانع باکمال اور حلی نبد لایزال نے آخر کار ایسی صورت سراپا معنی پیدا کی کہ جسکو تمام عالم نے دیکھکر کہا شعر

بصورتِ تو کسی کمتر آفریدہ خدا | ترا کشیدہ دوست از قلم کشیدہ خدا

الغرض یہ نقش تو اُس نقاش قدیم کو ایسا پسند آیا کہ آپ عاشق بنا اُسکو معشوق بنایا ہر شخص پر ظاہر ہے ہر ایک اس سے ماہر ہی کہ اُسنے چاند کو ایک اُنگلی سے شق کیا اُسنے بطلان باطل اور احقاق حق کیا صاحب تبلیغ درسالت دافع ضلالت باعث ہدایت عرش اُسکے قصر رفعت کا آستان جبرئیل اُسکے باب عظمت کا دربان دفتر بنی آدم بلکہ کل خشک و تر عالم

جسکے نور سے معرض وجود مین آیا محض وہ نور نور حضرت عزت سے جلوہ گاہ شہود مین آیا حجر اسکی رسالت کا مقر شجر اسکی نبوت کا مظہر روح القدس اسکا مرغ نامہ بر سلیمان اسکا گداے در قاب قوسین او ادنیٰ اسکا ادنیٰ نمونہ قرب و اتصال لولاک لما خلقت الافلاک اسکا مختصر نقشہ جاہ و جلال انبیای کرام اسکے خوان نبوت کے وظیفہ خوار اصفیاے سراپا احترام اسکی سرکار رسالت کی روزینہ دار گل اسکی بو سے دلآویز یاسمین اسکی خو سے عطر بیز اسکی اصابت تدبیر قامت تقدیر کو پیرایۂ کمال اسکی متانت فکر گوش قضا کو زیور جمال زہے صورت بی نظیر خوشا نقش دلپذیر مرقع ہستی باعث وجود بلندی و پستی ختم صنع الٰہ باعث ایجاد آدم یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق عالم نے محض واسطے دفع تیرگی ظلمت خانۂ خاک کی ماہتاب مہتاب ور مین اپنا کیا اور اُس فخر رسل نے بنظر مصلحت کل فخر ات الاصفات سردار اولیا و افتخار اتقیا مصداق ہل اتی و تاجدار انما بہترین اولین و آخرین اخی جناب امیر المومنین امام المتقین کو بفحوای آیۂ کریمہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک

وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ وصی اور جانشین اپنا کیا اشعار

مدح حیدر مین کھولے جو دہن	اس سے آگے نہین ہی جاے سخن
کون حیدر کا مرتبا سمجھا	کوئی بندہ کوئی خدا سمجھا

صلوات اللہ علیہما و آلہما الابرار و اہلبیت الاطہار

تعریف شہریار کامگار نواب نامدار نظر بد دور جناب نواب محمد کلب علیخانصاحب بہادر فرمانروا ے رامپور خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ہان اے قلم پاکیزہ جوہر اب مدح اُس عالی ہمم کی رقم کر کہ شان و شوکت مین دارا جسکا خدمتگار سکندر آئینہ دار اُسکے انصاف نے نام عدالت نوشیروان مٹایا اُسکی ہمت نے دفتر سخاوت حاتم طی فرمایا اُس خداوند فضل و کمال کے روبرو ارسطو و افلاطون جیسے عاقل کے مقابل مجنون شرع مین پیرو رسول اکرم ورع مین فخر ابراہیم ادہم فلک بلند اُسکی ہمت کی آگے پست اور رستم دستان اُسکی زبردستی سے زیر دست صاحب خُلق کریم حق دوست رعیت پرور رحیم اُسکے پر تو سے بندونکے سر پر خدا کا سایہ اُسکا تخت رفیع عرش برین سے

ہمپایہ یعنی وہ والا دودمان عالی خاندان جوہر تابندہ کان ریاست گوہر
رخشندہ عمان جلالت تازہ نگارستان شہریاری نوبہار بہارستان تاجداری
دلیر عرصۂ معرکہ آرائی شیر بیشۂ کشورکشائی ہنر بر میدان فتح و ظفر پیرامان
کرو فر مسند آرائے ایوان قدردانی حدیقہ پیرای بوستان کامرانی جم حشم
کسری خدم عیسی مقال یوسف جمال اثر در درغضنفر فر ہلال رکاب معلی
القاب جناب نواب محمد کلب علیخان صاحب بہادر دام اقبالہ وعم نوالہ
سخی متقی شجاع غیور فرمانروای دارالسرور رامپور جس وزسے یہ نونہال گلشن اقبال
سر رشتہ روزگار ہی ہر طرف فتنہ خوابیدہ بخت بیدار ہی عقل ششدر ہی
کہ اس زمانی کو کس سے تشبیہ دیجیے اور فکر مضطر ہو کہ اس عہد کو کس سے مشابہ کیجیے
آوان جم باوجود جمعیت مجموعۂ پریشان حالی تھا دوران کسرا باآن ہمہ عدالت
اعتدال سے خالی تھا واہ واہ یہان یہ حسن انتظام ہی کہ ہر ایک کو علی قدر
حال راحت و آرام ہی غم ایک حرف بیجا تھا کہ صفحۂ دہر سے اٹھا دیا اور ستم ایک نقش
باطل تھا کہ ورق دنیا سے مٹا دیا نام شر چادر عدم مین روپوش ہو گیا چرخ سے

جفا شعار کو شیوۂ جبلی فراموش ہو گیا جیسے دیکھو خود فروش ہی جدھر سنو ہنگامہ

ناؤ نوش ہی اشعار

بہت سے جہانبین کی وجم ہوئے
جنھین چین و ماچین سے ملتا تھا باج
جدا کیجیے دُرد کو صاف سے
ضرور انکو تھا منصبِ تاج و تخت
ثنا ور کو نسبت نہین فوج سے
تونگر کو دل چاہیے ہی نہ مال
کیا قطرۂ اشک کو کسنے دُر
ملا کس کو دنیا مین باغِ جنان
یہان ایسی گردش مین ہین سو ہزار

بہت سے خداوند عالم ہوئے
ہزارون ہوتے صاحبِ تخت و تاج
اگر دیکھیے چشمِ انصاف سے
یہ فی الواقعی سب تھے بیدار بخت
مگر کم ہین یہ میرے ممدوح سے
سہی انکو جاہ و حشم مین کمال
کیا دامنِ حرص کو کسنے پر
ہوا کس سے یہ انتظامِ جہان
جم اک جام پر تھا رعونت شعار
سبحان اللہ کیا حکمت بالغۂ پروردگار ہی

کہ ایک پیکر نازنین ہزارون صنعتونکا آئینہ وار ہی زبان ناطقہ حیران ہی کہ اظہار
حسن صورت سے صفحۂ کتاب کو مرقع مانی بنائے یا گفتار شان و شوکت سے

سطحِ اوراق کو سرمایۂ بہار جاودانی سچ یہ ہی کہ کارخانۂ ازل مین اگر کوئی
نقشہ انتخاب ہی تو یہی صورت لاجواب ہی اور اگر بیاض کائنات مین کوئی
مصرع قابل صاد ہی تو یہی قامت موزون اور یہی سرو آزاد ہی عزیز مصر کا
ذکر اس مجموعۂ نور کے حضور لانا گویا ماہ کو پرِکاہ دکھانا ہی اور نوشیروان عادل
کی داستان اس معدلت نشا نکے دربار مین سُنانا ایک خستہ و تباہ کو اپنے زعم
مین شہنشاہ بنانا ہی اگر اس نیر حسن و جمال کے دیدار سے دور رہتا دیدۂ بینا کو لطف
بصارت نہ آتا اور اگر اس گوہر کانِ جاہ و جلال کے اخبار سے مہجور رہتا پردۂ
گوش جوہرِ سماعت نپاتا دل اُسکے احاطۂ خیال سے فانوس شمع امین اور دماغ
اُسکے تصور جمال سے قندیل عرش پر طعنہ زن پیر چرخ نے جبسے عینک مہر
و ماہ لگائی ہی ایسی طلعت نورانی کم دیکھنے مین آئی ہی ہنگام کلام کلیم یہ تن گوش
ہوا اور وقت خرام برق برقعۂ ابر مین روپوش ہوتے ہے قسمت
اُس گلزمین کی جہان ایسا جمیل جلوہ فرما ہو اور سے خیے سعادت اُس بقعۂ
مینو آئین کی جہان ایسا کریم کاررواہو اُسکی نقا وہمت کے سامنے بالفرض

اگر چنبیر گردون کو کاسۂ گدائی بنائین فوراً اشرفی آفتاب سے پر کردے
اور اُسکے نیسان عنایت کے روبرو فی المثل اگر دامنِ دریا اُٹھالائین
سراسر گوہر نایاب سے بھردے ابر اگر اُسکی راے منیر کے مطابق دریا بار ہو عجب
کہ ہر قطرۂ آب رشک گہر ہو اور نامیہ اگر اُسکی صفائی تدبیر کے موافق سازگار ہو
تعجب کہ ہر غنچۂ شاداب صندوقچۂ زر ہو دامن ہوس کیسا ہی دراز ہو اُسکی وسعت
انعام کے مقابل قلب لئیم سے تنگ تر ہی اور چشم آز کتنی ہی باز ہو اُسکی فسحت
اکرام کے سامنے دیدۂ مور کے برابر ہی واہ کیا بخشش لاتعد ہی کہ جسکا تصور
محاسب وہم کے خیال مین نہ آئے سبحان اللہ کیا داد و دہش بیحد ہی کہ جسکا
جزو تعقل عقل کی خزانۂ ادراک مین نسماے اگر یہی فراوانی عطا ہی تو واجب ہی
کہ ہر سنگریزہ یاقوتِ احمر ہو اور اگر یہی بے پایانیِ سخا ہی تو فرض ہی کہ ہر ذرہ
تو دۂ زر ہو حوصلۂ جود و نوال اس مایۂ فضل و افضال کا ارباب حال پر جب
ظاہر ہوتا کہ یہ سراپا احسان جہان نامتناہی بلکہ اکثر کارخانۂ الٰہی پر قادر ہوتا
اور اب بھی اگر انصاف کو کام فرمایئے اور بیان راقم خاطر مین لایئے تو وہ کون ہی

جو اُسکے انعام سے بہرہ ور نہین کیسہ ماہی درم سے خالی ہی یا کاسۂ آفتاب پُر زر نہین

اشعار

زہے جودِ نوابِ والا جناب | کہ ذرے کو ہی منصبِ آفتاب
وہ اب اُسکی بخشش پہ کرتے ہین بس | جہان لیکے جسکی نہ جاتی ہوس
نہ دیکھا ہو جسنے کبھی ایک دام | وہ دے اُسکو سو کیسۂ زر مدام
یہ بخشش یہ انعام اور یہ عطا | تماشا تھا فقارون اگر دیکھتا
نگہ کیجے ذرے سے تا مہر اگر | نہین اُسکے ہاتھو پہ کس کی نظر
جدھر دیکھیے اُسکے انعام سے | گذرتی ہی کس عیش و آرام سے
کوئی کیف عشرت سے سرمست ہی | کوئی جام جمشید در دست ہی
دیا اُس نے بخشش کو جب سے رواج | گدا کی تونگر کو ہے احتیاج
وہی طرزِ ہمت وہی ہی عطا | مقرر یہ سب ہے خادمِ مرتضا

جو لوگ عقل و کیاست سے بہرۂ وافی اور فہم و فراست سے نصیب کافی رکھتے ہین اُنپر مخفی اور پوشیدہ نہین ہی کہ اگرچہ اوصاف حمیدہ مین اس

برگزیدۂ درگاہ خدا کے نام اتمام لینا اور حمائد پسندیدہ سے اس سرخیل خدام مصطفے کے پیام اختتام دینا مذاق سامعین کو زہر اندود اور شہد کام مجبرین کو زہر آلود کرنا ہی مگر کیا کیا جائے کہ نہ آگے زبانکو طاقت تقریر ہی نہ قلم کو قدرت تحریر ہی

تسبیحہ

اللہ نے بخشی ہی زبان کو مری تاثیر
الہام کے مضمون ہین اعجاز کی تقریر

مین طوطی شکر شکن ہند ہون گویا
ہی بلبل شیراز کو واجب مری توقیر

دریا ہی روانی پہ مرے فیض سخن کا
حاوی مرے مضمون ہین مری نظم جہانگیر

پڑجاے جو پرتو مرے رنگین سخنی کا
پھولین گل پژمردہ کھلے غنچۂ تصویر

سلطان فصاحت ہون شہنشاہ بلاغت
باتین مری جوہر ہین زبان ہی مری شمشیر

بے دغدغہ خامہ ہی مرا شہپر جبریل
بے شائبہ ہی آیۂ قدرت مری تحریر

ہر شعر پہ اصلاح ہی استاد ازل کی
ہی نظم پہ میری نظر ناظم تقدیر

حیران ذکاوت سے مرے صاحب اشراق
آگے مری جودت کے فلک قائل تقصیر

آلودگی دہر سے دامن ہی مرا پاک
ہی بادۂ کوثر سے مری خاک کی تخمیر

مین سرخوش و بیغم حکما مضطرب الحال
وہ قائل تدبیر ہین مین قائل تقدیر

پہونچی نہ تعلی کو مری فکر فلاطون
جاتی ہی کہین عرش پہ آواز عصاے فقیر

مجذوب ہون ہی آہ مری صور کی ہمدم
ہو صبح قیامت جو کرون نالۂ شبگیر

آزاد ہون با این ہمہ اسباب تعلق
پابند ہون بے سلسلۂ لنگر و زنجیر

غفلت مین بھی جو منہ سے نکلجای وہی ہی
صورتگر معنی ہی مری خواب کی تعبیر

نورِ نظرِ اہل بصیرت ہین یہ نکتے
عکس دل عارف ہی مری بزم کی تصویر

ہمنام ہون اُسکا جو ہی اژدر کا دمہ
گردون کو ہلاتی ہی مرے نام کی تاثیر

کیا ذکر تخلص کا یہ شوکت ہی من اللہ
یہ اسم جلالی ہی خط منشی تقدیر

توقیع سلیمان ہی کہ افسانۂ رنگین
مین صاحب تسخیر ہون یہ جادۂ تسخیر

ہی ناوک دلدوز یہ ایک اک سخن راست
کسطرح سے حاسد کے جگر پر نہ پڑین تیر

جو صاحب فطرت ہین سمجھتے نہین یکسان
اکسیر ہی گو خاک ہی اور خاک سے اکسیر

عزت نہین جاتی ہی نبوت نہین جاتی
فرعون جو موسیٰ کو کرے یاد تحقیر

ہی دیدۂ اعمی مین شب و روز برابر
کب چغد کو آتی ہی نظر مہر کی تنویر

زنگی اگر آئینہ نہ دیکھے تو نہ دیکھے ہی اسکی خباثت کہ سکندر کی ہی تقصیر

تو یہ مین کہان اور کہان یہ سخن لاف تھی وجد کے عالم مین یہ تقریر یہ تحریر

ہر چند کہ اک یہ بھی ہی عنوان بلاغت تشبیب سخن اہل سخن کی نہین تقصیر

واجب ہی کہ اظہار کرے نعمت حق کا ہی اسمین خموشی بخدا باعث تکفیر

پر صاحب انصاف نہ انصاف سے گذرین مین عذر کرون اور وہ بڑھائین مری توقیر

تشنیع کا پہلو ہی نہ یہ طعن کا پہلو منظور نہین مجکو کسی شخص کی تحقیر

باطن مین تو یہ عجز ہی ظاہر مین ہی دعوے جو صاحب معنی ہین وہ سمجھین گے یہ تقریر

سبب تالیف کتاب

ایک روز خوشہ چین خرمن کمال محتاج رحمت رب ذو الجلال بندہ محمد حیدر علیخان ابن نواب ہلال رکاب خورشید کلاہ گردون بارگاہ عطارد رقم سپہر حشم مہر طلعت کیوان ایوان بہرام احتشام عرش مقام جناب نواب محمد یوسف علیخان الملقب بفردوس مکان تغمدہ اللہ بغفرانہ وجعل مستقرہ بجنانہ حسب دستور بار یاب دربار تھا اور شاہد مراد سے ہمکنار منشیان بلاغت نظام شاعران شیرین کلام

بذلہ سنجان نغز گفتار ظریف طبعان لطیفہ شعار اپنے اپنے قرینے سے حاضر تھے
اُسوقت جو کیفیت تھی مدرکات عقول عشرہ اُسکے دریافت سے قاصر تھی کمال
کی گرم بازاری تھی جو بات تھی مظہر حکمت باری تھی سلسلۂ گفتگو دراز تھا
ہر ایک کو اپنی اپنی خوش بیانی پر ناز تھا عیش و عشرت کے ظہور سے تھے
بندگان حضور معلے مسرور تھے شدہ شدہ نثر اُردو کا ذکر ہوا ہر شخص پابند فکر ہوا
پہلے سب سے راقم نے چند فقرات نثر سرکار کے گوش گذار کیے حاضرین
نے لآلی تحسین و آفرین نثار کیے حضرت کو بہت پسند آئے کانوں نے گلون
کے رنگ پائے فرمایا اگر اس روش پر کوئی کتاب ہو توفی الواقعی انتخاب ہو
ہر چند پیش آفتاب سُہا کا کیا نور اور دریا کے سامنے قطرہ کا کیا مذکور خدام
والا کے روبرو نام نثر لینا فضول ہی گل کو نذر باغ کرنا نامقبول ہی لیکن فرمان
قدر توام سے انحراف مناسب نجانا اور حکم قضا شیم کو باوجود بے بضاعتی
دل اور جان سے مانا سنہ بارہ سو تراسی ہجری مین اس قصۂ رنگین اور فسانۂ
دلنشین کو شروع کیا مدتون فکر و اندیشے سے کام لیا امید کہ ناظرین

چشم انصاف کو کام فرمائین اور بفحوائے مصرع کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ٭ جہان کہین سہو ہو گیا ہو اغماض نظر عمل مین لائین

آغاز داستان بیان مین تعریف شہر گوہر نگار ستایش شاہ و شاہزادہ آیا

پلا جام اے ساقیِ باکمال ٭ کہ ہو موجزن طبع نازک خیال
یہ پیرایۂ می پرستی ہو نیک ٭ سر انجام عنوان مستی ہو نیک
یہ عنوان مستی دکھائے بہار ٭ کھلین اسطرح گل کہ آئے بہار
بھرون عشق کا دم پیون جام عشق ٭ ہو آغاز مین فکر انجام عشق
لبالب ہو پیمانۂ دلبری ٭ کہ لکھتا ہون افسانۂ دلبری
پئی اہل دل مشق وہی مشق کیا ٭ یہی ابتدا ہے یہی انتہا
دکھا شل جم کجکلاہی دکھا ٭ ذرا حشمت پادشاہی دکھا
رہے دور مین ساغر زر نگار ٭ می لعل کشتی ہو گوہر نگار
کوئی بزم خورشید سے کامیاب ٭ کسی جا ہو پرتو فگن آفتاب

طوطیان نوبہار بلاغت عندلیبان گلزار فصاحت مرغان بہارستان

رنگین بیانی قمریان سروستان نکتہ دانی نخلبندان حدائق فسانہ رنگین
چمن پیرایان ریاض داستان دلنشین باغبانان بوستان تحریر گلچینان
گلستان تقریر نظارگیان نرگستان شگفتہ بیانی تماشائیان سنبلستان
رموز دانی اس غنچۂ قصہ رنگین اور شگوفۂ فسانہ دلنشین کو خیابان گوش سامعین
مین باہتزاز نسیم شوق و جنبش باد ذوق اس روش سے شگفتہ و خندان
کرتے ہین کہ زمانہ گذشتہ اور عہد پیوستہ مین سرزمین ارم تزئین ہندوستان
جنت نشان مین ایک شہر رشک گلزار ہمیشہ بہار تھا اور نام اُسکا گوہر نگار تھا
عشرت مین غیرت جنان تھا وسعت مین رشک لامکان تھا قدرت خالق
ہویدا تھی آب و ہوا سے عقل پیدا تھی رطوبت مین وہانکی تاثیر آبحیات تھی
مردے کا زندہ ہوجانا اک ادنیٰ بات تھی گرمی معشوقون کی گرما گرمی یاد
دلواتی تھی وہ حرارت حرارت غریزی کی کیفیت دکھاتی تھی سردی اُسکی
بہ از کشمیر وہان شرح اللہم احفظنا یہان برداً وسلاماً کی تفسیر آنکھون مین خنکی
دلکو فرحت کھانے کا مزا پانی کا لطف لباس کی کیفیت ترکیب ہم آغوشی

عاشقون کے عمل مین آٹھ پہر معشوق بغل مین برسات مین شہر پر عجب جوبن ٹپکتا تھا فرشتون کا دل بھٹکتا تھا نہرون مین پانی بھرا تھا عالم ہرا تھا مینھ برسنے سے زمین کا صفاے باطن بڑھتا تھا ہر ذرہ انظر الینا کا سبق پڑھتا تھا کیچڑ کا تو ذکر کیا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ سطحہ خاک پر آئینہ جڑا ہی چپہ چپہ شفاف دودھ سے دھویا پڑا ہی ساون بھادون کی جھڑی موتیون کی لڑی کھیتیان ہری تھین جھیلین بھری تھین باغون مین عجب بہار تھی قدرت حق آشکار تھی سبزے کا لہکنا پھولونکا مہکنا بدلی کا جھوم جھوم کر آنا ہر طرف گھنگھور گھٹاؤنکا چھا جانا وہ کم کم پھوار کا پڑنا جوانون کا اکڑنا دل کو لبھاتا تھا وہ سرخ سبز کھنبے گڑے اُنمین ریشم کے رستے پڑے حسینون کا جھول جھول کر گانا پینگون کا گھٹانا بڑھانا عاشقونکا زمین و آسمان جھکاتا تھا ہر طرف مورون کا شور تھا پپیہون کا زور تھا کویل کی کوک دل کو بیچین کیے دیتی تھی بجلی کی چمک سے کلیجے مین چٹکیان لیتی تھی وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤن کے جھوکون کا چلنا جوانون کا آن بان سے ٹہلنا عجب بہار دکھاتا تھا فوارے چھوٹ رہے تھے نہرین چھلکتی تھین چمن شگفتہ تھے بلبلین چہکتی تھین

حسین زنگار رنگ کی پوشاک پہنے نکھرے نکھرائے جوبن کی بہار دکھلاتے تھے
تختے لالۂ نافرمان کے شرماتے تھے کیسکی دھانی لباس کی پھبن چاند سے
مکھڑے کا جوبن عجب کیفیت دکھاتا تھا باغبان حقیقی نے طرفہ گل کھلایا تھا سرو
مین چودھوین کا چاند لگایا تھا کہین جمگھٹا تماشہ بینون کا کہین جھگڑا حسینونکا تھا
کہین چرچا قصہ خوانی کا کہین دورہ شراب ارغوانی کا کوئی شخص عالم مستی مین
کسی سے بگڑتا تھا کوئی مضمون اس شعر کا پڑھکر اکڑتا تھا ؎ ساقیا دوڑ دھوان دھار
گھٹا چھائی ہے ❊ اب تو بھٹی سے چھلکتی ہوئی بوتل آئے ❊ عجب سات تھی دن و
عید تھا رات شب برات تھی باغون پر کیا منحصر ہی ہر جگہ قہقہے تھے چہچہے تھے
اُسجگہ ذکر رنج و ملال عین نافہمی تھی تمام شہر مین چارون طرف طرفہ چہل
پہل عجب گہما گہمی تھی ساکن وہان کے امیر و اغنیا تھے فقیرون کی صدا سے
کان ناآشنا تھے زمین رشک آسمان تھی ہر گلی جواب کہکشان تھی سڑک
جادۂ باغ نعیم نہر رشک کوثر و تسنیم مکانون کی بلندی سے قصر فلک منفعل خوشنمائی
سے روضۂ رضوان خجل ہر محلہ دنیا کے شہرون سے آباد تھا شہر کا تمام عالم سے

بہتر سواد تھا جہانتک جائے بجز آبادی ویرانے کا نشان نپائے ہر طرف
سڑک بے موڑ اور مڑک تھی بیدھڑک اندھا دوڑ جائے کہین ٹھوکر نکھائے سرخی پر
سڑک کی شفق نثار تھی چھڑکاو سے بارش رحمت حق آشکار تھی تماشائیونکا اژدہام
سواریونکی دھوم دھام ہٹو بچو کی آواز ہر سو سے چلی آتی تھی نگاہ کشمکش سے پسی
جاتی تھی دورویہ دکانین ایسی قطعدار تھین جنکے درجونپر کوٹھیان نثار تھین ہر طرف
چوپڑ کا بازار تھا شہر گلزار تھا خوشبو سے ہوا کے دماغ مہکتا تھا رات بھر کٹورا کھنکتا تھا
چار گھڑی دن رہے جو چوک مین آتا تھا گھر کا رستہ بھول جاتا تھا دکانونپر کیا بہار تھی
بلکہ بہار نثار تھی صراف اپنی اپنی بھنیان پھیلائے روپے اشرفیونکے ڈھیر لگائے
ستی کٹتی جاتی تھی ہنڈوی پٹتی جاتی تھی رسیدین لیتے تھے روپے تول کر دیتے تھے
جوہریون نے بیش قیمتی جواہر سے دکانونکو سجا تھا ہر دکانکو کان جواہر کہنا بجا تھا
مینا بازار پر بہار تھی قدرت پروردگار تھی گہنے دلفریب تھے معشوقونکے زیب تھے
گویا چمن کھلا تھا گلشن شگفتہ ہر دکاندار رضوان کا ہمدم تھا دکانین نتھین باغ ارم تھا
کہین حلوائی دنیا کی مٹھائی تھالونمین لگائے سونے چاندی کے ورق جمائے چھیپیان منقش کی

ہاتھون مین مزا قند و نبات کا باتون مین اُس مٹھائی کا تو ذکر کیا صبح دم کا پوری حلوا مجردون کے حق مین من و سلوا تھا غرض ہر فرکا مین شاہی سامان تھا کمر و نیر پرستا نکا گمان تھا اشعار بیشک وہ چوک تھا پرستان

پریان کمرون مین تھین خرامان	جھرمٹ پریون کا کیا وہان تھا
اندر کے اکھاڑے کا سمان تھا	اللہ اللہ آج تک ایسے حسین نہ چشم

فلک نے دیکھے نہ گوش ملک نے سُنے فخر حور اللہ کے نور کا ظہور چودھوین کا چاند اُنکے چہرون کے آگے ماند تھا اُنکا پرتو آفتاب اور نقش قدم چاند تھا سبحان اللہ اُنکا کیا کہنا خوش مزاج روزمرہ صاف زبان شفاف باتون سے مسیحائی ہویدا تھی خموشی مین بھی ایک بات پیدا تھی گویائی اُسی خموشی کا دم بھرتی ہی مسیحائی اُسی گویائی کا کلمہ پڑھتی ہی قامت سے قیامت قائم تھی چال سے محشر برپا غمزے سے کرامت ظاہر تھی عشوے سے سحر ہویدا باتون سے شرارت ٹپکتی تھی شوخی سے بوٹی بوٹی پھڑکتی تھی ترچھی چتون بانکی ادا گرما گرمی سے بے چینی پیدا آسمان مین تھگلی لگائین فرشتون کو کنوین جھکائین

سرشت مین لگاوٹ تھی خلقت مین بناوٹ تھی رولانا ہنسی جانتے تھے
جان لینا دل لگی جانتے تھے جسے دیکھکر منہ موڑا اُسے بسکتا چھوڑا جس صف
پر آنکھ اٹھائی اُس صف کی صفائی نظر آئی اُنکے پھندے زندگی بھر
نچھوٹتے تھے دین وایمان دن دہاڑے دھڑا دھڑ لوٹتے تھے زاہد اگر اُنکو
دیکھ پائے منہ کی کھاتے وضو ٹوٹ جائے معاذاللہ اگر حضرت جبریل اُنکی
جھپکی دیکھ پاتے جیتے جی آسمان پر نجاتے عمر وہین بسر کرتے اُنھین گلیونکی
ٹھوکرین کھا کھا کر مرتے غرض عجب شہر مردم خیز تھا کوچہ کوچہ دل آویز تھا ہر جگہ
آثار قدرت ہویدا ہوتے ہر طرح کے لوگ پیدا ہوتے خلیق فصیح ملنسار حسین
شکیل جمیل طرحدار سخی کریم شجاع بہادر قول کے پورے تلوار کے دھنی
سر جائے بات مین فرق نہ آئے اُنکی موت زیست کا عجب قرینہ تھا جینا
مرنا تھا مرنا جینا تھا ذکاوت مین لاجواب فراست مین انتخاب غفلت
اُنکی ہوشیاری تھی عقل نے اُنسے زبان ہاری تھی رئیسون سے شہر
آباد تھا ہر شخص اپنے اپنے فن کا استاد تھا عالم علم کا دریا بہاتے تھے

بتدی کو باتون باتون مین منتہی بناتے تھے معقول ومنقول کو الف بی جانتے تھے ہر علم کو خوب پہچانتے تھے مطالب ریاضی کے ازبر تھے چودہ طبق مثل چودہ ورق کے پیش نظر تھے نقاشونکی نقش کرسکے پڑے تھے عاملونکے عمل کے جھنڈے گڑے تھے تسخیر کو اُنکے نام سے ارتباط طی الارض کی اُنکے سامنے کیا بساط ہوا اُنکے قابو مین دریا بس مین پریان پرستانین جیسے بلبلین قفس مین عارف عارف باللہ تھے صاحبدل حقیقت آگاہ تھے سلوک اُنکے طریقے سے ہویدا جذب اُنکی باتون سے پیدا عاشق یکرنگ دورنگی سے دلتنگ موحد صاحب توحید مبصر اہل دید کثرت مین وحدت کا دم بھرین انا الحق کہکر منصور کو زندہ کرین مشاہدہ شاہد حال مکاشفہ گواہ قال ماسوی اللہ سے جدا عین اللہ سے واصل مجاز سے دور حقیقت کے شامل فنافی الشیخ اُنکے سامنے اک ادنٰی بات فنافی اللہ اُنکا جوہر بالذات اُنکا خواب عین بیداری غفلت عین ہوشیاری بظاہر خاک بباطن جوہر پاک آنکھون مین کیفیت حقا کا سرور زبان پر نحن اقرب الیہ کا مذکور تکلف سے ننگ عار غرض سرمد وسرآمد روزگار

شاعر بلاغت نظام فصاحت کلام موزونیت خلقی خمیر مین سحر حلال تقریر مین خلاق مضامین موجد طرز نو آئین نازک خیالی اُنکی مصرعۂ ہلال کو خاطر مین نہ لاتی تھی فکر اُنکی ہر مرتبہ عرش پر جاتی تھی اُنکی زباندانی کا غل تھا اُنکے سامنے انوری کی عقل کا چراغ گل تھا فردوسی اُنکے گلزار فصاحت کا خوشہ چین مولوی معنوی اُنکے سامنے طفل مکتب نشین الشعراء تلامذۃ الرحمان اُنھین کی شان مین آیا ہے الہام نے اُنھین کی معجز بیانی سے شہرہ پایا ہے خوشنویسونکی تعریف لکھنا محال ہے زبان قلم لال ہے جب قلم اُٹھایا اعجاز دکھایا جوہر حرفونکے اُنکی تحریر سے کھلتے تھے کاتب تقدیر کے لکھے سے ملتے جُلتے تھے اگر میر عماد و عبدالرشید ہوتے مثل قلم دم تحریر روتے لکھے کو اُنکے بے دلیل مانتے ہر حرف کو نوشتۂ تقدیر جانتے جواہر رقم ملال سے عذاب جانکنی مین پڑجاتا یاقوت رقم سر پتھر سے ٹکراتا طبیب کب کسی کو مانتے تھے مسیحائی اُنکو کھیل جانتے تھے نجومیون کو قواعد اختر شناسی کے ازبر تھے زائچہ عالم حادث کے ہر لحظہ پیش نظر تھے فقط حال گذشتہ نہین بتاتے تھے زمانۂ آیندہ کی خبر لاتے تھے

بیان اُنکا پُرتاثیر تھا لکھا پتھر کی لکیر تھا قیامت کا حکم لگاتے تھے زمین و
آسمان کے قلابے ملاتے تھے خاص تراش موشگافی کے بانی تھے اپنے
کمال مین لاثانی تھے خط کیا بناتے تھے کرامت دکھاتے تھے اُسترے سے کام
قلم کا لیتے تھے کاتب تقدیر کے خط پر اصلاح دیتے تھے کوئی کب کسی کو
خیال مین لاتے تھے اُنکی آواز سنکے آہو رم بھول جاتے تھے اُنکا گانا سحر حلال
تھا زاہدون کو حال آتا تھا تاثیر کا یہ حال تھا ہر سُر مین لحن داؤدیکا لطف
نکلتا تھا فولاد موم ہوتا تھا پتھر گھلتا تھا ایک زمانے کے جب اُنکے سامنے
گاتے سبتک آنے مین سب تک بھول جاتے تھے ہمدم کا دم نکل جاتا شوری کا
شور کمال پھیکا ہو جاتا اگر تان سین اُنکا گانا سنتا ہر تان پر عمر بھر سر دھنتا
بیجو باورا اُنکی الاپ کا دیوانہ تھا اُنکے کمال کا شہرون افسانہ تھا
بادشاہ وہان کا انجم سپاہ کیوان بارگاہ برجیس شیم خورشید علم مریخ حشم
عطارد رقم قمر خدم خلیل نوال یوسف جمال شہنشاہ ثریا جاہ گو ہر شاہ تھا
اُس بحر عطا کے فیض جاری سے گیتی شاداب تھی اور سحاب بخشش کی جھالون سے

کھیتی سیراب تھی اگر اُسکے در پر سائل کہین سے آتا تھا مارے خوشی کے
پھولا نسماتا تھا فقیر بازاری اُسکی نظر بخشش سے ایک پل مین ایسے مستغنی
ہو جاتے کہ عمر بھر حرف سوال زبان پر نہ لاتے اُسکی سخاوت کے آگے حاتم
بخیل تھا وہ صاحب ہمت سخاوت کا کفیل تھا سخاوت کا تو یہ حال تھا
شجاعت مین بھی بےمثال تھا اگر آوازہ اُسکی شجاعت کا رستم سُن پاتا دہل کر
مرجاتا کلیجہ پھٹ کر مُنہ سے نکل آتا دلیر اُنکے سامنے دلیری بھولتے تھے اُسکے
رعب سے شیرونکے ہاتھ پاؤن پھولتے تھے اُسکی تلوار کی کاٹ سے اجل بھرتی
تھی گرز کی ہوا سے قضا گھبراتی تھی عدالت سے اُسکی غزالونکے محافظ چیتے تھے
شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے چور مُنہ ڈھانپ کر روتے تھے
لوگ دروازے کھول کر سوتے تھے چور کا نام زبان پر نہ آتا تھا سیاست کے لیے
مہندیکا چور باندھا جاتا تھا حسن خداداد عالم مین یکتا تھا ہر جگہ اُسی نور کا
جلوہ تھا مشعل دست کلیم مین اُسی حسن کے نور کی جھلک تھی گلزار ابراہیم
مین اُسی گل عارض کی لہک تھی سورج مین اُسی کے جمال بےمثال کی

ضو ہے چاند مین اُسی کے کمال کا پرتو ہے پھول مین اُسی گل عارض
کی بو ہے موتی مین دی ہوئی اُسکی آبرو ہے لعل مین اُسی کے لب لعل
کا رنگ ہی ہیرے مین اُسی نور کی تڑپ کا ڈھنگ ہی عقل حیران ہی کس شی سے
تشبیہ دیجیے اور کس چیز سے مقابل کیجیے کونسی بات رہی باقی خدا کی ذات
رہی اس صورت مین یکتائی لازم آتی ہے کثرت سے وحدت ہوئی جاتی
ہی یکتائی خدا کو زیبا ہی وحدہ لاشریک اُسی کی صفت مین آیا ہی آخر ایک
تشبیہ نکالی بگڑی بات خدا نے بنا لی مثل اُسکا اُسی سے پیدا ہوا اتھا
مضمون الولد سر لابیہ ہویدا تھا یہ بھی ظہور قدرت باری تھا شاہ و شہزادہ مین
فرق اعتباری تھا حقیقت مین وہ شاہزادہ عالی تبار ذہانت مین رشک
ارسطو حشمت مین غیرت اسکندر عشرت مین رشک جمشید علم و ہنر مین فخر
پدر تھا چودھوان سال تھا ظہور کمال تھا اسم سامی اور نام نامی اُسکا خورشید
گوہر پوش تھا صاحب عقل و ہوش تھا ہر فن کی تکمیل حاصل تھی ہر علم
مین دستگاہ کامل تھی طبیعت مین دریا کی روانی فن سپہ گری کا بانی

پٹیت پھکیت برچھیت تیر انداز دلیر جرأت مین شیر اُسکی تلوار بی پناہ تھی
ضرب اُسکی قہر الٰہی تھی کاٹ قیامت کا کاٹ تھا گھاٹ آفت کا گھاٹ تھا
دم اُسکا سیفی کا دم تھا خم اُسکا ابروے پرخم تھا ناب اُسکی جادۂ عدم تھی
روانی قضاے مبرم تھی چٹکی بلا کی تیار تھی قدر اندازی شہرۂ روزگار تھی
تیر اُسکا افعی پردار حلقہ کمان اژدہاے خونخوار گرز اُسکا دعوے تہمتنی کی
دال نیزہ الف پیشانیِ اقبال بہادرون سے رات دنکی صحبت نامردون
سے ہمیشہ نفرت ہر طرحکی قدرت حاصل طبیعت سیر و شکار پر مائل ایکدن ندیمان
ذیہوش نے خدمت شہزادۂ گوہر پوش مین آگر عرض کی خداوندا آجکل لطف
شکار ہی سیر و تماشے کا زمانہ ہی موسم بہار ہی گلِ خودرو پر جوبن ہی صحرا
گلشن ہی کانٹا کانٹا گلستان ہی فضاے دشت روضۂ رضوان سے ہے
لالے کی لہک پر دل لہراتا ہی بہولونکی مہک سے دماغ معطر ہوجاتا ہی
جوش گل و ریحان ہی بید مجنونکی بھی شاخ پھولون کی چھڑی ہی سچ تو یہ ہے
صحرا پر بہار پھٹ پڑی ہی طاؤس ابر کا دم بھر رہے ہین چکور قہقہے کر رہے ہین

زمین سبزی سے زمرد نگار ہی عجب کیفیت ہی عجب بہار ہی ڈھاک پھولا ہی
سا کھو رشک سے آگ ببولا ہی صحرا کی بہار دلمین کھبتی ہی سبزی کی طراوت
آنکھونمین چبھتی ہے گلونکی شادابی سیر بہشت دکھاتی ہی جھیلون کی فضا سے
ہوا ے کوثر آتی ہی اگر اندنون حضور قدم رنجہ فرمائین تو نہایت سیر و شکار
کا لطف اُٹھائین شہزادہ یہ سنتے ہی مسرور ہوا نشہ شوق شکار مین چور ہوا
ہوا ے شکار دماغ مین بسی سیر و گلگشت کا ارادہ پر کمر کسی مصاحبون کو
طلب کیا مشیرون سے مشورہ لیا کہا حضرت سے اجازت ملنا دشوار ہی
قبلۂ عالم کو میری دم بھر مفارقت ناگوار ہی سب نے عرض کی اسمین اہتمام
کیجیے دستور المعظم کی معرفت عرضداشت دیجیے آخر یہ مشورہ ٹھہرا حضور خود تشریف
لیجائین آپ رخصت لے آئین انھین مشورون مین دن گذرا رات ہوئی
مگر کوئی تسلی خاطر کی نہ بات ہوئی غرض وہ شب انھین تذکرونمین بسر ہوگئی
باتون باتون مین سحر ہوگئی جسوقت شیر گردون ہوا ے صبح کھانے کے
لیے مشرق کی کچھار سے نمایان ہوا اور آہوے شب اُسکی آمد آمد کے خوف سے

چوگڑی بھر کر مغرب مین پنہان ہوا شاہزادے نے لباس درباری پہنا
اور بیت الشرف سے مثل آفتاب کے برآمد ہوا گھوڑا مانگا سوار ہوی رفیق
ومصاحب جلو دار ہوے بادپا نے کیفیت باد بہاری دکھائی مشیت باری
جاری ہوئی نسیم جنبش مین آئی طرفۃ العین مین داخل دربار ہوا دیوان خاص
اُس آفتاب کی پرتو سے مطلع انوار ہوا خوشبو سے تمام دربار مہکنے لگا اُس گل
نوخاستہ کو دیکھکر نقیب بلبل کیطرح چہکنے لگا ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی کی ترقی
عمر و دولت دین دنیا کے ولی مہابلی سلامت عالم پناہ روشن نگاہ
بادشاہ نے آنکھ اُٹھائی شہزادے کی چاندسی صورت نظر آئی دل مین
جوش محبت آیا آگے آؤ اشارے سے فرمایا شاہزادہ قریب آیا بادشاہ نی چھاتی
سے لگایا دربار گرم تھا ہر طرح کے پرچے گذرتے تھے حضور حکم دیتے تھے اہل قلم
دستخط کرتے تھے رعب شاہی سے چھکے چھوٹے تھے ہاتھ پاؤن پھولی تھے حواس باختہ
تھے آئے ہوئے بھولے تھے یہان ولولۂ شوق کی تاکید تھی وہان رعب سطوت
کی تہدید تھی دل یہ کہتا تھا عرض کیجیے کسیطرح اجازت لیجیے ولولۂ دل کم

ہاتھون سے تردد مین پڑے تھے چُپ گردن جھکائے کھڑے تھے فکر بیکار تھی عقل حیران تھی رخصت ملنے نہ ملنے سے ڈُبدُھے مین جان تھی دمبدم آنکھوںنین آنسو بھر آتے تھے چاہتے تھے کچھ عرض کرین لیکن بپاس ادب ہچکچاتے تھے دل سے دلکو راہ ہی یہ مثل مشہور ہی بیٹے کے صدمے کی باپ کو آگاہی ضرور ہی فرمایا خیر ہی کیا ہی کچھ چپ چپ ہو چہرہ اُترا ہے کس چیز کی خواہش ہی کس بات کی تمنا ہی عرض کی غلام ایک احتیاج لایا ہے یہ عرض کرنے آیا ہی اندنون طبیعت رُندھی رہتی ہی دم گھبراتا ہی دل قابو سے نکلا جاتا ہی شوق سیر و شکار ہی خانہ زاد رخصت کا خواستگار ہی آج کل جوش بہار ہی جنگل رشک گلزار ہی چندے گلگشت صحرا سے دل بہلاؤن گا؛ انشاأللہ بہت جلد پھر آؤنگا بادشاہ نے سر جھکایا کچھ سوچکر یون ارشاد فرمایا جان پدر سفر بصورت سقر و شکار کار بیکار شاہ و شہزادے دن انتظام سلطنت مین بسر کرتے ہین رات کو عبادت خالق مین سحر کرتے ہین تمکو اندیشہ مآل چاہیے بندوبست کا خیال چاہیے امور سلطنت کو

دھیان مین لاؤ کاغذ دیکھو دل بہلاؤ تم آسمانِ سلطنت کے ستارے ہو
پدرِ پیر کی زندگی کے سہارے ہو دنیا گذرگاہ ہے ہم رہگذری ہین کوچ مقام
لگا ہی عدم کے سفری ہین تم ہی تم ہو آخر نہین اول نہین ہمارا کیا بھروسا ہی
آج ہین کل نہین دم آیا نہ آیا بشر محض بی اختیار ہی زندگی کا کیا اعتبار ہی
جوانی کی دوپہر ڈھلی شام غربت نے صورت دکھائی کوچ کا نقارہ ہوا
صبح پیری آئی بٹیا ہمتو چراغ سحری ہین آفتاب لب بام ہین سر کا ہلنا
اجل کے اشارے ہین موت کے پیام ہین تمھارا آنکھون سے اوجھل ہونا
غضب ہی بٹیا پدر ضعیف جان بلب ہی خورشید گو ہر پوش کے ہوش اُڑے
ساغر چشم چھلک پڑے آنسو رخسار و نیر ڈھلک پڑے عرض کی آگی بات کا
دو لکھنا سراسر بجا ہی لیکن بی عرض کیے بھی نہین بنتا ہی غلام خجلت سے زمین
مین گڑ گیا کیا کہون لاکھون گھڑے پانی پڑ گیا حضور کی ارشاد سے فدوی کی
جان پر بنی ہی ہر حرف ہیرے کی کنی ہی ہر لفظ نشتر ہی ہر فقرہ خنجر ہی بعد خدا کے
فقط آپکا سہارا ہی حضور کے سوا دنیا مین کون ہمارا ہی قیامت تک جادۂ چشم سے

رہتی دنیا تک یہ دم رہے پھر زندگی کہان اگر حضور نہین ہے آسمان ستارونکا ظہور نہین السفر صورت السقر یہ بجا ہی مگر یہ پہونچے ہوؤن نے السفر وسیلۃ الظفر کہا ہی شکار تجربہ کارون کا کام نہین مگر تعلیم اُسکی فرض ہی اس مین بھی کلام نہین شکار سے انسان دلیر ہوتا ہی آدمی کا دل شیر ہوتا ہی بہادر شکار پر مرتے ہین بزدلے ڈرتے ہین جنگل جگہ شیرون کی ہی کسوٹی دلیرون کی ہی دلیرون کو رات دن جنگل مین رہنا سہنا ہی تیغ و خنجر اُنکا گہنا ہی تلوارون کے سایے مین بسر کرتے ہین کوہ و بیابان مین گذر کرتے ہین عزلت گزینی سے فقیرون کا نام ہی سیر و شکار شاہزادون کا کام ہی بادشاہ سمجھا شباب کا ولولہ ہی جوانی کا حوصلہ ہی اب یہ کسی طرح نمانین گے ہماری فہمایش کو قید شدید جانین گے چارونا چار کہا بسم اللہ بہتر جاؤ شکار کھیلو دل بہلاؤ ماتھا چوما گلے لگایا فی امان اللہ کہکر رخصت فرمایا سوکھے دھانون مین پانی پڑا رخصت ملی اجازت کیا ملی دین دنیا کی دولت ملی خوش ہوکر سلام رخصت کیا باہر نکل کر رفیقونکو

مژدہ دیا سب نے عید کے اہتمام سفر کی تاکید کی ہشاش بشاش مکان پر تشریف
لائے کہا الحمد للہ کامیاب ہو کر آئے ناگاہ وزیرزادے کا خیال آیا ادھر ادھر دیکھکر
اسطرح ارشاد فرمایا ہمارا جلیس خاص کہاں ہے رفیق باختصاص کہاں ہے سوار دوڑے
وزیرزادہ آیا شاہزادے نے ہنسکر گلے سے لگایا کہا بھائی بڑا مرحلہ طے ہوا حضرت سے
رخصت پائی وہ بولا بجا ہے غلام نے بھی سنا ہے مگر یہ تو ارشاد ہو کیونکر اجازت ہاتھ آئی
حضرت سے رخصت لینا حضور ہی کا کام تھا جان نثار کو تو اسمین کلام تھا سنکر
ارشاد کیا سچ ہے معشوق کا عاشق سے جدا ہونا دشوار طالب کو مطلوب کی مفارقت
ناگوار مگر قسمت لڑی بات بن پڑی حضرت نے میری خوشی کی مجبور رخصت دی وزیرزادے
نے کہا شکر ہے خدا نے یہ خوشخبری سنوائی آرزو پوری ہوئی مراد برآئی ہر چند
یہ حسن اتفاق ہے مگر حضور کے حسن بیان کی تاثیر ہے ماشاء اللہ یہان تقدیر
مقلد تدبیر ہے بسم اللہ تماشائے سیر و شکار مبارک گلگشت باغ و بہار مبارک
مگر یہ روز آدینہ ہے آج کے دن سفر نامناسب ہے پیروی شارع اور پابندی
شریعت واجب ہے اگرچہ بعد نماز جمعہ حکم سفر آیا ہے مگر بارک اللہ یوم السبت

والخمیس مخبر صادق نے فرمایا ہی رخصت ملنے مین تردد تھا یہ مرحلہ طی ہو چکا
اب اندیشہ کسکا ہی جلدی کیا ہی رات کی رات توقف ضرور ہی پیر و مرشد
صبح کیا دور ہی آگے جو کچھ حضور کی راے خانہ زاد کو جو حکم ہو بجالائے شاہزادہ
بولا بھائی خوب یاد دلوایا مجھے جمعہ کا خیال نرہا تھا اچھا بنام افسران فوج
حکمنامے اس مضمون کے جاری کرو اور کارخانہ دارونکو اس امر کی اطلاع
دو کہ آج بسبب جمعے کی فسخ عزیمت کیا گیا ہفتے کی صبح پر موقوف رہا کل منہ
اندھیرے سب اگر حاضر ہون انشاء اللہ تعالی پچھلے سے تارونکی چھاؤنمین
کوچ ہوگا لیکن پیش خیمہ وغیرہ آج ہی روانہ کیا جاوے اور شاگرد پیشی کوبھی
حکم دیا جائے کہ یہ سب بھی پیشتر سے راہ لین انھین کارخانونکے ساتھ چل نکلین
وزیر زادے نے ہاتھ باندھکر عرض کیا بہت خوب خانہ زاد ابھی اس حکم کی
تعمیل کرتا ہی اور اُسیوقت سے عملے کی روانگی کی سبیل کرتا ہی ہنوز یہ ذکر تھا
کہ نواب ناظر جناب عالیہ کا آیا اور بعد دعاے عمر و دولت یہ کلمہ زبان پر لایا
پیر و مرشد حضور کو فکر سفر ہی کچھ محل کی بھی خبر ہی صبح سے اک حشر مچا ہے

قیامت بپا ہی جناب عالیہ پر رنج والم طاری ہے مصلے پر بیٹھی ہین اور دانۂ اشک سے سبحہ شماری ہے ہر دل پر قلق کا جوش ہی ہر شخص بصورت تصویر خاموش ہی ذرا محل مین قدم رنجہ فرمایئے پہلے اپنے چاہنے والونکو چلکر سمجھایئے پھر کہین تشریف لیجایئے شاہزادہ یہ سنکے نواب ناظر کے ساتھ جو آیا تو کل صاحبات محل کو چپ چپ پایا مان کے سامنے گیا اور ادب سے تسلیم کو جھکا جناب عالیہ نے اشارے سے سلام لیا اور تسبیح کو ہاتھ سے رکھکر ارشاد کیا یہان مین کون جس سے کلام کرو جسے لائق سلام سمجھو اُسی جاکر سلام کرو واری اس زمانے کے لڑکونکا عجب حال ہی نہ کسی کی الفت کا دھیان ہے نہ کسی کی محبت کا خیال ہے تمھین کسی کی ریاضت کی کیا خبر کسی کی مشقت پر کیا نظر کن کن منت اور مرادون سے پالا اندھیرے اوجالے باہر نہ نکالا اگر کبھی دشمنونکو بیوقت چھینک آتی تھی تو دائی بندی کی جان نکل جاتی تھی جب دور از حال ذرا طبیعت بےچین ہوئی ہے تو ہین وہ شب آنکھونمین

کٹی ہی تمام رات تسبیحین پڑھ پڑھ کر صبح کی ہی مگر تمہین اسکی کیا پروا
اب نام خدا جوان ہوئے اور ہی کچھ نشہ آیا گیا پھر ہی جنھین بھونری مین
پالتے ہین وہی پیٹ سے پاؤن نکالتے ہین ہمین جھوٹون بھی نہ خبر کی
اوپرہی اوپر رخصت لے لی کیا خوب ریاضت کا ثمرہ ملا ہی ہان واری
تمھارا قصور نہین اپنی تقدیر کا گلا ہی شہزادے نے گردن جھکا کر عرض کیا
البتہ خطا ہوئی کہ پہلے حضور سے پوچھ نہ لیا للہ اس قصور کو معاف
کیجیے اور غلام کو رخصت شکار دیجیے مان بولی ہی ہی پھر وہی تقریر کی
جس سے کلیجے پر چھری لگی خوب میرا عندیہ سمجھا لو سب باتون کا ایک
بات مین جواب ہو گیا مین تو یہ چاہون کہ تم آنکھونکے سامنے سے
دم بھر اوجھل نہو تمھین سیر و شکار کا شوق رخصت کے لیے اپنے مطلب
کی کہو صدقے گئی اتنی بے اعتنائی نہین کرتے ایسا انصاف سے نہین
گذرتے جب اللہ رکھو اولاد ہو گی اسوقت ہمارے پیار کی تمکو یاد ہو گے
شہزادے نے جب جواب پایا منھ بنا کر آنکھون مین آنسو بھر لایا یہ دیکھکر

مان گھبرائی پھر کوئی بات بن نہ آئی اُدھر نور چشم کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے ادھر قریب تھا کلیجہ مان کا مُنھ کو آجائے کہا ہان ہان واری آزردہ نہو اچھا مین راضی ہون جہان جی چاہے سدھارو یہ سنکے شاہزادے کے چہرے پر سرخی آگئی دلمین کہا شکر ہے دوسری مشکل بھی آسان ہوئی جب یہ مرحلہ بھی طے ہوچکا تو شاہزادہ محل سے برآمد ہوا دیوانخانے مین تشریف لایا کھانا مانگا دسترخوان بچھا مع مصاحبین و رفقا خاصہ نوش کیا آرام فرمایا سہ پہر کو جب بیدار ہوا پھر دربار ہوا مجرائی سلامی حاضر ہوئے تذکرے سیر و شکار کے ہونے لگے شاہزادہ مصاحبانِ خاص کیطرف متوجہ ہوا اور ارشاد کیا مثل مشہور ہے کہ اگر لومڑ بھی شکار کو نکلے تو شیر کی شکار کا سامان کرے سب اپنے کیل کانٹے سے ہوشیار دیکھو کسی بات کی کمی نہو خبردار خبردار ایسا نہو کہ ہنسنے والے اپنی جگہ پر کہین کہ سب اپنے جمع تھے اپنا سا مُنھ لیکر پھر آئے رفیقون نے عرض کی حضور خاطر جمع رکھین جب وہ وقت آئیگا تو ہنسنے والونکو دکھا دینگے چیتل باڑھے کا کیا ذکر

اگر شیر سامنے آئے گا تو انشاء اللہ مارے گولیوں کے بٹھا دینگے فضل خدا
سے ایک ایک رفیق حضور کا فن سپہ گری مین ممتاز ہی ہر شخص گلچلا ہے
ہر شخص قدر انداز ہی جب یہ جان نثار موشگافی پر آتے ہین بال باندھا نشانہ
اوڑاتے ہین شاہزادے نے مسکرا کر کہا دیکھا چاہیے کیا ہوتا ہی پہلی پہل کا
معاملہ ہی یہ اندیشہ ہی بس انھین تذکرون مین شام ہوئی سبنے مغربین
ادا کی پھر دسترخوان بچھا کھانے مین بھی اسی طرح کا ذکر رہا شاہزادے
نے فرمایا سنا ہی کہ اہل مذاق جو شکار کھیلنے جاتے ہین اور شکار پاتے ہین
تو وہین کباب لگاتے ہین کہتے ہین کہ اسوقت کی چٹ پٹاہٹ عجب
مزا دیتی ہی ان کبابون کی گرما گرمی گھر کے کھانون کو بھلا دیتی ہی سبنے
یکزبان عرض کیا خداوند نعمت بجا ہے شکار مین اسی کا لطف ہے
اسی کا مزا ہی غرض شاہزادہ خاصہ نوش فرما کر حسن محفل پیکر گلوری
کھا کر پلنگ پر گیا اور خواصون سے ارشاد کیا چیتی والونسے کہ رکھو کہ آج
ہمین صبح صادق سے پیشتر جگا دین بلکہ بعد نصف شب اُٹھا دین

کسواسطے کہ حوائج ضروری سے فرصت کرتے کرتے نماز کا وقت آجائیگا
اور سوار ہوتے ہوتے آفتاب نکل آئیگا ہم چاہتے ہین ایسے وقت سوا
ہون کہ شکارگاہ مین جاکر صبح ہو اور اُسی میدان مین نماز پڑھی جائین صحرا
مین لطف نسیم اُٹھائین جنگل مین بہشت کی ہوائین کھائین خواصون نے ہاتھ
باندھکر عرض کیا جیسا حکم ہوا اُسی طرح عمل مین آئیگا سب سے تاکید کہدیا
جائیگا مگر اُس شب نیند کجا آنکھون مین خواب کا خیال بھی نتھا وہ شب عید کی شب
تھی لطف طالع بیدار تھا ہر شخص کو صبح کا انتظار تھا رفقا شاہزادے کی اپنی اپنی
طور پر اہتمام کر رہے تھے سب ہنرمند کامل فن اپنا اپنا کام کر رہے تھے کوئی
تیرونمین نئی پر گیریان لگاتا تھا کوئی کمانپر چلہ چڑھاتا تھا کوئی چقماق کی پرزے
صاف کر رہا تھا کوئی کُپّی مین بجلی کی بارود بھر رہا تھا کوئی کسی سے کہتا تھا میرے
طپنچے کا پتھر بُرا ہی ایک عقیق کا پتھر دینا کسی کا کسی سے اشارہ تھا ذرا بھائی
چھرے دانی اُٹھا لینا کوئی گولیان ڈھالتا تھا کوئی کھیسی مین سے کارتوس
نکالتا تھا غرض اس شب کسی نے سونے کا نام نہ لیا شاہزادہ بھی کروٹین بدلا کیا

رفتن ہرمز و بہرام و شیر شکار جانب صحرای بہار و دیدن شبدیز زبان آن موجد
شدن یاران ہمراہی آن شہریار خوشخو و خوش سیر و وارد و رسیدن گلزار شکند

بہار آئی ای ساقی گلعذار
کھلے گل ہوا لطف سیر و شکار

مرقع ہین سبزے سے دشت و جبال
ہرن مست ہین شوخیون پر غزال

گھٹاؤن کی آمد ہے بارش کا تار
کبھی ہے تقاطر کبھی ہے پھُہار

چمن مین عنادل ہین جنگل مین مور
وہ کوئل کی کوکو پپیہون کا شور

کہین جدول آب کی آب و تاب
کسی جا ہے لالہ کسی جا گلاب

گلستان کا ہے اب سبق برزبان
وہ موسم ہے کانٹے بھی ہین تر زبان

کھلین سب پہ اس دور کی فائدے
در میکدہ تو بھی اب کھول دے

شکار بطِ مے ہے مدِنظر
دکھا سیر میخانہ اے باخبر

ہوئی دختر رز کو خلوت پسند
پری اب رہیگی نہ شیشے مین بند

ہوا ہے چھلاوا ہے بنت العنب
لگاوٹ قیامت ہے چھل بل غضب

نکلتے ہین اب رند بھی سیر کو
پلا جام ہونی جو ہے بس وہ ہو

صیادان آہوے مرغزار تازہ بیانی شیر شکاران بیشۂ سخندانی صیدافگنان دشت بلاغت شکار اندازان صیدگاہ فصاحت کباب نخچیر اس افسانہ کی نظیر کے یون سیخ بیان پہ لگاتے ہین کہ بعد نصف شب اُٹھکر قضاے حاجت سے فرصت کی ہاتھ منہ دھویا پوشاک بدلی زرہ بکتر داستانی پہنکر خود سر پر رکھا ہتیار لگائے رفیقونکو ساتھ لیے دیوانخانے سے جلوخانے مین تشریف لائی گھوڑے خاصے کے حاضر تھے شاہزادہ بھی سوار ہوا رفیق بھی سوار ہوئی پلٹنین رسالی جو موجود تھے وہ بھی سلامی لیکر چلنے پر تیار ہوئی رسالونمین ترم ہوا ڈنکون پر برابر چوبین پڑین افسرونکی یارون سے نگاہین لڑین پلٹنونمین طنبور رہا اور دی بجی صوبیدارون نے بولی بول کر آواز دی اُسوقت عجب بہار تھی وہ کیفیت بھی یادگار تھی وہ تارونکی روشنی وہ آخر شب کی چاندنی آگے پیدل پیچھے سوار وہ سرخ سیاہ وردیان جیسے لالہ زار وہ دھوندھلکے کا عالم وہ ہتھکلونکا چمکنا وہ تلنگونکے بیچے ہوئے قدم وہ سوارونکی گھوڑونکی چلبلاہٹ وہ کرچونکی کھڑکھڑاہٹ وہ نشانونکی پھریرے ہوا سے اوڑتی ہوئے وہ پرچم وہ علم آگے آگے فوجین پیچھے پیچھے شاگرد پیشہ

اور دواب بیچ مین شاہزادۂ خورشید کلاہ قمر رکاب رفیق و مصاحب یمین و یسار
جیسے چودھوین کے چاند کے گرد اختر سیار دو رویہ بہیر اور بہیر سے دور دور لوازم
شکار اور لوازمہ دار اپنی اپنی نوکری پر مستعد اپنے اپنے کام مین ہوشیار آگے آگے
ڈورییے تازیونکی جوڑیان لیے تازی وہ تازی کہ شیرون سے بازی لیجائین ہنگام
صید افگنی کرگدن کو خاطر مین نہ لائین کمر بن تپلی سینے چوڑے جب ور کیا ڈوریونکو
لے دوڑے باولی پائے من چلے منہال چیتونسے کشتی لڑتے زبانین نکالی دم کرتے
کبھی ادھر جا پڑے کبھی اُدھر جا پڑے ایک طرف بادامی انبوے ماشی وگلے
پہنے ہاتھونمین مینی صابری واستانی کاندھونپر کہار ونکی تہیلی باز شکرا چنچ بہری
لگڑ جھگڑ چرغ جرا کوہی ترمتی یعنی کل جانور شکاری پر دار اور بے اوڑائے تیار پیچھے
چھکڑونپر نواڑ کے پلنگ بچھے اُنپر چیتے اور شیر وپلنگ بیٹھے ہر پلنگ کی چارون
کونون پر چار چار بہیلیے سبز سبز وردیان پہنے چوریان رومال لیے کوئی پیٹھ پر
ہاتھ پھیرتا یار بنا تا کوئی آواز لگاتا شیران بہادر کہکر جگاتا غرض قریب صبح
صادق مرغزار مین جا پہونچے ٹھرنے والے ٹھہر گئے بڑھنے والے بڑھگئے جنگل کی فضا

دیکھتے ہی غنچہ دل کھلا سبزیکی لطافت سے آنکھونکو اک لطف ملا کوسون تک
فرش زمردین نظر آیا دُرہاے شبنم کو دامن خضر پر لوٹتا پایا گل خودروسے صحرا کو
بھرا دیکھا جوش طراوت سے خشک کانٹون کو بھی ہرا دیکھا اشعار

تھا وہ میدان فرح بخش کہ باغ رضوان
اک طرف دشت فضا ایک طرف آب روان

کہین جھیلین کہین جھوپ کہین سبزہ کہین گل
بی تکلف تو بحال اور تکلف بالکل

قیس کی خون سی کانٹونکی زبانین گلگون
کوڑیالا تھا کہ ویرانی مین گنج قارون

خط گلزار کسی دیکھ کے جادی کی بہار
جھاڑیان وہ کہ ہو مہندیکی روش جنبہ نثار

شجر بید کہین سرو لب آب کہین
سایۂ نخل کہین پرتو مہتاب کہین

کسی جانب کو چنار اور کہین پھولا ہوا ڈھاک
طرفہ دلچسپ زمین جسپہ تصدق افلاک

ٹیلونپر مدار کی درخت اسطرح جیسے تورے کے خوانونپر گلدستے یا متوالونکی پگڑیونپر
طُرے تحریک ہوا سے یہ اشعار از قدرت خدا عجب ہے ادبدھی بڑھیونکی اوڑنی سی
گمان ہوتا تھا کہ جنون کو بلند حوصلگی کے ولولی ہین عیار چالاک وطرار بہ تبدیل
ہئیت آسمانکی خبر لینے چلی ہین تھوڑی تدھار اچودھار امُنھو سونکا نخل مراد اکسیر کی

بوٹی کا ہمزاد جھیلون مین مرغابیان پنڈبیان بطین قازین یان سرخاب
اس کثرت سے کہ پانی نہین نظر آتا ہی جب ہوا کی چلنی سی پانی ہلتا ہی اور موج
آتی ہی کنارہ چھپ جاتا ہی ڈبری آباد ترائی گلزار ساحل پر بگلی کلنگ کبوتر
صحرائی بیشمار گولی بھر کے ٹپی پر ہرن چرتی غزال چوکڑیان بھرتی کسی طرف
چیتل پاڑھے نیل گاؤ نظر آئے کچھ چرنی مین مشغول کچھ آدمیونکی آہٹ سی
چوکنی اور گردن اُٹھائے ادھر درختونپر مرغان سحر کی چہچہے اُدھر پہاڑ کی چوٹی پر
چکورونکی قہقہے گھوڑی میدان پاکر ہوا مین بھری اچپلی کرنی لگی برچھون طراری
بھر بھر کر اترنی لگی ہر شہسوار نی باگ کا پودھار وک کر را ہوار کی گردن پر ہاتھ مارا
بس بیٹا بس یہ کہکر چمکارا شاہزادۂ عالیقدر نی کہا صاحبو نماز ین پڑھ لو پھر سیر و
شکار مین مشغول ہو یہ سنتی ہی سوار اپنی اپنی گھوڑونسی اتری اور زمین پر زین پوش بچھائی
خدمتگار شاہزادی کا بھی مصلی لیکر آئے سب نی آب جاری سی وضو کیا اور
بکمال تفریح فریضۂ سحری بجالائی تسبیحین پڑھین سجدۂ آخر کیا سوار ہوئی اور گھوڑونکو
پو قدمی پر رکھ لیا ناگاہ ایک ہرن جسکا معشوق کا برن سنگوٹیان سیاہ جیسے منڈھی

مخملی کارچوبی جھول پڑی چوکڑی بھرتا ہوا سامنے کچھ دور پر نظر آیا شاہزادہ
دیکھتے ہی بے اختیار ہو گیا اور بیساختہ یہ کلمہ زبان پر لایا شاید یہ آہو کسی شوقین کا پالا ہوا ہے
غفلت مین چھوٹ کر یہان آگیا ہی خبردار نہ اسے کوئی تیر مارے نہ گولی لگائے
نہ کوئی شخص اسکے پاس جائے مین اپنے ہاتھ سے اسے گرفتار کرونگا اور جناب عالیہ
کو جا کر دونگا رفیق تو سب ناتجربہ کار تھے نہ اس اسرار کو خود سمجھے نہ سمجھایا شاہزادے
نے گھوڑے کو قدم قدم بڑھایا قریب جا کر چاہتا تھا حلقہ کمان کا گردن مین ڈالدے کہ
ہرن نے چوکڑی بھری ساتھ ہی اسنے بھی گھوڑا اڑایا مگر کیا ہوتا ہے یہ راہوار وہ پری
دو چار ہی جست مین رہنے سے باہر تھا غرض لگا کر لیچلا طرفۃ العین مین صید و
صیاد دونون آنکھونسے اوجھل ہو گئے رفیق گھبرا کر تعاقب مین دوڑے لیکن یہ وہ
اسرار نہ تھا جسکا پتا ملتا ہرچند خاک اڑائی مگر دونوں کی ہوا بھی نپائی وزیرزادہ قمرطلعت
اور عیار سبک سیر نے منہ نموڑا یعنی تلاش اور تجسس کے جادے کو نچھوڑا چرخ تفرقہ
انداز کا وار چل گیا یہ دونون اور طرف نکل گئے شاہزادہ اور طرف نکل گیا باقیماندہ
سب اپنی اپنی جگہ پر حیران تھے آخر سرگردان ہو کر جہانسے بڑھے تھے اسی مقام پر

پھر گئی تمام دن چشم بر راہ رہے کرب انتظار اور اضطرار سے انواع انواع طرح کے صدمے سہے نہ شاہد مقصود کی صورت نظر آئی نہ کسی طرف سے کچھ خبر آئی آفتاب مغرب مین پہونچا دنیا تیرہ و تار ہوئی جدائی کی رات بال کھولے نمودار ہوئی اشعار

وہ شب تھی کہ ناگن بلا تھی کہ شام	نتھا نور کا نام کو جسمین نام
وہ بیہڑ وہ جنگل وہ آفت کی رات	کہے تو کہ آئی قیامت کی رات
شرربار تھا اژدہای فلک	ستارونپہ تھا نیش عقرب کا شک
دیا باد صرصر نے سبکو فشار	زمین کی طرح ہلگئے کوہسار
ہوئی بجھ کے خاموش شمع و چراغ	گھٹے اہل ماتم پڑے دلمین داغ

کسی نے فریاد کی کسی نے گردش چرخ سے داد بیداد کی کوئی بولا کل بازپرس کا دن ہے اب عتاب سلطانی سے بچنا غیر ممکن ہے ہای حضرت شاہزادی کو پوچھینگے تو کیا جواب دینگے شرمندہ و خفت زدہ ہوکر آنکھین جھکا لینگے آہ آہ خورشید گوہرپوش کے مقدر مین تباہی تھی ہماری قسمت مین روسیاہی تھی وای تقدیر آسمان نے اچھی چال کی افسوس صد افسوس جان بھی گئی آبرو بھی گئی

بعضے بمقتضای محبت درختون سی سر ٹکراتی تھی یہ بیان کرتی تھی اور آنکھو نسے
خون دل بہاتے تھی ہای وہ آہو بڑا داغ دی گیا خدا جانی شاہزادی کو کدہر
لگا کر لیگیا ہی ہی ستم ہوا ہی ہی خوشی مین غم ہوا ہای کیسی بلا مین گرفتار ہو گئی
ہی ہی شکار کھیلنے کیا آئی خود شکار ہو گئی بس تمام رات یہی ماتم رہا ہر شخص
مبتلای رنج والم رہا صبح ہوتی روتی پیٹتے شہر کو چلی مگر اس ہیئت سی کہ گریبان دریدہ
سر کھولی چہرونپر خاک ملی جسطرح کسی پادشاہ کے جنازے کے ساتھ جلوسی
فوج ہوتی ہی اُس فوج کی یہ کیفیت تھی ہر ایک دم بخود تھا سکتے کا عالم تھا
تصویر کی صورت تھی سوارون کی منہ اُتری قربوس پر سر جھکی آنسو روان
نقیبون کو نالہ ورد زبان ڈنکی والے چوب سی انگشت بدندان نجیبونکی وردیان
سوگ کی نشانی بیسرو سامانی دلیل پریشانی نشان بردار دردمند شقہ نشانونکے
بند غرض خاک اُڑاتے ماتمی باجا بجاتی داخل دارالامارۃ ہوتے یہان پادشاہ
کو از روی پرچہ معلوم ہو چکا تھا عجب طرح کا حشر ہو رہا تھا کیا شہری کیا بازاری
جسے دیکھیے مصروف اشکباری نوحہ و شیون ہر طرف ہر گھر مین ماتم کی صف

صاحبات محل مین رقت کا جوش وخروش پادشاہ سکوت کی عالم مین خاموش دستور المعظم جیدار وتا تھا وہ اپنے بیٹے کی لیے جان کھوتا تھا سوار شتر سوار ہر کارے چارونطرف گئے ہوے تھے ایک ایک منتظر تھا کہ الٰہی کسی جانب سے تو کچھ خبر آئے آخر سب ٹاپ ٹاپ کر پھر آئے روتے گئے مصیبت کی خبر لائے بادشاہ کو جب ہر طرف سے یاس ہوئی سلطنت اور ملک داری ترک کی گوشہ گیر ہوا یعنی فقیر ہوا انتظام ملک وزیر و نپر محول رہا سچ ہی جب وارث تخت و تاج نہو پھر سلطنت کا کیا مزا یہان تو یہ صورت ہوئی اب سنیے کہ شاہزادی پر کیا گذری جاتی جاتی وہ آہو نظرون سے پوشیدہ ہو گیا اُسوقت اُسکی آنکھین کھلین اور ہوش ہوا کیا دیکھتا ہی کہ ایک جنگل سنسان ہی نہ بوی عمرانات نہ آبادی کا نشان ہی کوسون تک سناٹا ہی نہ کہین چرند ہی نہ پرند کا نام ہی ہر طرف سے سائین سائین کی آواز آرہی ہی عجب ہو کا مقام ہی گل بوٹی کا کیا ذکر خار وخس بھی نایاب سائی کی بدلی دھوپ ہی پانی کے عوض سراب ہی آفتاب بالای سر ہی ٹھیک دوپہر ہے دھوپ آفت کی گرمی قیامت کی لو چل رہی ہی زمین مثل چنبر رنگ بدل رہی ہی سنگریزی انگارے ہین

ذرے شرارے ہین آسمان صاعقہ بار اور ہوا آتشبار ہی یہ خاک اڑ رہی ہے کہ
زمانہ دھوان دھار ہی کٹہری بدن پر وبال ہین سلاح مثل آہن حدادلال ہین
جھونکا باد سموم کا آگ لگائی دیتا ہی زمین اسقدر گرم ہی کہ گھوڑا نعل در آتش ہی
ہر بار ٹاپ اُٹھا لیتا ہی شاہزادہ یہ عالم دیکھکر نہایت گھبرایا حواس اڑگئی کلیجہ
مُنہ کو آیا گرمی سی زہرہ آب آب ہوا شدت حرارت سی بتیاب ہوا پیاس کی ماری
زبانین کانٹی پڑ گئی رنگ متغیر ہوا تیور بگڑ گئی ہر بُنِ مو سی پسینہ جاری ہوا
غش طاری ہوا پانی کی جستجو مین گھوڑا اُٹھایا کبھی اُدھر گیا کبھی اِدھر آیا

رفتن شاہزادہ بگلشن جنت نظیر [illegible] دل پذیر [illegible]
[illegible]
[illegible]

زہے بزم دلچسپ پیر مغان
پرستان مین یہ تکلف کہان
یہ جلوے حقیقت مین ہین یادگار
یہ دلکش مرقع یہ نقش و نگار
لگا تین ہین آنکھین نظر باز سب
پری سی ہے کہ شیشے مین بنت العنب

پیالہ ہے یا چشم مخمور ہے
صراحی ہے یا گردن حور ہے

عجب حسن و صورت کی تاثیر ہے
خوشا لطف جو شے ہے تصویر ہے

مگر نقش ارژنگ ایجاد کے
مرقع ہین مانے و بہزاد کے

وہ ساقی کے غمزے وہ عشوے وہ ناز
وہ رندونکی چشمک وہ سازش وہ ساز

کسیکو نہین فکر نیکے بدی
زہی ہوشیاری زہے بیخودی

ہوا ہے جو حسرت کدے مین گذر
مجھے بھی یہ مشرب ہے مد نظر

تمنا ہے اس دور مین جام کی
کہ پروا نہو ننگ اور نام کی

بنون رند مشرب قدح نوش ہون
رہون ہوش مین یا کہ بیہوش ہون

ذرا چشم انصاف ساقی ادھر
کہ بیخود ہون یہ صورتین دیکھکر

نہ بت بن اب ای حسن کے سرغنا
خدا کے لیے اپنا بندہ بنا

مصوران صورتکدۂ انشا پردازی نقاشان نگارخانۂ سخن طرازی چہرہ پردازان شبیہ خوش مقالی رنگ برسوطرازان تصویر نازک خیالی صورتگران ارژنگ تقریر رنگ آمیزان مرقع تحریر رنگ وروغن افسانۂ نیرنگ نگار کو اس صورت سے

چہرۂ بیان پر لگاتے ہین ناگاہ چار دیواری ایک باغ کی نظر آئی دیکھتے ہی
جان مین جان آئی روح نے تسکین پائی پھولون کی مہک دماغ کو بسانے
لگی گرمی مین ٹھنڈی ٹھنڈی بہشت کی ہوا آنے لگی قریب جا کر اور لطف اُٹھایا
دروازیکو مانند دیدۂ مشتاق کے کھلا پایا گھوڑسے سے اُتر کر اُس بوستان جنت نشان مین
داخل ہوا اور نگاہ غور سے ہر طرف دیکھا سبحان اللہ عجب بہار تھی عجب رنگ
تھا باغ تھا یا نگارستان اژرنگ تھا پھول تھے نقش دلپذیر گل بوٹا تصویر بیل
پتری پرکار سے بنی ہوئی وہ سرخی کا خط وہ سبزی کی نازک تحریر دی ہوئی
چمن مرقع باغ وبہار نہال سایہ دار سرو شمشاد با قامت دلجو سر کھڑا اور دو بدو
گلاب کی ورقونکی شبیہین لاثانی سنبل موقلم بہزاد و مانی وہ سوسن کا رنگ
لاجوردی وہ لالے کی سرخی اور سیاہی وہ گیندیکی زردی چاندنی کا سفیدہ
تمام باغ پر حاوی گل بیضا کی ہر ورق پر تفسیر بیضاوی نیلوفر آئی سورج مکھی
آفتابی وہ کلغی کی بیرخی وہ نرگس کی چشم نیم باز وہ شبو کی لجائی صورت وہ
کیتکی کا انداز وہ گلو نگار رنگ بدلنا وہ باد صبا کا روغن قاز ملنا بیلی چنبیلی کی بھینی بھینی

خوشبو شاعرونکی نازک خیالی بڑھانی والی داربست کی تاک سیاہ قلم کی یاد
دلوانی والی وہ انگریزی پھولونکا نیا رنگ نرالا ڈھنگ کوئی شوخ رنگ
کوئی نیم رنگ طاؤس طناز بلبلین زمزمہ پرداز گلونکی عکس سے آبجو کی دونی
بہار ہر طرف پیرائیہ گلشن ہر سمت سرجوشی لالہ زار یہ معلوم ہوتا تھا کسی مصورنی
خدائی کا دم مارا ہی آئینۂ طلسم پر بہشت کا چربہ اُتارا ہی اور گرد باغ کی گنگا جمنی
چار دیواری جسمین جواہر کی مرصع کاری چارون کونون پر چار برج یشب
کافوری کی وہ بڑی ڈلک کہ جنپر نگاہ پھسل جائی انکی چٹک مٹک دیکھکر آفتاب آنکھ
چرائی وسط صحن مین الماس کی بارہ دری نور و تجلی سی بھری درو زمین کاشانی مخمل
کی زردوزی پردی پڑی عیاذاً باللہ سراپردۂ عرش سے بھی چار ہاتھ بڑے
وہ سلطانی بانات کا سائبان جسپر چرخ اطلس کا گمان چبوتری پر نگیرہ مغرق
بصد آب و تاب بجای خود آفتاب اور چوبین سونی کی شعاع آفتاب اُسمین جھالر
موتیون کی وہ نایاب جسی دیکھکر ابر نیسان آب آب سامنی ایک حوض پکھراج
کا چشمۂ خورشید کا جواب بلکہ چشمۂ خورشید کو بھی اُس سی حجاب وہ لعل یمانی کی

پٹریاں وہ یاقوت احمر کی لب گرداں وہ ٹھہرا ہوا پانی جسمیں لطافت آب
زندگانی صفائی کا یہ حال کہ منہ نظر آتے ہزار تہ کی بات ہو مگر کھل جاوے
وہ سطح آب تھا صانع نے اپنے کمال کا اظہار کیا تھا اُس حوض میں جو
پٹریاں جواہر کی پڑی تھیں تو آئینہ جواہر میں لگا دیا تھا فواری چھوٹ رہے تھے
دیکھنے والے مزے لوٹ رہے تھے ازبسکہ چار طرف جوش لالہ و ریحان تھا
حوض بھی وہ بہار دیکھکر اوصاف میں تر زبان تھا تحریک ہواسے جو نہالونکو
جھومتا پایا پانی بھی بیساختہ وجد میں آیا ہرچند شاہزادے نے جبسے آنکھ کھولی
تھی ہزارہا مکان شاہانے دیکھ چکا تھا مگر اس عمارت لاجواب کو دیکھکر بھچک رہگیا
عقل دنگ ہوگئی بھوک پیاس جاتی رہی ناگاہ برج مغرب سے ایک صدا آے
جانفزا آئی جسکے سننے سے روح بے چین ہوگئی کان لگاکر جو سنا تو معلوم ہوا کوئی
شخص ملحن داؤدی قرآن پڑھ رہا ہے آواز کیا ہے اعجاز ہے قرآت کیا ہے قدرت
خدا ہے عجب وقت ہے عجب ہوا ہے تمام باغ گونج رہا ہے بے اختیار دل اس
صاحبدل کا اُس آواز پر کھنچا بتیابانہ زینے کی راہ سے برج پر پہونچا دیکھا

کہ ایک پیر مرد روشن دل باروی نورانی بساط سلیمانی پر بیٹھا بمصداق
افضل قرأت القرآن نظراً تلاوت مین مشغول ہی توجہ خاطر شاہد رجوع قلب
قرأت وفصاحت گواہ حسن قبول ہای ہر آیہ پر وقف تہلیل ہی ہر منزل پر تجدید
کا دم بھر رہا ہی قرآن کیا پڑھتا ہی گویا خدا سی باتین کر رہا ہی صورت سی رعب
و جلال پیدا ہی چشم و ابرو سی عظمت و شوکت ہویدا ہی سامنی مصحف کی دان
بالای سر ایک خادم مہذب مگس ران شاہزادہ وہ لب و لہجہ دیکھکر متحیر ہوا بعالم
محویت جہان پہونچا تھا وہین رہگیا پیر مرد نی جب تلاوت سی فرصت پائی اسکی
طرف آنکھ اٹھائی اسنی تسلیم کی اسنی دعا دی کہا آئیے تشریف لائیے میزبان
نی مہمان کو اپنے پاس بلایا اور بکمال تکریم پیش آیا ازراہ کشف سرگذشت
کے تہ دیدی اسرار نادیدہ بیان کیے نہایت تشفی کی بہت سی تسلی دی
اس تقویت سی شاہزادی کی خاطر پریشان جمع ہوئی تعریف و توصیف
مین اس بزرگ کے زبان کھولی شاہ صاحب نی خادم سی اشارہ کیا اس
رمز شناس نی طعام بہشت لاکر دستر خوان پر چن دیا درویش حقیقت کیش نی

کہا بابا فقیر محتاج شکستہ خاطر ہی تکلف بر طرف ما حضر حاضر ہی شاہزادی نی گردن جھکا لی اور وہ نعمت غیر مترقبہ نوش کی غرض کھانا کھایا پانی پیا اور شکر خداوند عالم کیا پیر مرد نی کہا اگر کسل راہ سی طبیعت ست ہو تو آرام فرمایئے نہین جا کر گلگشت باغ کیجیے دل بہلایئے جس جگہ کی چاہیے سیر کیجیے اختیار ہی لیکن ایک مقام پر کچھ اسرار ہی یعنی بارہ دری کا پردہ نہ اُٹھایئے گا وہان تشریف نہ لیجایئے گا شاہزادہ تو مشتاق سیر تھا اُس ارشاد کو تسلیم کیا اور برج کی نیچے آترا اشعار

دوبارا جو کی بوستان پر نظر ہوا اور ہی کچھ سمان جلوہ گر
تمازت مین گلگشت گلشن بخیر مثل ہی کہ ہی دن ڈھلے لطف سیر
وہ سرخی شفق کی گلون کی بہار فلک لالہ گون اور زمین لالہ زار
وہ سبزہ فدا جسپہ بالِ ہما خوش آیند گل آب جو خوش نما
کہین بلبلو نکے ترانون کی دھوم کہین طائران چمن کا ہجوم
نہ سردی نہ گرمی نہ سایہ نہ دھوپ درختون پہ جوبن نہالو نپہ روپ
وہ چلنا ہوا کا زیادہ نہ کم چٹکنا شگوفون کا وہ دمبدم

کہین مائل رقص طاؤس مست	کسی جا گل و لالہ ساغر بدست
وہ سامان تھا یادگار بہشت	حضور نظر تھی بہار بہشت
اور اک سمت بارہ دری کی وہ شان	پرستان کا ہوتا تھا جسپر گمان
حقیقت تو یہ ہے وہ بارہ دری	اکھاڑے کی اندر کی تصویر تھی

المختصر دن سیر اور تماشے مین تمام ہوا وقت شام ہوا ساری باغین خودبخود روشنی ہو گئی گل چاندنی کے ہر طرف چاندنی ہو گئی مہندی کی ٹٹیان روشنی کی ٹٹیان بنگئین پھولون نی ستارون پر چشمکین کین شاہزادہ نے دل مین کہا یہ طرفہ عجائبات ہے اللہ اللہ کیا دن تھا کیا رات ہی سبزہ سورج کی کرن ہی ہر شجر شجرۂ وادی ایمن خوشہ انگور کی عقد پروین سرو شمشاد فانوس زمردین کانٹے ہلال شگوفے ماہ باکمال پتیان جگنو کی طرح چمکتی ہین بجلی کوندتی ہی یا ڈالیان لچکتی ہین نہر کے گرد عجب تجلی کا سمان ہی آئینہ مین باغ کھلا ہی پانی مین چراغان ہے حباب قمقمے موجین شمع طور زمین سے آسمان تک نور علی نور شام پر صبح کا گمان ہی شب برات کی آرایش نوروز کا

سامان ہی طائر آشیانون سی باہر نکلے آتے ہین مرغ سحر چہچہاتے ہین
خورشید گوہر پوش یہ سیر دیکھتا قریب بارہ دری پہونچا وہان سب سے زیادہ
تکلف تھا ہر چند پردی پڑی تھی مگر مضمون در پردہ سامنی ہاتھ باندھی کھڑی تھی
وہ پردے آنکھونکی پردی تھے یا دیدۂ اہل بصیرت یا آئینہ تصویر کہ حجاب اُنکا
حاجب نگاہ نتھا بس سوا حکم شاہ صاحب کی اور کوئی سد راہ نتھا نمایش کا
عجب قرینہ تھا تمام حال آئینہ تھا بارہ دری دُلھن تھی وہ حجاب گھونگھٹ تھا
دیکھنی والونکا دل اُلٹ پلٹ تھا یا نقاب یوسفی سی نور طلعت نمود ار تھا یا مراقبہ
ارباب کشف سی جلوۂ اسرار تھا وہ شیشہ آلات کا نور وہ تجلیونکا ظہور وہ روشنی
سہانی وہ آرایش شہانی سب طرہ یہ کہ پریونکا مجمع سجیلی صورتونکا مرقع شاہزادہ
یہ کیفیت دیکھکر بیخود ہو گیا مطلق شاہ صاحب کی ممانعت کا خیال نرہا تکلف
حجاب اُٹھا دیا بالمشافہہ جا کر اُن صورتونکا نظارہ کیا کیا دیکھتا ہی کہ حسینین
نازنینین جھرمٹ کیے کھڑی ہین اللہ رے حسن کہ نگاہین قدسیونکی لڑی ہین
مگر ایک عالم حیرت ہی ہر شخص تصویر کی صورت ہی نہ کوئی اپنی جگہہ سی سرکتی ہی

نہ کسی کی پلک جھپکتی ہی بیچمین ایک نوجوان ساری مرقع کی جان عجب شان دکھارہی ہی غیر کا ذکر کیا ذکر ہی مجنون کو دیوانہ بنارہی ہی حسن اُس لعبت دلفریب کا سب پر بالا ہی وہ چاند ہی اور دور سُہیلو نکا ہالہ ہی وہ بھولا بھولا مکھڑا وہ پیاری پیاری صورت وہ آئینہ رخساری زنگ وہی کدورت سادگی مین لاکھ طرح کی بناؤ خودداری مین ہزار طرح کا برتاؤ خاموشی مین گویائی کا انداز لب ہائے اعجاز آنکھین سحر ساز خندہ زیرلب سے تبسم پیدا سکوت سے تکلم ہویدا وہ گدرایا بدن وہ اُبھرا ہوا جوبن حور کی صورت پریکا پیرایہ تبونکی طرح حسن خدادادھسے مین آیا سر سے پاؤن تک سب عضو سانچے مین ڈھلے قیامت کی کیا مجال کہ اُس قامت سے بڑھ چلے شاہزادہ یہ عجائبات دیکھکر حیران ہوا نہایت پریشان ہوا کہا الٰہی یہ کیا ایجاد ہی یہ بت ہین یا پریزادہین یہ قالب عجب قالب ہین خدا جانے مطلوب ہین یا طالب ظاہر مین چپ باطن مین گویا مجاز کی پتلیان حقیقت کی جویا یہ سب سرمست بادۂ سرجوش ہین سخت حیرت ہی کس وجہ سے خاموش ہین اسمین کچھ نکچھ اسرار ہی شاید انھین کسی کا انتظار ہی دیکھون کون آتا ہے

مقدر اب اور کیا دکھاتا ہی غرض دیر تک سکوت کی عالم مین کھڑا رہا
ورطۂ حیرت مین پڑا رہا لیکن باوجود این انتظار بجد صدای برنخواست و ندای
برنآمد بالآخر دلکو ٹھہرایا اور قدم جرأت بڑھایا قریب جا کر بے اختیار اُس صدر
محفل کی مُنہ پر مُنہ رکھدیا اور غور سے ملاحظہ کیا اب دیکھا تو معلوم ہوا کہ نہ پریزاد ہی
نہ بنی آدم ہی صنم کدۂ آصفی کا ایک رعنا صنم ہی مگر دل سے آواز آئی کہ یہ نقل
دراصل وجیہ ہی بے شبہ یہ کسی کی شبیہ ہی اور سب اسی جلسے کی نظیرین ہین
یہ اسکی ہم جلیسونکی تصویرین ہین واللہ علم یہ اس باغ کی مالک و مختار ہی
قاف کی تاجدار ہی مگر تنہائی مین کس سے استفسار کرتا کون تھا کہ اس راز
نہفتہ کا اظہار کرتا اسی وارفتگی کی عالم مین اُس صورت نا آشنا اور معنی آشنا
کیطرف متوجہ ہوا گردن مین ہاتھ ڈالکر لب پر لب اور سینے پر سینہ رکھکر کہا
ایجان جان ای غارت گر دین و ایمان ای تاب و توانِ عاشق رنجور ای صبر و
قرار دل ناصبور کچھ اپنا حال کہہ قریب ہی کہ دم میرا گھٹ کر نکل جائی خدا کیلیے
چپ نرہ للہ دل سے دل ملا زبان سے زبان لڑا آنکھ سے آنکھ چار کر ارے ظالم

جسطرح مین تجھی پیار کر رہا ہون تو مجھی بھی پیار کر کبھی اُسی حالت مین مُنہ پر مُنہ رکھکر پکارتا تھا کبھی اُن سخت سخت چھاتیون پر ہاتھ پھیر کر اپنی سینے پر ہاتھ مارتا تھا غرض دل ہی دل مین بوس و کنار کی مزی اُٹھاتا تھا بی نشہ شراب جوش مستی سی بیچین ہوا جاتا تھا کبھی دم سرد بھرتا تھا کبھی یہ شعر پڑھکر منتین کرتا تھا

چپ ہو کیون کچھ مُنہ سی فرماؤ خدا کیواسطے	آدمی سی بت نہ بنجاؤ خدا کیواسطے
پاس رسوائی کا دونون جا بنونسی شرط ہی	مین تمھین تم مجھکو سمجھاؤ خدا کیواسطے

مگر وہ سنگدل کب زبان کھولتی تھی سب کچھ سنتی تھی مگر مُنہ سے بنولتی تھی صورت سی لگاوٹ کا اظہار تھا ہر بات پر اس شعر کا اشعار تھا بیت

بفکرم ہیچ مضمون بہ ز لب بستن نمی آید	خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

الحاصل جب کسی طرح اُس راز نہفتہ کا سراغ نپایا کف افسوس ملتا پردیسی باہر آیا دلمین تجویز کی کہ یہ اسرار شاہ صاحب بیان کرینگے اس مشکل کو وہی آسان کرینگی یہ سوچ کر پھر برج پر گیا اور حضور پیر مرد سر جھکا کر بیٹھا شاہ صاحب نی کہا کیون کیا حال ہی کیا فکر ہی کیا خیال ہی کہیں گلگشت کا لطف اُٹھایا

اب کونسا گُل کھلایا غمگینو نکی صورت نہ بنایئے ذرا گردن اُٹھایئے فقیر سب
جانتا ہے بندہ یہ تیور پہچانتا ہے واہ ری بچپن اللہ ری ناتجربہ کاری نہی بیخودی
خوشا بی اختیاری تمہی ہان باپ کی نصیحت نمانی شکار کی دھن مین جنگلونکی
خاک چھانی یہان فقیر کا کہنا خاطر مین نہ لائی سیر کو گئے جانسے سیر ہو کر آئے اپنے
سن رسیدہ کی بات مانتے ہین بابا بزرگونکی قول کو آیت و حدیث جانتے ہین
مین نے اول ہی باصرار کہدیا تھا کہ بارہ دری مین کچھ اسرار ہے اب دل گرفتہ
ہونا بیکار ہے اور مزا یہ ہے ایک تو کہنا نمانا دوسری یہ کہ اُس تصویر کو کسی کی
شبیہ جاننا اب صورت فرضی کا اشتیاق ہے بوجہ صدمۂ فراق ہے صاحبزادے
خدا خدا کرو خبط کی دوا کرو معاذ اللہ بتو نپر عاشق ہونا اور بحالت کفر جان
کھونا شاہزادے نے آبدیدہ ہو کر کہا حضور اگر اسکا پتا پاؤنگا تو یقین جانیے ابھی
تڑپ کر مر جاؤنگا آپکو قسم ہے اپنی ملت و مذہب کی سچ بتایئے یہ کس کی تصویر
ہے اب مجھ خانمان خراب کی جان بچنے کی یہی تدبیر ہے پیر مرد نے کہا استغفر اللہ
جسکا اندیشہ تھا آخر وہی ہوا کہا سنیے ملک مغرب مین ایک شہر یاقوت نگار ہے وہانکا

یاقوت شاہ نامی ایک شہر یار ہی وہ جو پادشاہ ہی یہ اُسکی نور نگاہ ہے
اُسکے حسن کی پرستا نین چرچے رہتی ہین اسے ملکہ مہ جبین یاقوت پوش
کہتے ہین شاہزادہ بولا مین پہلے ہی سمجھا تھا شکر ہی منّلتہ میرا باطل نہوا خیر شعر

سر نمی پیچم ز شمشیر حبیب		ہر چہ آید بر سر من یا نصیب

پیر مردی کہا وہ محل وہ ہی جہان ہوا کا گذر نہین وہان آفتاب و ماہتاب
کو تاب نظر نہین انسان کو چاہیی اپنی حد سی نگذری دعوی بیجا نکری ادعای
امر خلاف قیاس و ناممکن مین نادانی ہی انجام کار ندامت و پشیمانی ہی
قطع نظر اسکی جیسی نادان اپنی زعم مین عشق سمجھی ہین وہ سودای خام ہی یہ کام
ہمیشہ ناتمام ہی یہ سودا بی سود یہ نمود بی بود ہی یہ دشمن نام و ننگ ہی یہ ہزار رنگ
نیرنگ ہی یہ تیر دل دوز ہی یہ شعلۂ جانسوز ہی اس سی آبرو پر حرف آتا ہی
اس سی نام و ضع مٹ جاتا ہی یہ بہانۂ مرگ مفاجات ہی یہ پیمانۂ بزم خرابات ہی
یہ بدنامی اور رسوائی کی دلیل ہی بوالہوس ہمیشہ ذلیل اسنی فرشتون کو کنوین
جھکائی اسنی زاہدونکو کفر کی رستے بتائی اسنی عاقلونکو دیوانہ بنایا اسنی نگانونکو

بیگانہ بنایا مجنون کو بیابان مرگ کیا فرہاد کو حکم کوہکنی دیا یہ صورت مین
شہد سیرت مین زہر ہی یہ بندونکے حقین خدا کا قہر ہے ہان جنکے دلمین
حقیقت کی محبت بسی ہی اُن لوگون نے عشق پر کمر کسی ہی وہ عشق عشق
مولے ہی یہ طریقہ البتہ افضل و اولے ہی بتون کی الفت مین ایمان کا زوال
عزت کا نقصان ہی اللہ کی محبت مین دین کا استحکام آبرو اور شان ہی
عشق مین تین حرف ہین اور ہر حرف شعر حقیقت عین سے عبادت شین سے
شغل قاف سے قناعت جسکی اس رمز پر نگاہ ہی وہی حقیقت آگاہ ہی عالم اسباب
مین سب فنا کا اسباب ہی اِسکا آرزومند برباد و خراب ہی مآل اندیشی ضرور ہی

جہالت فہم و فراست سے دور ہی شعر	دنیا پہ خاک طالب دنیا پہ خاک ہی
عشق خدا کرو کہ وہ بہتر ہی پاک ہی	نہ کہ یہ عشق جو دنیا دارونپر آفت لاتا ہے

تا تجربہ کارون کو مصیبت مین پھنساتا ہی اسے خبط کہتے ہین حق دوست اس سے
دور رہتے ہین دنیا وہ پیرزال شوہر کش ہی جسنے ہزارون کی جان لی اسکے
ہاتھ سے کسی نے راحت ملی یہ عجب بیسوا ہی غضب بیوفا ہی ہر روز نیا آشنا

کرتی ہے ایک کو چھوڑتی ہے دوسرے پر مرتی ہے بکاری کی فکر مین مستی کی جہل مین آج اسکی گود مین کل اُسکی بغل مین اُسکے عاشق دربدر کی ٹھوکرین کھاتے ہین ہزارون طرحکی ذلتین اٹھاتے ہین عورتین شوخ چشم معشوق مزاج اسی کی ہمفن ہین انکے بھی یہی طریقے ہین یہی چلن ہین عیاری انکی سرشت ہے مکاری انکی سرنوشت ہے انکے مکر کا ذکر قرآن مین آیا ہے

اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ خدا نے فرمایا ہے

شوخیان حسن کے پردے مین دکھاتی ہین یہ
لوٹتی ہین اُسے خواہان جسے پاتی ہین یہ

دام مین کاکل خمدار کے لاتی ہین یہ
رات دن چاہنے والے کو ستاتی ہین یہ

خاتمہ اپنے ہے دنیا مین جفاکاری کا
خوب آتا ہے طریقہ انھین عیاری کا

پہلے عاشق کو لبھاتی ہین یہ بنکر نادان
انکی الفت پہ محبت پہ نہ بھولے انسان

پھر وہ کرتی ہین وہ تیرے کہ نہین جنکا گمان
کسکو پھل اسنسے ملا کس کی بر آئے ارمان

غنچۂ خاطر افسردہ نہ کھلتے دیکھے

سیکڑون صاحبدل خاک مین ملتے دیکھے

لیلی نے مجنون سے کیا وفا کی یہ دیوانہ ہو گیا اُسے وحشت بھی نہوئی فرہاد نے
پتھر سے سر پھوڑا شیرین نے خسرو کو نچھوڑا ایسے بیوفاؤنسے حذر واجب ہی اس
ارادے سے درگذر واجب ہی یہ راہین پرفریب و پیچ ہین دینا کے عاشق بھی
ہیچ ہین معشوق بھی ہیچ ہین ایک تو معشوقونکی بیوفائیان باعث رنج و
ملال ہین دوسری یہ کہ خود مور د زوال ہین بزم افروزی شمع رات کی رات
ہی صبح ہوئی اندھیر ہی ادھر وہ بجھی ہوئی پڑی ہی اُدھر پروانون کی خاک کا
ڈھیر ہی بلبل جی بھر کے دیکھنے نہین پاتی ہی کہ بہار گلون کی خزان ہو جاتی
ہی غرض نقش و نگار ہستی بے بقا نقش بر آب ہین یہ ذرے سب بے نمود ہین
یہ تارے حباب ہین انھین بوالہوسون مین بہت سے ایسے عاشق ہین کہ اُنھین
معشوق تک رسائی دشوار ہی نہ مرنے پر قابو نہ جینے پر اختیار ہی چکور چاند کی
عشق مین انگارے کھاتا ہی اور حسرت سے آسمان کی طرف دیکھکر رہجاتا ہی طاؤس
ابر کی ہوا خواہی مین بیقرار اور ابر ہوا کے گھوڑے پر سوار المختصر بعضے حسرت وصال مین

زار و رنجور بعضے باوجود نزدیکی دور ای نوجوان مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہی
فقیر دوستانہ سمجھاتا ہی اس نقش باطل کو صفحۂ خاطر سے دھو ڈال اس حسرت
بیجا کو دلسے نکال ای مدہوش و بیہوش کہان تو کہان ملکہ مہ جبین یاقوت پوش
نواح پرستانمین بنی آدم کا جانا معلوم اور بالفرض اگر پہونچا بھی تو گوہر مراد کا ہاتھ
آنا معلوم اس راہ مین سیکڑون منزلین جانگزا ہین ہزارون مرحلے روح فرسا ہین
کہین دن ہی کہین رات ہی کہین عالم نیرنگ ہی کہین طلسمات ہی مٹھ بٹھائی
خاک چھاننا مشکل کو سہل جاننا کونسی دانائی ہی تصویر دیکھکر دیوانی ہوئی اپنے سے
بیگانی ہوئی یہ کیا دلمین آیا ہی کیا سمائی ہی شاہزادہ نے کہا حضور کا ارشاد بجا ہی
میرے فہم کی خطا ہی مگر آپ انصاف فرمائین بشر باوجود اختیار مجبور ہی میرا قصور
نہین بشریت کا قصور ہی گستاخی معاف جس دلپر عشق کی تاثیر نہین وہ پتھر ہی
انسان بیمذاق جانور سے بتر ہی نبی و ولی قطب امام اس سے خالی نہین
یہ اسرار یہ راز کسیسے خالی نہین مگر بہ الاتمیاز گونہ امتیاز ہے فقط فرق حقیقت
و مجاز ہی لیکن مجاز حقیقت کا زینہ ہی یہ خاک ہی وہ نگینہ ہی اول لفظ ہے

آخر معانی پہلے حرف شناسی پھر نکتہ دانی علاوہ اسکے دنیا آئینہ تمثال ہی سب صورتون مین اُسی کا خیال ہی دلکو محویت آنکھونکو حیرت ہی کثرت مین وحدت اور وحدت مین کثرت سے ہے بقول ذکی

پروانی کو وہین شمع کو لو تیری ہی	عالم مین ہر اک کو تک و دو تیری ہی
مصباح و نجوم و آفتاب و مہتاب	جس نور کو دیکھتا ہون ضو تیری ہی

اور اگر کوئی یہ کہی کہ عاشق تن ہو کر عورتون کی دام فریب مین نہ آئی اور صورتسے دل لگائی یہ کچھ کلیہ نہین کہ سب عورتین خلقت و سرشت مین ایک ہین جناب من جو بد ہین وہ بد ہین جو نیک ہین وہ نیک ہین جہان انکی مکر کی مذمت کی ہی وہان عصمت و پاکدامنی کی بھی تعریف کی ہی سورۂ یوسف مین وہ خبر دی ہی سورۂ مریم مین یہ خبر دی ہی خداوند عالم نے حضرت حوا کو پہلوی آدم سے پیدا کیا اور حکم تزویج دیا دنیا مین پریان بہشت مین حورین گھورنے والی یہان بھی گھورین وہان بھی گھورین ناحق کا جھگڑا ناحق کا قصہ ہے ہمارا یہ حصہ آپکا وہ حصہ ہی الحاصل طول کلام بیجا ہی مجھے حضور سے مناظرہ کرنا

نازیبا ہی مختصر یہ ہی کہ گنہگار بشیتر عشق مجاز سے دلکو گداز کرتا ہی دیکھون اس محلی
مین قدم ٹھہرتا ہی یا نہین ٹھہرتا ہی پہلے یہ کڑیان جھیلونگا سختیان اُٹھاونگا
بعد ازین انشاءاللہ بزرگونکی فیض صحبت سی جادۂ حقیقت پر آجاونگا دیکھیی تو پردۂ
غیب سی بفضل اللہ کیا ظہور مین آتا ہی بشر پر جیسی پڑتی ہی ویسی جھیل جاتا ہی بیت

بہر کاری کہ ہمت بستہ گردد	اگر خاری بود گلدستہ گردد

پیر مردنی کہا ماشاءاللہ کیون نہو ہان مہربان موید من اللہ ہو جو جی چاہی کہو مین
آپکی فصاحت و بلاغت کا قائل ہوا اسر مطلب اور اصل مدعا حاصل ہوا جو صورت
آج نظر آئی ہی مین نی اُسکی اپنی مرشد سی خبر پائی ہی یہ گفت و شنود برای امتحان ہی
بلکہ بمزید ایقان الحمدللہ چشم مشتاق پر نور ہوئی کلفت انتظار دور ہوئی آپ حقیقت
آشنا ہین آپ طلسم کشا ہین رہائی چند بندونکی آپکی توجہ پر موقوف ہی یہ وجہ ہی کہ
طبیعت حق طویت اُس طرف مصروف ہی اُسکی قدرت کی عجب کارخانی ہین
کاربراری کی ہزارون بہانی ہین اس پردی مین تعلق خاطر کی ضرورت تھی سبحان اللہ
حل مہمات کی یہ صورت تھی ای شہزادۂ عالی حشمت سلیمانی مبارک دعوی

صاجقرانی مبارک مگر ذرا فقیر کی مرشد کا مزار بھی دیکھ لیجیے اول خاکسار و سنگے
ڈھیر پر قدم رنجہ کیجیے وہ اللہ والا بھی نہایت آپکا مشتاق تھا ازبس شوق تھا
از حد اشتیاق تھا اگر آج وہ بزرگ زندہ ہوتا تو کسقدر خوش ہوتا افسوس حسرت
دید و دیدار دل مین لی گیا ہنگام رحلت جہان اور سب اسرار تعلیم کیے آپکی بھی
سپتے دیے اگر وہ اولوالعزم آ نکلے تو ہماری طرف سے بھی یاد اللہ کہنا اور جب تک
وہ صاحب کرم کریں بدل سرگرم مدارات رہنا شاہزادے نے کہا مین
انکھون سے اُس بزرگ کی زیارت کو چلون گا مین اُس ولی اللہ سے فیض روحانی
لون گا پیر مرد بولا زمانہ اُس اہل اللہ کی فاتحہ خوانی کا جسے عرف عوام مین
عرس کہتے ہین بہت قریب ہی یہ جلسہ قابل دید ہی یہ لطف بھی عجیب و غریب ہے
اگر ایک ہفتہ توقف کیا جای تو وہ زمانہ بھی آجای شاہزادی نے بدل اقرار کیا
اور اپنے بھی ذوق شوق کا اظہار کیا شاہ صاحب نے کہا بسم اللہ اب آپ برج
شمالی مین مقام کرین وہان جاکر استراحت فرمائین آرام کرین آپکا تشریف رکھنا
باعث شگفتگی خاطر تھا فقیر کے ذکر و شغل مین فرق آئیگا ورنہ یہ مکان حاضر تھا

خورشید گوہر پوش نی کہا مجھے آپکی تکلیف منظور نہین وہ برج بھی تو کچھ دور نہین
قبلۂ بندہ توجہ خاطر نزدیکی و دوری پر نہین موقوف ہی جو اسکا پابند ہی وہ نہایت
بیوقوف ہی امیر ہو یا غریب ہو دل سی قریب ہو پیر مرد بولا یوہین ہے اسمین کچھ
شبہہ نہین ہی یہ کہکر خادم سی ایما کیا وہ صاحب تہذیب شاہزادی کو برج شمالی
مین لیگیا وہ برج کیا تھا گویا خورشید منزل تھا یا عارفونکا خانۂ دل صفائی مین
لاجواب تجلی مین آفتاب ظاہر مین مختصر باطن وسیع پر تکلف پر فضا ہوا دار رفیع
کل چیزین ضرورت کی مہیا حریر و دیبا کی پردی لطیف سندس و استبرق کا فرش
زیبا تصویر و نسی مرقع شیشۂ آلات سی آئینہ مسہریان چھپر کھٹ دنگل کرسیان قرینہ
بقرینہ مکاندار خدمت گار منتظر احکام شاہانہ احتشام امیرانہ اہتمام شاہزادیٔ حسن
انتظام دیکھکر نہایت مسرور ہوا صدمۂ غربت اور غبار کلفت ہر ایک کی دلسی
دور ہوا ابھی آئی ہوسے دیر نہوئی تھی کہ وہی خادم سات خوان توری کی لایا
اور خدمتگارون نی بھی لطف خدمت گذاری دکھایا کوئی سلفچی لایا کوئی
آفتابہ لایا کسی نی ہاتھ دھلوایا کسی سنے دسترخوان بچھایا آبدار صراحی جھرنا

تھالی جوڑ لیکر سامنے استادہ ہوے غرض سب اپنے اپنے کام پر مستعد اور آمادہ ہوئے شاہزادہ ذی نعمت خانے مین بیٹھکر خاصہ نوش فرمایا بعد فراغ گلوریان سونے چاندی کے ورقونکی آئین حسن محفل آیا مگر تعلق خاطر نے دن کو تڑپایا اور راتون کو جگایا آخر بہزار مصیبت ہفتہ گذرا اور عرس کا دن آیا فقط

رفتن شاہزادۂ والا تبار حسب ہدایت درویش دیندار برای مشاہدہ عرس مرشد فقیر روشن ضمیر و لذت یافتن ازان ہنگامۂ دلپذیر

پلا جام ای پیر مغ خم کی خیر
فقیرونکا میلہ ہے رندون کی سیر

بہار آئی بدلی ہوا رُت پھرے
یہ ہی دَور یا نقش گردآوری

مزے بس ہین اب حال اور قال کے
ملا ہی یہ دن بعد اک سال کے

زہی عرس ہی میکشون کا ہجوم
ترے دم سے ہی بس یہ جلسہ یہ دھوم

کوئی رند ہے دست بوسِ سبو
کوئی جام سے لب بلب دو بدو

کسیکے صراحی کی گردن مین ہاتھ
کوئی ساقی مست کے ساتھ ساتھ

صدا عشق مولی کی ہے چارسو
کہین شور قلقل کہین ہاے ہو

نئے رنگ ہین ہر قدح خوار ہے
عجب سیر ہے طرفہ اسرار ہے

ذرا دیکھ آزاد وصفون کی سج
فقیرونکی باتین ہین ستون کی دہج

یہ وہ راہ ہی جسمین ہی بھول چوک
رہی سب سی جاری طریقِ سلوک

ڈھونڈھے کہ ہے مجمع اہلِ درد
یہ دعوت تو ہے فرض ای پیر مرد

قوالان مجلس عرس معجز بیانی غزل سرایان صوفی خانۂ رموز دانی مجذوبان گمنپیچ وتاب فکر سخن سرائی سالکان راہ باریک نازک ادائی مستان بادۂ معرفت اسرار مدہوشان شراب حقیقت اسمار ہوحق سرانیدگان حلقۂ تحریر یاہو گویندگان سلسلۂ تقریر سامعان غنای بلاغت مستمعان سرود فصاحت مریدان خانقاہ فقرہ پردازی مرشدان عبادت گاہ مضمون طرازی نغمۂ توحید اس داستان کرامت نشان کو بزم مشتاقان بیان مین اسطرح اداکرتے ہین خورشید گوہر پوش ہر روز بعد نماز صبح شاہ صاحب کی سلام کو جاتا تھا اور کچھ دیر بیٹھکر پھر آتا تھا بعد ایک ہفتے کی جو شاہزادہ سلام کو آیا شاہ صاحب نے فرمایا بابا فقیر نے جس روز کو کہا تھا وہ یہ روز ہی ہمسے مینواؤنکو یہ روز نوروز ہی آج مرشد کا

دیسہ ہی اور فاتحہ خیر سے ہے فقیرون کا میلہ ہی امیرونکی سیر سے ہے بارہ دریکی
پشت پر اصطبل ہی وہان تکلیف فرمایئے جو گھوڑا پسند آئی اُسپر سوار ہو جایئے
زندگی را عشق خدا نے یہ دن دکھایا آپ تشریف لی چلیے فقیر بھی آیا شاہزادے
نی کہا مین تو اِس دنکا منتظر تھا بہت خوب بہت مبارک بہت اچھا یہ کہکر اُٹھا
اور اصطبل مین گیا ایک اسپ خوش خرام پسند آیا سئیس فوراً کس کسا کر ساز
ویراق لگا کر تھان سے باہر لایا شاہزادہ سوار ہوا ہر ایک اہل دل وہ حشمت
بیہمہ اور باہمہ دیکھکر ہزار جان سے نثار ہوا۔ خرامان خرامان سواری چلی

کہے تو کہ بادِ بہاری چلی	وہ گلگون وہ موسم چمن زار کا
وہ جلوہ مہ و مہر و سیار کا	وہ رہوار جم جم کے سے بننے لگے
کہ طاؤس طنّاز تننے لگے	اوڑائی صبا نے گلون کی شمیم
لگی لوٹنے ہر قدم پر نسیم	نظر پر وہ دلکش ادائین چڑہین
وہ توسن بڑھی یا امیدین بڑہین	اللہ اللہ وہ جریدہ سواری تھی

یا قدرت باری تھی چار طرف قدسیونکی نگاہون کا ہجوم تھا دلون سی غبار

اور روی زمین سے نقش قدم معدوم تھا تعیناتی خدمتگار خوش قطع
خوش وضع طرحدار آگے آگے روان گلے مین محمودیکی چنی ہوئی چپکن سر پر
گھیرےدار گل انار پگڑیان وہ جالی لوٹ کے رومال جنپر دل لوٹ پوٹ
وہ کپاسی پیازی رنگ وہ اودے اودے گرنٹ کی گوٹ اُنسے کمر کسی ہوئی
اور ڈیڑھ گرہ دی ہوئی جسنے یہ سواریکی شان دیکھی دیکھتا رہگیا ہر شخص کو
حیرت ہوئی ہر شخص کو سکتا ہوا ایک دوسرے سے پوچھتا تھا کیون بھائی یوسف
کا بھی ایسا ہی جمال تھا حضرت سلیمان کا بھی اسیطرح کا جاہ وجلال تھا
اللہ اکبر ایسے بھی بندۂ خدا ہین یہ طرز اور یہ انداز سب سے جدا ہین پس رفتہ رفتہ
قبۂ درگاہ نمودار ہوا فضائے صحن بہشت آشکار ہوا جدھر آنکھ اُٹھائی قدرت خدا نظر آئی
وہ بازارین آئینہ بند وہ دلچسپ راہین وہ کوسون تک پہنچی سراچہ بارگاہین
دنیا دنیا عالم عالم ہجوم خاص وعام میدنی کی کثرت تماشائیون کا ازدحام
ہر قسم کی دکان ہر طرحکا سامان کہین سوداگر نامی وگرامی ونامدار ایک ایک سر آمد
روزگار ایک ایک ملک التجار کہین نجد کے گھوڑونکی وہ لین جسکا نظارہ

فرض عین کہین ہاتھیونکا وہ کجلی بن نمودار جس سے ساون بھادون کی
گھٹائین شرمسار کہین سیوات کی اونٹ ناگور کے بیل قشون در قشون خیل
در خیل سیدان کا تو یہ سامان اور دوکانونکی یہ شان ہر جگہ قدرت خدا کی
جلوہ گری ہر دوکان تحائف بیش قیمتی سے بھری کشمیر کا پشمینہ حلب کا
آبگینہ بنارس کا مشروع گلبدن زربفت کمخاب عمدہ تحفہ نادر نایاب بردیمانی
مخمل کاشانی روم کا دیبا مصر کا حریر غرض ہر شئ بے مثل و بے نظیر کہین
سفید کپڑا ڈھاکہ کی جان وہ ململ اور جامدانی کے تھان وہ جو ہر یونکی نمود
وہ اشیای نادر الوجود وہ جواہر کی گٹھریان وہ جڑاؤ زیور کی کشتیان ایک ایک
موتی بادشاہونکا درۃ التاج ایک ایک نگینہ کی قیمت سکندر کی سلطنت کا
خراج انکی تجارت کا کیا مذکور جنکے قبضے مین کوہ نور و کوہ طور جوہری ایکطرف
شیشے موتی والونکا کارخانہ امیرانہ اور شاہانہ وہ انکی ثقہ ثقہ وضعین وہ اسباب
وہ دوکانون کی آب و تاب درگاہ کی دروازیکی سامنے شہر کے دوکاندارونکی
گرم بازاری ہر طرح کی درستی ہر طرح کی تیاری ایکطرف حلوائی ایکطرف

تان بائی ایکطرف کبابی کولی دہکا رہی ہین کباب لگا رہے ہین ایکطرف
لونگ چڑی والی غل مچار ہی ہین تماشائیونکا ہجوم ہی خوانچے والون کی دھوم
ہی کھوی سی کھوا چھلتا ہی وصل کا مزا ملتا ہی کوئی پکارتا ہی کڑا کے ریوڑیان
کیسکی صدا ہی گلابی گنڈیریان کوئی یہ کہ رہا ہی اجی پیڑون مین مزا ہی سُنکر
سرخ سرخ پگڑیان باندھے میوونکی تھالیان ہاتھو پر رکھی ایکطرف یہ شور ہی
بوٹ ہین ہری بھری ایکطرف یہ غل ہی اجی سلمٹ کی رنگتری کہین یہ پکار ہی
ہان جی ہو لکی ٹونگا رہی کہین برف والی قلفیان سرو پر سنبھالے کہین
فالودی والے کھاروے کی لنگیان خوانچو پر ڈالے ہار والی بدھیان کاندھو پر
ڈالی کہ رہی ہین کہان ہی تماش بین رنگیلا البیلا لو جی ہار ہین چھت لگن ہار بیلا ہی
پلنگ توڑ بیلا متصل دروازہ اونچے اونچے تختو پر الایچی دانے والونکی دوکانین
جنھین تمام مسلمان حلوائی اپنا پیر جانین وہ الایچی دانے ستارونکی طرح خوشنما
وہ سہری بیلے کی بہاری گوندھے جسکی خوشبو روح افزا وہ سرخ سبز شمعونکی
لٹکنے کی شان وہ کوری کورے چلمونکے شمعدان ہر مرتبہ یہ سناتے ہین

ہر بار یہ آواز لگاتی ہین پیر شہید کی زیارت ہی مشتاقونکو بشارت ہی مدد مدد یا مسعود روشندل سنت والونکی منتین مراد والونکی مرادین حاصل قریب دروازے کے پہونچکر گھوڑے سئیسونکو دئی اور آپ مع رفقا داخل بارگاہ ہوئے وہان ادر لالہ زار تھا وہ صحن گلشن بنجار تھا دروازے سے درجۂ آخر تک چاندنی کے فرش سے چار طرف چاندنی پھیلی بلکہ اُس سفیدی اور براقی کے سامنے چاندنی میلی وہ بارگاہ سلیمانی کا شامیانہ وہ صحبت وہ جلسہ وہ دور وہ زمانہ محفل پر نور اہل محفل پر سرور حاضرین مجلس اہل دل اہل مذاق کتنے شائق کتنے مشتاق وہ فقیر وہ منکے جنھے اکثر حال وارد اکثر پیشتر سے سقیم تھے جلالیے بڑے بڑے دستپنے ہاتھونمین لیے محکمۂ فقر کے کوتوال بگڑیدل بگڑیصورت صاحب جذب صاحب جلال قلندر سینونکے چاک اُلٹے دنیا سے دست بردار خسرو کیطرح گویا معرفت کے جویا حقیقت کے طلبگار رسول شاہی صورت نمائی مین فرد حقیقت آگاہی مین وحید امید مشتاقان دیدار آرزوی طالبان دید مداری گیروی چادرین لپیٹے مُنہ پر راکھ ملے فنا فی اللہ کے حوصلے دم مدار کے ولولے بینوا صفائی پر دل دیے چار ابرو کا صفایا کیے

ظاہر و باطن کا ایک قرینہ سراپا بی زنگ ہمہ تن آئینہ قادریے پیر و پیران پیر
تہید ستونکی دستگیر چشتیے جنکے قبضے مین تمام ہندوستان اُنکی ظفر تکیے فتح
نشان ارباب طریقت کی معین اصحاب حقیقت کی کفیل وہ شجرہ نقشبند
شہیدونکی بانی شہادت کی دلیل سہروردی حالت جذب مین نعرے کرتے
صابریے صبر و شکر کا دم بھرتے وہ آزادون کی ٹولیان وہ ائنکے آوازے
وہ بولیان سدا سہاگ سہاگنو نکا لباس پہنے وہی آرایش وہی گہنے جب ہاتھ
اُٹھا کر بھاؤ بتایا بیدل لوٹنے لگی صاجد لونکو حال آیا ڈھولک بج رہی ہے
قوالی ہو رہی ہی ہو حق کی صدائین بلند ہین صاحبان کیفیت محویت کے عالم
مین جھوم رہے ہین آنکھین بند ہین اتنے مین شاہ صاحب بھی آئے اور
شاہزادی کو اپنے ساتھ صدر محفل مین لائی حضار مجلس نے عشق مولے کہکر
سلام کیا شاہ صاحب نے کرم مولی فرما کر جوابدیا پھر تو رونق محفل دوبالا ہو گئی زمین
ہمپایۂ عرش اعلی ہو گئی لطف سماع دمبدم بڑھنے لگا ہر شخص قابل حال قال
ہو کر قوالونکی قول کا کلمہ پڑھنے لگا تاثیر نغمہ تر سے چوب خشک کو بھی بالیدگی ہوتی

صوفیونکی طرح شامیانی کی چوبونکو جنبش ہونی لگی معرفت خوانی مقام دانی ہورہی تھی کہ ایک مترنم خوش گلو نکیسہ خونی یہ غزل خسرو کی شروع کی

ای چہرۂ زیبای تو رشک بتان آذری
ہر چند وصفت میکنم در حسن ازان بالاتری

تو از پری چابکتری و ز برگ گل نازکتری
و ز ہر چہ گویم برتری حقا عجائب دلبری

گرد جہان گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزی دیگری

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوی غریبان بنگری

صاحبان عشق کو گداز طبیعت ضرور ہی العاشق اہل المعرفت مشہور ہی یہ سنتی ہی شاہزادی کی دلپر چوٹ لگی ضبط کی طاقت نرہی رنگ رخ خاکستری ہو گیا بیخودی کی عالم مین اگر خود بیسی بری ہو گیا بیتابی خاطر کی پہلو نکل آئی آنسو رخسار و پر ڈھل آئی تصور معشوق مین جی کھونی لگا ہچکیان لیکر رونی لگا آخر اہل دل تھا فی الحقیقت ایسی وقت مین صبر مشکل تھا ہای جو جانے وہ مانے بیگانہ عشق کیا جانی سرود بستان یاد دہانیدن دیوانہ را در محفل پریویان نشانیدن

بلبل کی آگی گل کا افسانہ ذکر شمع پیش پروانہ رقیق القلب کے حضور مرثیا
دردمند کی سامنے آہ وبکا مجنون اور لیلی کی داستان فرہاد اور شیرین کا بیان
مستسقے اور ترغیب آب بدست اور کثرت شراب زخمی اور چاندنی دل افگار
اور سینہ زنی سودائیونکی صحبت مین عاشقانہ اشعار شیدائیونکی جلسے مین معشوق کا
اشعار اُس فرقت نصیب دور از حبیب مشتاق وصال مبتلاے رنج وملال کا
یہ حال ہوا جسطرح کوئی پھوڑیکو چھیڑ دی ہر شعر سی کلیجے کے ٹکڑے اوڑی ہر آہنگ
سی دلپر تیر پڑی ہر نکتے نی کار نشتر کیا ہر زمزمی نی گلے پر خنجر پھیرا اب کس کے
سنبھالی سنبھلی یہ حال دیکھکر ہر صاحب حال بیحال ہوا اہل مجاز کو مجاز کا
اہل حقیقت کو حقیقت کا خیال ہوا کسی نی بیساختہ آہ کی کسی نے حیرت سی
نگاہ کی کوئی ہی دوست کہکر پکارنی لگا کوئی چیخین مارنے لگا کوئی زندگی سی
منہ موڑنی لگا کوئی دم توڑنی لگا کسی کو لوٹتا کسی کو پھڑکتا پایا جا بجا رقص بسمل
کا تماشا نظر آیا حق ہی مشاہدہ حقیقت کا یہی مقتضا ہی صاحبدلون نے سچ کہا ہی

جانگزا عشق کی تقریر نہو کیا معنی	اہل تاثیر مین تاثیر نہو کیا معنے

شاہ صاحب نے یہ کیفیت دیکھکر قوالونسے کہا بس صاحبو رنگ مجلس دگرگون ہی
چپ رہو خادمونسے ارشاد کیا کہ شاہزادی کو سنبھالو جلد غنس مین ڈالکر لیچلو
فوراً سبنے خورشید گوہرپوش کو ہاتھون ہاتھ لیا اور فنس مین لاکر سوار کیا
شاہ صاحب بھی باغ مین آئے شاہزادہ بھی آیا وہان قل ہوا میلے نے خاتمہ
پایا رات کو جب شاہزادہ ہوش مین آیا تو شاہ صاحب نے خود قدم رنجہ فرمایا
کہا آج تو آپ اچھا رنگ لائے خوب کیفیت مین آئے اپنے ساتھ اور ونکا بھی
تباہ حال کیا کس کا تصور کیا کسکا خیال کیا دیکھیے لگی اسکو کہتے ہین اللہ والے
اس دھن مین رہتے ہین یون دل آئے جب تاثیر دکھائے عود سلگتا ہی جب خوشبو
دیتا ہی دریا جوش مین اگر خوب لہرین لیتا ہی ہنوز منزل ناتمام ہی سودا خام ہی
ہنوز جرعۂ اولین ہے ہنوز دور وتسلسل نہین ہے ہنوز بادہ در سبو ہے ہنوز
نالہ در گلو ہی ہنوز شاہد تمنا پر حجاب ہی ہنوز روی مدعا زیر نقاب ہے ہنوز نقل
دور از اصل ہی ہنوز منزلون کا فصل ہے مگر دل مین کیفیت پیدا ہو چلی
صورت معرفت ہویدا ہو چلی ادنے توجہ مین یہ حال ہوا کہ ضبط محال ہوا

اُنکی دلون کو دیکھا چاہیے جو ہمہ تن درد سراپا لذت ہین عین محبت اور
عین محنت ہین سب بے درد اُنپر ہنستے ہین نافہم آوازے کستے ہین حاصل اس
طول کلام سے یہ کہ تقریر فقیر لاطائل نہین یہ گفت و شنود تحصیل حاصل
نہین سینے ارباب معرفت کے دو فریق ہین اصحاب کیفیت کے دو طریق ہین
ایک سالک و خاموش ایک مجذوب و مدہوش کہتے ہین کہ رتبہ سالک کا
مجذوب سے زیادہ ہی وہ عامل بالارادہ ہی یہ بے ارادہ ہے وہ لبریز ہے
اور چھلکتا نہین مخمور ہی اور بہکتا نہین یہ سرشار ہی اور بے اختیار بیتاب ہی
اور بیقرار وہ ہوشیار ہی یہ مستانہ یہ بلبل ہی وہ پروانہ شیخ شیراز نے بھی سلوک
کو اختیار کیا ہی یعنے سالک کو مجذوب پر فوق دیا ہے اشعار

ای مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز	کان سوختہ را جان شد و آواز نیامد
این مدعیان در طلبش بیخبرانند	کان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

مجذوب بیچارے جذب کے ہاتھون گرفتار بلا ہوتے ہین جوش مین اگر
مصیبت مین مبتلا ہوتے ہین منصور کے حق مین زبان سولے ہو گئی

سب تقریر فضولی ہو گئی دنیا دارون نے اُسے کافر ٹھرا دیا معاذ اللہ
بندے کو خدا اپنا دیا دنیا کے عاشقون کا بھی یہی حال ہے انکی بھی یہی
مثال ہی انہین بھی ایک فرزانہ ہے ایک دیوانہ فرزانہ وہ ہے جسنے معشوق کی
راز کو کُھلنے نہ دیا دیوانہ وہ کہ خود بھی رسوا ہوا اور اُسے بھی رسوا کیا پس عاقل
کو ایک اشارہ بس ہے زیادہ ہوس ہے اگر سلسلہ اولیٰ کے پابند ہو گئی
جہان رہو گی اچھی رہو گے آیندہ اختیار ہی یہ تو ہم سمجھے ہوئے ہین کہ سمجھانا
بیکار ہی خیر جب زمانہ مصیبت مین پھنسائیگا اُسوقت یہ سمجھانا یاد آئیگا
طریقۂ عشق مین رازداری سی بہتر کوئی تدبیر نہین اس عمل سے بڑھکر کسے
عمل مین تاثیر نہین دیوانگی سی کام بگڑ جاتا ہی عجب خرابی پڑتی عجب پیچ پڑ جاتا ہی
صاحب ضبط حتی الامکان راز کو چھپاتے ہین دل کی بات زبان پر نہین
لاتے ہین جب اغیار سر ہوئی اور یار مصر ہوئی پھر کچھ نہین بنتی ہے یہ وہ بات ہی
اور وہ بوٹی ہی کہ دل ہی دل مین چھنتی ہی شاہزادی نے کہا جیسا ارشاد ہوا
یوہین عمل مین آئیگا انشاء اللہ اسرار سربستہ اور مضمون نہفتہ کھلنے نپائیگا

مجھے تو حضور نے بمصداق الانسان عبید الاحسان بندہ بنا لیا اس شفقت
بی نہایت نی شفقت پدری کو بھلا دیا اللہ اللہ یہ نصیحت محبت آمیز ہے
یہ فہمایش دل آویز ہے ہر نکتے مین ایک بات ہی ہر بات مین کرامات ہی
یہ فرمان دستور العمل ہے یہ بیان آیات وحدیث کا ماحصل ہی یہ دلیل ہدایت
کی دلیل ہی یہ سبیل رہنمائی کی سبیل ہی آپ تو میرے حق مین خضر ہین مقتدا
ہین ہادی ہین مرشد ہین رہنما ہین خدانی مجھ گمراہ کو راہ سے لگایا کہ ایسے اللہ والے
کے قدمون کے تلے آیا مین تو حضور کا فرمان بردار ہون اب دو عنایتون کا
امیدوار ہون ایک تو یہ کہ راہ دیار یار بتائیے دوسرے اس امر مین تسکین
فرمائیے کہ شاید زمانہ حادث کوئی عقدۂ لاحل بروی کار لائے تو اسوقت بندہ
حضور کو کیونکر پائے شاہ صاحب نی ہنسکر کہا شاباش کوئی بات نہ پوچھنے پائے
کوئی نکتہ رہ نجائے بہت خوب اس حکم کی بھی تعمیل ہوئی جاتی ہے یہ راہ بھی
نکلی آتی ہے یہ کہکر قلم دوات کاغذ طلب فرمایا اور نقشہ جہات اربع کا بنایا
ہر سمت مین دشت وجبال آبادی وویرانہ شہر اور دریا کی توضیح کردی

ہر اقلیم کی یہ تقسیم سبعہ سیارہ تصریح کردی بیاض دیدہ کو نور سے اور صفحۂ دلکو
سرور سے بھر دیا مشرق مغرب جنوب شمال کو آئینہ کر دیا اُس صاحب ریاضت
کو ریاضی مین بھی ید طولی حاصل تھا اشراقیون اور مشائیون کے علم مین بھی
کامل تھا وہ نقشہ گویا یا ودود کا نقش مربع تھا یا چار دانگ عالم کا زائچہ نہین
اُس نقشے پر نقش حب کا اطلاق کرنا بجا ہی یا عاشقون کا حرز جان کہنا
زیبا ہی کہا دیکھیے جانب شمال یہ جو کوہ پر شکوہ ہی اسے کوہ قاف کہتے ہین
باعتبار مشہور یہ ہی کہ پریزاد اور سلاطین بنی جان اسی کی دامن مین رہتے ہین
ہر چند کہ یہ پہاڑ تمام دنیا کا گرد آورہی مگر ابتدای آبادی اور درۂ اول ادہر ہی
عوام مین پرستان اسی کی نواح کا نام ہی الحق عجب پُر فضا اور دلچسپ مقام ہی
اور وہ جو گوشۂ مغرب لیے ہوئے ایک شہر مینو سواد ہی وہ یاقوت نگار کی
بنیاد ہی اور یہ جو درمیانمین حد فاصل نمودار ہی یہ طلسم اسرار سے ہے غرض اس
نقشہ کی دکھانے سے یہ ہی کہ اگر جائیگا تو اس طلسم سے بچکر جائیے گا ورنہ بڑی
خطا اُٹھائیگا بہت پچتائیگا اور اگر خدانخواستہ کبھی کسیطرح کی کوئی دقت ہو

اور فقیر سی ملنی کی ضرورت ہو تو یہ چار نام ہین یعنی یامسعود یامحمود یاموجد یاموجود انہین یاد کر لیجیے بلکہ لوح دل اور صفحۂ خاطر پر ثبت کیجیے نام خدا یہ نام مفید نام ہین اسم اعظم کے قائم مقام ہین انہین جلالی اور جمالی دونون طرحکی شان ہی انشاء اللہ انکی برکت سی اس عزیمت کی مشکل آسان ہی جب کبھی کوئی مصیبت پیش آئی اور دل گھبرائی تو ان اسماے جلیلہ کو زبان پر لائیگا بس بحکم اللہ فقیر کو وہین پائیگا خورشید گوہر پوش نے اُٹھکر تین تسلیمین کین اور بہت سی دعائین دین کہا خداوند عالم آپکو سلامت و باکرامت رکھے درجۂ ادریس زندگی خضر علو مسیح دی اُس نقشی کو لیکر شل تعویذ داہنے بازو پر باندھا کمال خورسند اور نہایت مسرور ہوا عرض کی کہ فدوی صبح کو رہگرای منزل مقصود ہوگا پیر مرد نے کہا اب روکنا اور اصرار کرنا جبر صریح ہی خیر بہت اچھا مگر کیا ہمارے پاس بھی نہ آئیگا یونہی ملے چلے جائیگا شاہزادی نے کہا نہین حضور پہلی آپکے پاس آؤنگا بغیر رخصت و قدمبوسی کس طرح جاؤنگا یہ سُنکی شاہ صاحب تشریف لیگئے اور شاہزادی صاحب منتظر صبح بیٹھے برج کی

دروازونکو کھول دیا اور آسمان کو دیکھنا شروع کیا دنیا مین تین راتین غضب کی ہین عاشق کے لیے شب انتظار اور حاجتمند کے لیے شب عزیمت اور بیمار کے لیے شب تنہائی نہ بستر سے پیٹھ لگی نہ پلک سے پلک نہ کسی پہلو قرار آیا نہ کسی طرح نیند آئی ہر بار یہ دعا تھی الٰہی جلد یہ رات تمام ہو الٰہی جلد کوچ کا سرانجام ہو الٰہی یہ بلا کٹے الٰہی یہ پردہ تاریک آنکھونکے سامنے سے ہٹے غرض تڑپ تڑپ کر اتنی رات کاٹی صبح ہوتے ہی جلدی جلدی نماز پڑھی پان مانگا نہ حقا طلب فرمایا کمر باندھتا شاہ صاحب کی خدمت مین آیا پیر مرد نے کہا اللہ ری مستعدی روز روشن کی بھی راہ نہ دیکھی کچھ سواری کی بھی فکر کی یا نہین کوئی چیز ضرورت کی بھی ساتھ لی یا نہین خدا کی عنایت سے کسی شئے کی کمی نہین تکلف کو موقوف فرمایئے بے تکلف جس گھوڑے پر چاہیے سوار ہو جایئے جس خدمتگار کو چاہیے ساتھ لیجایئے شاہزادے نے کہا حضور اس سفر مین تنہائی کا لطف ہے پیادہ پائی کا مزا ہے آزاد منش کو تعلقات سے کیا غرض بیسر و سامان کو سامان کی حاجت کیا ہے فقط بزرگون کی دعا کفایت کرتی

اس راہ مین کچھ اسیطرح خوب گذرتی ہی شاہ صاحب کو بھی امتحان منظور تھا کہا فی حفظ اللہ بسم اللہ

شعر بسفر رفتنت مبارک باد — بسلامت روی و باز آئی

بازو تھام کر کچھ سورے پڑھے کچھ آیہ دم کیے کچھ اس کان مین چپکے سے کہا کچھ اُس کان مین کہا ہاتھ پھیلا کر گلیسے لگایا اور سر پر دست شفقت پھیرا اُسنے سلام رخصت کیا اُس بزرگ نے اللہ معک کہکر سر جھکا لیا

رخصت شدن شاہزادہ از فقیر روشن‌ضمیر و رسیدن بصحرای بی‌نظیر و شنیدن آواز نغمہ از دور و ملاقات نمودن با جوان صاحب آواز با صد سرور و ذوق و ان ہمراہ اعرابی شتافتن بدیار یار و بعد طی مراحل و قطع منازل یافتن سواد قوت

نہین دلکو زاہد یہ غفلت پسند — تبارا ہ میخانہ اے ہوشمند
ملی راہ باد صبا لے اڑے — ہوا اے می دلربا لے اڑی
غضب ہی کہ پابند ہون رند مست — کہان صومعہ اور کہان می پرست
برا ہے تکلیف ہی یہ فریق — یہ مجذوب اور سالکون کا طریق
نہ سمجھین گی سب گوچہ گردی کیے — نہ سمجھا نہ سمجھا خدا کے لیے

نہ گھبرانہ ہونگے یہ بندے تباہ
ملیگا ضرور اک نہ اک خضر راہ

نصیحت کا اب قطع کر سلسلہ
مگر از رہِ لطف دے راحلہ

وہ توشہ ہے کیا بادۂ ناب ہی
یہی انکی راحت کا اسباب ہی

اُٹھا دی تکلف پلا دی شراب
نہ سوجھے گی بے اُسکے راہِ ثواب

بغل مین صراحی ہو دل مین سرور
برابر ہی پھر راہ نزدیک و دور

رہ نوردان بیزاد وراحلہ دیار بیقراری وبیتابی بیابان گردان بے توشہ مصائب بیخور وخوابی آبلہ پایان بادیہ اشتیاق گرد آلودگان بیابان فراق یعنی پویندگان منازل معانی وجویندگان مراحل سخندانی اس ماجرای غریب کو آشنای گوش اظہار کرتی ہین غرض خورشید گوہر پوش شاہ صاحب سے رخصت ہوکر نکلا یا آفتاب عالمتاب افق سی برآمد ہوا خسروِ خاورنی مشرق سی مغرب کا رخ کیا یا عنقای مغربی نی کوہ قاف کا رستہ لیا ماہ سبک سیر سیار ہوا یا طائر اولوالاجنحہ اڑنے پر تیار ہوا مجنون کو صحرا نوردی کی دھن ہوئی فرہاد نی کوہکنی پر کمر باندھی ہمت مین تاب و توان ہوئی عزیمت عزم خیابان ہوئی پہلے قبلہ رو ہوکر بہ جمع قلب سورۂ حمد پڑھا

پھر بسم اللہ و باللہ و توکلت علی اللہ کہکر بڑھا تسکین کو روارو سے بدل کیا سیروا فی الارض پہ عمل کیا کانٹون نے قدمبوسی کے لیے سر اُٹھایا آبلون نے کف پا کو ید بیضا بنایا ہر صحرا کو فضاے دل جانا ہر منزل کو قرآن کی منزل جانا پیادہ پائی کو راہ دوست مین پامردی سمجھا دھوپ کو سایہ گرمی کو سردی سمجھا باد سموم کو نسیم گلزار تصور کیا گرد و غبار کو گلگونہ بہار تصور کیا سچ ہے طریق وفا مین تکلیف راحت ہے بیتابی استراحت ہے وہ لوتہ شوق مین نکہین دم لیا نکسی مقام پر آرام کیا بقول شاعر بیت

ایک جا رہتے نہین عاشق بدنام کہین		دن کہین رات کہین صبح کہین شام کہین

باطن مین توشہ توکل تھا ظاہر مین درختونکے پتونپر اور جنگل کی جڑی بوٹی پر قناعت کی ہنگام تشنگی چشمونکا اور حقیر و نکا پانی پیکر پیاس بجھالی جب بہت نیند نے غلبہ کیا تو کہین پتھر پہ سر رکھکر دم بھر سو رہا طرفۃ العین مین گھبرا کر آنکھین ملتا اُٹھا اور راہی ہوا اگر کہین آہو دیکھ پائی تو خیال چشم دلدار مین آنسو نکل آئی کبھی یاد رخسار جانانین گل خود رو پر سینہ رکھکر روتا تھا کبھی مجنون کا ہمنشین سمجھکر بید مجنون سے بغلگیر ہوتا تھا کبھی خون کف پا سے زمین کو سرزمین یاقوت نگار بناتا تھا کبھی گلرنگی خار سے

صحرا کو گلزار بناتا تھا کبھی فلک کو دیکھکر دم سرد بھرتا تھا کبھی ہوا سے خطاب کرتا تھا

شعر صبا بلطف بگو آن غزال رعنارا | که سر بکوه و بیابان تو داده سارا

ایک مدت تک دربدر خاک بسر رہا ایک دن جاتی جاتی ایک صحراے پرفضا اور مرغزار دل افزا مین گذر ہوا دیکھا کہ ایک تختۂ بہشت نمودار ہی کہین سبزہ زار ہی کہین لالہ زار ہی آخر روز ہی دھوپ ڈھل چکی ہی شفق پھولنے لگی ہے آسمان کی رنگت بدل چکی ہی ٹھنڈا وقت ہی ہوا سنک رہی ہی پھول کھلتے جاتے ہین پتی پتی مہک رہی ہی طاؤس بول رہی ہین بلبلین چہک رہی ہین چشمے لہرا رہی ہین کھیتیان لہک رہی ہین نہال خودسر ہین پھول خودرو ہین جادی پرنور ہین ذری پرضو ہین خار صحرائی گلونکو خار دیتے ہین دہانون کی کھیت اور لالی کی تختے طرفہ بہار دیتی ہین کبک طاؤسونکو قہقہونمین اوڑا رہی ہین چشمۂ آبشار پہاڑونکی خزانی لٹا رہی ہین صحرا قالب ہی آب وان روح روان ہی دریا عجب لطف سی جاری ہی عجب لطافت سی روان ہی وہ آب شیرین کی حلاوت کا شور وہ گرداب کا دور وہ موجون کا زور کشتی کی عوض عکس ماہ نو ہی جہاز دخانی کی جگہ آسمان کا پرتو ہی صحرا

غضب دلچسپ ہی دریای غضب دلکش ہی وہ لطف اور لطافت خداساز دیکھکر جان
غش ہی یہ مسافت زدہ مصیبت زدہ آفت رسیدہ زحمت کشیدہ یہ کیفیت دیکھکر
اور وارفتہ ہوگیا گویا کسی نی چوب خشک مین آگ دیدی یا دیوانیکی بیڑی کاٹ
دی سو دیکی افزونی ہوئی وحشت دونی ہوئی عجب حال ہوا کہا الٰہی پہاڑ وہ نہین
یہ گل لالہ تاریکی مین یہ اوجالا جی چاہتا ہی کہ آج رات کی رات یہان مقام
کیجیے دل بیقرار اور جان زار کو گونہ تسکین دیجیے ہرچند توقف ناگوار ہی تامل
دشوار ہی مگر خیر چونکہ دل گرفتگی سی حال غیر ہی لہذا یہ بہانۂ تفریح اور حیلۂ سیر ہی
یہ سوچکر اک آہ کی اور چارطرف نگاہ کی لب دریا ایک چبوتری پر درخت چنار
نہایت گھنا اور نہایت سایہ دار دیکھا یہ درماندہ واماندہ اُس چبوتری پر جا بیٹھا
اور خشک وتر کا تماشا دیکھنے لگا اتنی مین سیاح ہفت اقلیم سموات نی منزل
مغرب مین جاکر آرام کیا چرندون نی اپنی اپنی جگہ لی پرندون نے بسیرا لیا
جنگل کی پھول آسمانکی ستاری چراغ بنگئے چراغ کیا بلکہ گوہر شبچراغ بنگئے
ہر جادۂ نور افشان ہوا دریا مین حبابونسی چراغان ہوا شب گیسو چرخ اول نی طلائی کی

فلک کی تارونکی روند اور کہکشان کی مشعل ساتھ لی خورشید گوہر پوش نے دریا کناری جاکر وضو کی تجدید کی اور نماز مغرب مین پڑھی یاد محبوب مین سبحہ شماری اور دم شماری کرنی لگا زبان سے شکر اور آنکھون سی سرشک خون جاری کرنی لگا کبھی دریا کو دیکھکر جوش مین آتا تھا اور یہ شعر زبان پر لاتا تھا شعر

شب تاریک و بیم موج و گردابی چنین حائل	کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

کبھی بخیال دور اندیشی پریشان تھا یہ اظہار تھا اور یہ بیان تھا شعر

عاشق و شیدا ہوا ہون دلبر طناز کا	دیکھیے انجام کیا ہوتا ہی اس آغاز کا

کبھی دل ہی دل مین صدمے سہتا تھا آخر گھبرا کر کہتا تھا شعر

ہی یہ وہ درد کہ جس درد کا چارا ہی نہین	وہان لڑی آنکھ جہان اپنا گذارا ہی نہین

شام سی تا نصف شب یہی اولجھن یہی دھن رہی خواب خواب وخیال تھا چشم آشنا نتھی دل ٹھہرا نہ طبیعت نی تسکین پائی ناگاہ ایک طرف سی گانیکی آواز آئی کان لگا کر جو سنا تو معلوم ہوا کہ اسی میدان مین کوئی گاتا ہی مگر آواز وہ آواز ہی جسکی طرف دل کھچا جاتا ہی یہ سنتے ہی بی اختیار ہو کر اٹھا اور اس مقام پر پہنچا

قریب جا کر جو مشاہدہ کیا تو یہ مشاہدہ کیا کہ ایک نوجوان خوش رو خوش الحان
طنبور لیے بھاگ الاپ رہا ہی وہ کرتب کا ولولہ وہ ستھرا گلا وہ وقت کی چیز
سناٹے کا عالم ہی سمان بندھا ہی ہر اُپج پر قدسیون کے دل ہلتے ہین ہر تان پر
تان سین کی تان اور بیجو باوری کی الاپ کی مزے ملتے ہین وحشیان صحرائی کیا دام
کیا دد سامنے جمع ہین اور بکمال رغبت سُن رہے ہین ایک کو دوسرے کی خبر نہین
اپنے اپنے حال مین مست ہین محو ہو ہو کر سر دُھن رہے ہین غزال چیتون کے مُنہ
پر مُنہ رکھے مدہوش ہین آہو شیرونکی بغل مین بیہوش ہین کوہی ہرن بھیڑیونکے
برابر کھڑے ہین سبکی جانین لڑی ہین دل لڑے ہین یہ سودائی وحشت زدہ
بھی وحشیون مین جا کر شامل ہوا اور ہمہ تن گوش و سراپا دل ہو کر سننے لگا وہ جوان
رعنا گایا کیا یہ دردرسیدہ آنسو بہایا کیا وہان سُرونکا تار تھا یہان اشکونکا تار
وہان جوش طبیعت ہر بار تھا یہان جوش رقت ہر بار وہان راگ کی دُھن
تھی یہان شوریدہ سری کی دُھن رہی وہان لطف ساز یہان دل ناساز وہان
زمزمہ یہان ہچکی پر ہچکی وہان رکھ رکھاؤ تھا تال سم کا خیال تھا یہان خودرفتگی

اور دار فتگی سے غیر حال تھا وہان طنبورے پر ہاتھ تھا یہان کلیجے پر ہاتھ تھا
وہان دلچسپ سنگت یہان وحشیونکا ساتھ تھا اس صاحب شوق کو سوا گانیکے
کسی طرف توجہ نتھی یہ بھی نجانا کون آیا کون گیا کسے از خود ربودگی ہوئی
کسے محویت ہوئی جب کثرت سے فرصت پائی وحدت کی صورت نظر آئی
جانور تو اُس لَے پر آئے تھے گانا موقوف ہوتی ہی اپنی اپنی طرف راہی ہوتے
مگر یہ حیرت زدہ عالم حیرت مین نقش قدم بنکر رہگیا اُس صاحب نظر نی
جو بغور نظر کی نہایت متعجب ہوکر پوچھا اس جنگل مین آدمی کا گذر محال ہے
ہمصورت کی شکل کا نظر آنا اشکال ہے اے شخص تو انسان ہے یا از قسم بنی جان ہے
شاہزادے نے کہا مین اک غریب آشفتہ حال ہون مصداق ممکن و محال ہون
راہ راست سے برگشتہ ہون گردش فلکی سے سرگشتہ ہون مسافر ہستی رہرو منزل
عدم خود خبرم نیست کہ کیستم وکجا میروم آدمی ہون لیکن حد آدمیت سے بالا
صحرا نورد بیابان گرد دربدر خاک بسر سچ ہے کہان مین کہان یہ جنگل قدرت
باری ہے مشفق بندہ اس طرف آنکلنا بندے کا اختیاری نہین اضطراری ہے

تقدیر مین فیض پانا تھا کانون کو اور دلکو یہ حظ اُٹھانا تھا یہ اتفاق کیف ما اتفق ہی مشیت ایزدی حق ہی اُسکے حکم مین کسے دخل ہے نہ مجال وہم و گمان ہی نہ امکان عقل ہی اُسکا بھید کہین سمجھ مین آتا ہی ممکنات مین محالات کا تماشا دکھاتا ہی کجا خاک آدم کجا عرش اعظم جب یہ جسم خاکی زمین سی آسمان پر پہونچا تو ادھر آنکلنے کا تعجب کیا مسافت ہستی و عدم قیامت ہی ان مرحلونکو طی ہونیکی کون صورت ہی مگر آیند و روند نہ بھٹکتے نہ پھیر کھاتی ہین رات دن برابر آتی جاتی ہین یہ خدا کی قدرت کی کارخانے ہین جو اسمین قیل و قال کرتی ہین مخبط ہین دیوانی ہین یہ تقریر عالمانہ اور عارفانہ سنکے سمجھا کہ یہ بھی کوئی اہل کمال ہی باطن مین جمعیت خاطر ہی ظاہر مین پریشان حال ہی یا یہ اہل معرفت ہی یا اہل دل ہی غرض بہرکیف صاحب استعداد ہی کامل ہی بکمال ذوق شوق اُٹھکر بغلگیر ہوا اور اپنے پاس بٹھا لیا کہا آپکی باتونین تاثیر ہے سبحان اللہ کیا روزمرہ ہے کیا تقریر ہی بقول سعدی شعر تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد * آپکا کلام ہی یا الہام ہی ہر لفظ سی علمیت ٹپکتی ہی

فضیلت پیدا ہی صورت سی حسن سیرت کا ظہور ہی بشرہ سی شرافت ہویدا ہی
بندہ لاعلم تھا معاف فرمائیگا کچھ اپنے دولتخانیکا پتا دیجیے کچھ نام و نشان
سے مطلع کیجیے اس استفسار سے اُس پراگندہ روزگار کو اور اک صدمہ ہوا
بے اختیار اک ٹھنڈی سانس لی اور آبدیدہ ہو کر کہا

چہ می پرسی حال من ا عمریست چون کاکل	سیہ بختم پریشان روزگارم خانہ بردوشم

اس گفتگو نے عشق کی تصدیق کر دی ہر جملے نے راز دل کی خبر دی ناچار
بہزار اصرار بشرح اجمالی کچھ کچھ حال کہا یہ اپنی سرگذشت کہتے رہے
وہ افسوس کرتا رہا بعد اسکے اُس نوجوان کی کیفیت پوچھی اُسنے بھی تمام
اپنی داستان بیان کی کہا جناب حقیر کا نام خضران ہی اور باپ کا نام ضیران
ابن نعمان ہی نواح مغرب مین ایک شہر یانہ ہی وہ وطن آبائی ہی اب چندے سے
اس قرب و جوار مین بستی بسائی ہی تجارت ہم لوگونکا پیشہ ہی اُسکی عنایت سے
صورت اکل حلال ہی وسوسہ اور بد اندیشہ ہی پدر حقیر کو بسبب عداوت اقارب
کالعقارب سکونت وطن کی ناگوار ہوئی ناچار اس نواح مین آکر بود و باش

اختیار کی مجھے علم موسیقی کا شوق ہی اور اس فن کی لوگونسے ارتباط مگر بزرگونکا لحاظ
ہی اور حفظ راز کی احتیاط ہی لہذا یہ بندوبست کیا ہی کہ مرغزار مین ایک باغچہ بنالیا ہے
مہینے مین بحیلۂ شکار دو چار مرتبہ آتا ہون کثرت بھی کرتا ہون اور دل بھی بہلاتا ہون
فقیرخانہ یہانسے دو چار فرسخ ہی اور نواح مغرب ہزار فرسخ ہم ایسے شکستہ پا وہان
کب پہونچ سکتے ہین اُس مسافت کی تصور سے وہم و گمان کے پاؤن تھکتے ہین
راہ مین ہزارون دریا ہین لاکھون مرحلے ہین آفت کا بُعد ہی قیامت کی فاصلے ہین
نیازمند کی تو یہ صلاح ہی کہ اس ارادے سے باز آئیے یا یہان تشریف رکھیے یا دولتخانے کو
پھر جائیے شاہزادے نے کہا بھائی صاحب شاہ صاحب نے پہلے ہی یہ سمجھایا مگر مجھ
سودائی کی سمجھ مین کچھ نہ آیا یاد دلدار مین سب کچھ بھولا ہی اپنا تو بس یہ مقولا ہی
یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید پہلے ہی یہ ارادہ نکرنا تھا حد سے نگذرنا تھا
اب قدم بڑھا کر پیچھے ہٹانا بڑی ننگ کی بات ہی خیر خداوند عالم مسبب الاسباب
اور کاشف المہمات ہی ہرچہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم ای برادر دیوانے کا
سمجھانا بیکار ہی مجنون اور مفتون کا سمجھنا دشوار ہی اب فہمایش کی عوض دعا چاہیے

تدبیر حصول مدعا چاہیے اگر تمہاری فکر سے یہ راہ نکلی تو فبہا ورنہ ناصح مشفق بنکر
دل دکھانے سے کیا فائدہ خضران نے کہا معاذ اللہ دل دکھانا کیسا نصیحت
کیسی سمجھانا کیسا نصیحت شاہ صاحب نے کی تھی مین نے تو دوستانہ ایک بات
کہی نیازمند بار خاطر نہین یار شاطر ہے بندہ جان سے اور مال سے سب طرح حاضر ہے
شاہزادہ بولا اللہ آپ کی جانکو رکھے مال آپکا آپکو مبارک رہے مجھے دنیا کی طلب نہین
دولت سے غرض نہین جسکی دوا شربت دینار ہو یہ وہ مرض نہین مجھے تو منزل مقصود
کی جستجو ہے در دلدار پر پہونچنے کی آرزو ہے خضران متامل ہوا اور بعد تامل
عرض کیا پہاڑ کی اسطرف اعرابی یعنی بادیہ نشین رہتے ہین سُنا ہے کہ انھین طرق
نامعلوم معلوم ہین بہت سے رستے ایسے ہین کہ نہایت نزدیک ہین مگر بظاہر
معدوم ہین انشاء اللہ اُن لوگوں مین سے کسی کو بلواکے صلاح کی جائیگی خاطر
جمع رکھیے خدا نے چاہا تو کوئی راہ قریب الوقوع نکل آئیگی خورشید گوہرپوش
بولا ہان دل خوش کرنیکی یہ تقریر ہے تسلی قلب کی یہ بات ہے تسکین خاطر کی
یہ تدبیر ہے لیکن یہ راہ شتاب ہے اسمین تامل کی کسے تاب ہے اُسنے کہا چندروز

دعوت فقیر قبول کیجیے ہفتے دو ہفتے کسل و ماندگی برطرف ہوئی دیکھیے یہ بولی ہے
ماندگی تو درماندگی سے ہے آج ہی صبح کو اسکی تدبیر کرو لیکن دم بھر کی نہ تاخیر کرو
اگر حیات مستعار باقی ہے تو جب پھر کر آؤنگا تو اطمینان سے رہونگا اور دعوتین
کھاؤنگا آخر بہزار اصرار بوعدہ فردا اختتام صحبت ہوا خضران شاہزادہ کو اپنی باغچے
مین لگیا اور ماحضر حاضر کیا انکی خورش تو خون جگر تھا مگر بخاطر میزبان برای نام
کچھ کھا لیا بہی سونی کی کیفیت ہوئی کروٹین لیتے لیتے اتنی رات تمام ہو گئی بقول شاعر

جب خیال یار آتا ہے اچٹ جاتی ہے نیند	عاشق بیتاب کو فرقت مین کب آتی ہے نیند

صبح ہوتے ہی اذان نہوئی تھی کہ تقاضا ہونے لگا وہ نوجوان بھی اہل دل
اور خدا ترس تھا بیچارہ آنکھین ملتا اٹھ بیٹھا خدمتگار بھیجکر ایک اعرابی کو طلب کیا
اور سو تمن دیکر اُس سے یہ عہد لیا کہ اس مسافر گم کردہ منزل کو راہ سے لگا دے
یعنی کسی قریب کے رستے سے نواح مغرب تک پہونچا دے یہان تو شاہزادہ کمر باندھے
تیار تھا دم بھر کا توقف دشوار تھا یہ امر طے ہوتے ہی خضران سے رخصت ہو کر اعرابی
کے ساتھ ہوا چلتے وقت خضران نے سو تمن اور بطور زاد راہ بادیہ نشین کی کمر سے

بند ہوا دیا اور سامنے شاہزادی کو ہاتھ باندھکر بہت سے عذر کیے کہ افسوس آپنے دو دن
بھی توقف نفرمایا نیاز مند کوئی شرط خدمت بجا نلانے پایا خورشید گوہرپوش نے کہا
بس زیادہ محجوب نفرمائیے کلام معذرت زبان پر نلائیے یہ احسان کیا کم ہے اس سلوک کا شکر گذار رہونگا جبتک
دم میں دم ہے الحاصل اعرابی اُس ماہ سریع السیر کو پہاڑونکی راہ سے لیگیا اور انتیسوین دن
نواح مغرب میں پہنچا اُسنے مراجعت کی اسنے پیش قدمی کی غرض دونون نے اپنی اپنی راہ لی

رسیدن شاہزادہ بہ باغ ملکہ مہ جبین یاقوت پوش و دادن یکہ بازو بافسر دربانان
و داخل شدن دران گلزار است و مدہوش و درآمدن سواری ملکۂ ماہ آسمان
جمال و دیدن شاہزادہ صورت دوست و مشابہ یافتن باتصویر خیال و مجرد نظر
غش کردن تیر گرو دیدہ بہ ہوش آمدن ہر دو از دیدہ دوختن زیرو تا دیر عاشق و
معشوق گرمی صحبت لطف تقریر و گذشتن خبر کیہ بہ یاقوت شاہ و گرفتار آمدن
افسر و شاہزادہ باحال تباہ و افتادن یکہ از دست مہ تعش دار وغہ جواہر خانہ
از خانہ یکہ بدر آمدن کاغذ رایحۂ خورشید گوہر پوش و شناختہ شدن آنجوہر فرزانہ
تجویز شادی طالب و مطلوب بساعت سعید و ظہور بزم نوشابہ و جشن جمشید

پلا اتو ساقی مرادون کے جام | ہوئی نزل نامرادی تمام
کوئی دم مین ہی رویت ماہ عید | کہ ظلمت مین ہی آب حیوان کی دید
ہواے چمن آج دلخواہ ہے | مقدر نگر بر سر راہ ہے
ادھر آرہی ہے نسیم بہشت | اُدھر رنگ لائی ہین صحرا و کشت
یہ تقریب ہے یادگار سبا | رسول سبا ہی کہ بادِ صبا
زہے روح پرور شمیم جنان | مشام دل و جان ہی یا عطردان
غم و رنج کی یاد بھولی ہے اب | شفق مُنہ پہ رندون کی پھولی ہی اب
وہ ساغر فی چشمک صراحی سے کی | بس اب آ گئین دخت رزرہ چکی
لگا دی سبو مُنہ سے اے باکرم | بہت کسل ہی آب انگور کم
اسی تاک مین خاک اوڑاتی ہین مست | ادھر آوہ ہے تاک مین دار بست
پلا خوب می کسل ہے ہوش گم | نکر فکر خالی ہون اب خم کے خم

بلبلان شتاق مشاہدۂ گلستان شگفتہ بیانی طوطیان آرزومند دیدار بہارستان
معانی طائران خوش الحان بوستان سخندانی قمریان کوکوزنان سرومستان

راست بیانی ریاحین نوا مین سخن کو نسیم بیانسی یون کھلاتی ہین شاہزادہ
جو بڑھا تو ہوائی گلشن مراد آنے لگی روح مزی اُٹھانے لگی بائی سبکروی
پائی خیال بنگیا نقش قدم مرآت الجمال بنگیا خزان نی پیغام بہار دیا بہار نی
مژدہ وصل گلعذار دیا دلمین سرور آنی لگا آنکھون مین نور آنے لگا وہ راہین گویا
طی الارض کی راہین ہوگئین دفعتاً طناہین زمین کی کھنچ گئین بلکہ سبا کی خبر
آنی لگی عمارت شہر بلقیس کی نظر آنی لگی خورشید گوہر پوش نی دل مین یہ بات کہی
شکر ہی بعد مدت آبادی کی صورت دکھائی دی آیند و روندسی جو دریافت کیا
تو معلوم ہوا کہ یہی دیار یار ہی یہی یاقوت نگار ہے قریب تھا کہ شادی مرگ
ہو جائی جان زار قالب مین پھولی نسمائی کہا الٰہی یہ خواب ہی یا بیداری غفلت ہے
یا ہوشیاری یہ زمین ہی یا آسمان ہی بستی کا نشان ہی یا خدا کی شان ہے طلوع
نشہ ہی یا خمار ہی ظہور سرور ہی یا کوئی اسرار ہی یہ سواد ہے یا نقش مراد ہے
وہانسی وہ شہر کوئی دوچار کوس تھا بیتابانہ دوڑا بس ناکے پر جاکے دم لیا
خوشیان کرتا داخل دارالامارۃ شہر ہوا پہلے ایک باغ ملا جسے دیکھکر غنچہ خاطر کھلا

سبحان اللہ عجب باغ جنت نشان و بہشت آثار تھا جسکا رو کار آئینہ بہار تھا وہ جواہر کی ترصیع وہ گل کاری پھولونکی اوٹ تھی یا چار دیواری ہر دیوار کا حسن لطافت دکھاتی تھی شمیم گل بے تکلف نکل آتی تھی چارون کونون پر چار برج خلاصہ چار گلزار تھے یا قصائد فردوسی کے چار مطلع نمودار ستھے دروازہ عنوان بہشت کا عین تھا یا حور العین کا قرۃ العین تھا دیباچہ شان شوکت صحیفہ تجمل بند ہونے مین غنچہ کھلنے مین گل صاحبے لونکی نشست چوکی پہرہ بندوبست سوار پیادے ملازم خدام سرگرم انتظام و مصروف اہتمام شاہزادے نے ایک شخص سے پوچھا کیون بھائی یہ کسکا باغ ہے اور یہ بندوبست کیسا ہو رہا ہے اسنے کہا العزیز تو شاید تازہ وارد ہے ناواقف و ناآشنا ہے یہ ملکہ مہ جبین یاقوت پوش کا عیش باغ ہے یہ گلزار ہمیشہ بہار فردوس و ارم کا چشم و چراغ ہے اور جا بجا جو بندوبست و انتظام ہے یہ ملکہ کی آمد کی دھوم دھام ہے یہ سنکے اور پھولے شہر کا بھی جانا بھول گئے فرمایا بس اب کیا چاہیے کسی طرح اس باغ مین جاکر کہین پوشیدہ بیٹھ رہنا چاہیے مگر پھر سوچے کہ بندوبست کا یہ حال ہے ہوا کا بھی گذر محال ہے یہان تو عاشق بے پر نہ زور نہ زر

نہ کسی سی رسم و راہ نہ شناسائی نہ قدرت صبر نہ مجال رسائی کچھ دیر تردد مین کھڑا رہا
آخر سوچتے سوچتے یہ مضمون سوجھا ظاہر مین تو روپے پیسے اشرفی جواہر کی قسم سے
سوجود نتھا لیکن بازو پر ایک اِکّہ الماس کا بندھا رہگیا تھا اُسکو خیال آگیا کہا
اب کاربراری کیا دشوار ہے اسکے سامنے روپیہ اشرفی بیکار ہے یہ جواہر
بیش بہا ہی کہ ہفت اقلیم کا خراج جسکی قیمت کا بیعانہ ہی یہ حقیقت مین اِکّہ ہی
یعنی بمثل زمانہ ہی اسپر کسی جوہری کی آنکھ پڑے اور قسمت لڑے یہ سوچکر اُس اِکّہ
کو ہاتھ مین لیکر بڑھا ایک افسر کو مرد معقول و جوہر شناس تجویز کیا اور اُس کے پاس
گیا پہلے صاحب سلامت کی پھر یہ بات کہی کہ مین ایک سوداگر کا بیٹا ہون سیّاحی
کی شوق مین بلباس درویشی شہرون شہرون پھرتا ہون جی چاہتا ہے کہ
اس باغ کو بھی ایک نظر دیکھ لون فقط اتنی اجازت پر یہ اِکّہ نذر کرتا ہون اُس
جہاندیدہ کو جو یہ جوہر نایاب نظر آیا بے اختیار پانی مُنہ مین بھر آیا کچھ
کسی طرحکا استفسار نکیا جھپ شاہزادے کے ہاتھ سی وہ اِکّہ لے لیا پہری والے کو
آواز دی کہ میان سنتری شاہ صاحب کو سیر کی لیے جانے دو جب تک ملکہ کی

سواری آئی انھین باغ مین ہوآنے دو اسنے کہا بسم اللہ جائیے شوق سے ایک نظر
دیکھ آئیے یہ سنکے شاہزادی نے تو عزم گلگشت کیا اور اُن افسر صاحب نے گھر کا
راستہ لیا اب کہان کی نوکری کیسا انتظام جسے خدا ایسی دولت دے پھر اُسے
دنیا سے کیا کام اُسنے اپنا سُو بتیا کیا اور یہ جویاے وقت و مشتاق جانان باغ مین
داخل ہوا دونون کو اپنا اپنا مطلب اپنا اپنا مدعا حاصل ہوا خورشید گوہر پوش کو
ایک ایک پھول پتی سے قدرت کا تماشا نظر آیا مگر تمام باغ کو مرقعۂ انتظار پایا
شاہزادی کے استقبال کے ارادے تھے گل سوار تھے سرو و شمشاد پیادے تھے سنبل کو
کرب انتظار سے پیچ و تاب تھا ہر پھول ولولۂ شوق سے شاہد بے نقاب تھا آفتابی
سورج مکھی لیے کھڑی تھی نرگس کی آنکھ دروازے سے لڑی تھی گل کرٹے کی آواز پر
کان لگائے تھے اطفال غنچہ تماشے کے اشتیاق مین سر اُٹھائے تھے کلیان
بیلے چمیلی کی خوشی کے مارے کھلی جاتی تھین ڈالیان گلون کی آرایش سے
پھولونکی ڈالیان لگاتی تھین سوسن دہ زبان کو خاموشی ناگوار تھی لالے پر
داغ کی گرانی بار تھی نافرمان داؤدی کو دیکھکر آنکھ مار رہا تھا گیندا بسنت پسنت

پکار رہا تھا نہرین روانی پر دل دیتی تھین موجین بلائین لینے کو ہجوم کیے تھین
حباب آبجو سے کنارہ کرتے تھے سواری کا جلوس دیکھنے کو رہ رہکر ابھرتے تھے
ہر نہال کیفیت بادہ سے سرو سہی مست ہر نہر چمن بانیہ دیدار آئینہ در دست سبزہ فرش راہ
تھا ہر سنبل پتری کا خط مد نگاہ تھا طیور نواسنج مبارکباد گاتے تھے طاؤس وجد کے عالم
مین دروازے سے باہر نکلی جاتی تھی شاہزادہ لطف گلگشت اٹھا کر اور لوگون کی آنکھ بچا کر
ایک گوشے مین جا چھپا وہان پہرہ چوکی لگا تو وہ سنتری بھی بدل گیا وہ افسر صاحب
اپنے گھر پہونچے تلنگے کی بدلی ہو گئی اب کون پوچھتا ہے اور لوگون کو ہلا مین کیا خیال
کہ باغ مین کوئی اجنبی سیر کو گیا ہے باہر کے لوگ باہر کا بندوبست کیا کیے یہ چین سے
درختون کی آڑ مین چھپے بیٹھے رہے یہان یہ عاشق زار نظرون سے چھپکر بیٹھا ادھر
ملکہ کی سواری آئی نقیبون نے بڑھے عمر و دولت کی صدا دی کڑکیتون نے آواز لگائی
سانڈنیونکی چھم چھم نے اور بیقرار کیا ہٹو بچو کے شور نے ہر شخص کو ہوشیار کیا وردی بجی
سلامی اُتری بگل ہوا الٰہی ملکہ مہ جبین سلامت یہ ہر طرف غل ہوا خواجہ سرا ون
نے زنانے کا بندوبست کیا کہاریون نے سکھپال کہارونکے کاندھے سے اپنے کاندھے پر لیا

اور باغ کی اندر لا کر لگا دیا سکھپال سی وہ رشک ماہ نکلی یا آنکھ سی نگاہ یا غنچی سی خوشبو
یا دل سی آرزو خواصین انیسین جلیبین بھی رتھون سی اتر اتر کر آگئین بہشت کی حورین
اور اندر کی اکھاڑی کی پریان ایک جگہ جمع ہو گئین اس غنچی سے ہر روش گلزار
ہو گئی عجب گل لالہ پھولا عجب بہار ہو گئی وہ حسینین نازنینین مصروف گلگشت
ہوئین کچھ ادھر اُدھر روشون پر ٹہلنے لگین کچھ ملکہ کی ساتھ ہو لین وہ اُنکی شوخیان
وہ خوش فعلیان کبھی اٹھلاتی ہوتی یہان کبھی وہان ململ جالی لوٹ سکے
رنگین رنگین ڈوپٹے کاندھون پر ڈالی سینے اُبھاری نکیلی انداز نکالے سرو کو اُنکے
قامت سی سکتا شمشاد حیرت سی کھڑا تکتا کسی کی خرام نازنی چکور کے ہوش اڑائی
کسی کی مستانی چال سی طاؤس وجد مین آئی کوئی نرگس سی آنکھ لڑانی لگی کوئی غنچی کو
دیکھکر مسکرانی لگی کسی نی پھول کٹوری مین رکھ لیی کسی سنے گجرے گوندھکر تیار کیی
کسی کی ہاتھ مین پھولون کی چھڑی تھی کوئی کسی کا ہاتھ مین ہاتھ لیے کھڑی تھی
کوئی دست حنا بستہ کی بہار دکھاتی تھی کوئی کلغی پر انگلیان اُٹھاتی تھی ایک
جوش مین اگر دوسری سی لپٹتی تھی ایک آگی بڑھتی تھی ایک پیچھے ہٹتے تھے

ایک عاشقانہ غزلین گاتی تھی ایک بلبل کو چٹکیون مین اُڑاتی تھی کسی کی صدا
کسی کی ادا دلکش تھی کوئی اپنے جوبن پر کوئی اپنی چھب تختی پر غش تھی جابجا
پریزادونکا پرا تھا سبزہ رنگون سی گلزار بھرا تھا اتفاق سے ان نازنینونکا اُسطرف
گذر ہوا جہان شاہزادہ چھپا ہوا دیکھ رہا تھا درختون سی چاندنی کی جھلکی دکھائی دی
پتون سے آفتاب کی طلعت نمودار ہوئی دھوپ مین چھاون اور چھاون مین
دھوپ پائی دنکو چاندنی کی کھیت کی کیفیت نظر آئی کوئی جھجکی کوئی ٹھٹکی کسی نے
کسی کی آڑ پکڑی کوئی جھک گئی کوئی بیٹھ گئی کسی کا کلیجہ ہاتھون اُچھلنے لگا
کسی کا دل دہلنے لگا کسی نے کچھ کہا کسی نی کچھ کہا حیرت سی آگے کا قدم آگے
اور پیچھے کا قدم پیچھے رہا کوئی بولی الٰہی یہ کیا واردات ہی یہ چاند ہی یا آفتاب دن ہی
یا رات ہی ایک بولی میری آنکھون کو چکا چوند ہی کچھ کا کچھ نظر آتا ہی ایک سنے کہا
دھوپ چھاؤنکی عکس سے میرا دل پکڑا جاتا ہی ایک دبی زبان سے پھریری لیکر
بولی یہ چھلاوا ہی ایک آنکھونپر ہاتھ رکھکر گویا ہوئی اوہی یہ شہاب ہے ایک کھلاڑن
نی ہنسکر کہا سانپ کی چوٹ ہی میرا تو دل لوٹ پوٹ ہی کیا صورت بھولی بھولی

کھڑا سادہ سادہ ہی تم سبکے دیدونمین چربی چھائی ہی اری دیوانیون یہ تو کوئی
پرستانکا شہزادہ ہی آدم زاد کا بھیس بنایا ہی دنیا کی سیر کو آیا ہی خدا نکرے آمین
کچھ نکچھ اسرار ہی ہو نہو یہ کسیکا طلب گار ہی اور وزیرزادی نی ملکہ کی چھیڑنیکو یہ بات بنائی
گستاخی معاف سہاگ کی گھڑی آئی چمکا تقدیر کا ستارہ لو مبارک ہو خدا نی جوڑا ملایا
مجھ بخجتی کی تو آنکھون پر پردہ پڑا ہی دیکھیے تو وہ بیلے کی آڑ مین کون البیلا کھڑا ہی ملکہ نی
تیوری چڑھا کر کہا او شہکارہ کچھ شامت آئی ہی یہ کیا بیحیائی ہی لو خوبی چوچلی کی
واہ ری ٹھنڈی گرما گرمی اول تو یہان غیر ذالک کجا اور اگر ہوگا بھی تو تیرا ہی وہ کوا
ہوگا یہ کہکر دزدیدہ نگاہ سی جو نظر کی تاب صبر باقی نرہی عشق کے اسرار سے
سر ہوئی قدم لڑکھڑائی نزدیک تھا کہ اپنی بیگانی کی خبر نرہی قریب تھا کہ غش آجائی
مگر کچھ سوچکر ادھر اُدھر دیکھا بھالا اُسی ہمراز کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر آپ کو سنبھالا
یہ دیکھکر وہ پھر نہ چپ ہی آہستہ سی یہ بات کی بس بس دلکو سنبھالیے مجھپر ڈھئی دیکر
ٹالیے ملکہ نے کہا اری کمبخت زبان بند کر یہ ہنسی کا وقت ہی خدا سی ڈر یہ کیا بلا ہی
بی اختیار میرا دل اُس طرف کھچا جاتا ہی سنبھالنی سی طبیعت بگڑتی ہی ضبط کرتی ہے

کلیجہ منہ کو آتا ہی مین بیہوش ہون تو ہی سنبل سیری سر کسون ذرا آگی چل

غرض شاہزادی انکی کاندھی پر ہاتھ رکھی آہستہ آہستہ قریب گئی اور غور سی نگاہ

کی آنکھ سی آنکھ چار ہوئی برچھی عشق کی سینے کے پار ہوئی

رنگ رخ دیکھتے ہی زرد ہوا | دل مین بے اختیار درد ہوا

منہ سے مشکل کشا کا نام لیا | یا علی کہکے دل کو تھام لیا

مضطرب جو ہوا دل بیتاب | چہرے پر چھوٹنے لگی مہتاب

جان و دل مبتلائے درد ہوئی | یک بیک ہاتھ پاؤن سرد ہوئے

شوق نے اپنا کام تمام کیا کلیجہ دونون ہاتھون سی تھام لیا دل مین تاثیر محبت پیدا

ہوئی اُس جمال عالم آرا کی شیدا ہوئی عشق نے نیا رنگ دکھایا بیٹھی بٹھائی فتنے مین

اور فتنہ اُٹھایا چہرۂ گلرنگ پر زردی چھائی آنکھون مین نشۂ الفت کی سرخی

آئی رشتۂ ننگ و ناموس کو توڑا اپنے بیگانے سی منہ موڑا اُدھر شاہزادے نے اُس نوبہار

گلشن محبوبی کی جو صورت دیکھی دل کے آئینے کی تصویر آنکھون کے سامنے آگئی

اُس چہرۂ رنگین کو جو تصویر خیالی سی ملایا سر مو فرق نپایا گل پھولا تمام سیر بھولا

ادھر تو یہ رشک چمن ہمہ تن تصویر کیصورت ادھر وہ غیرت گلشن سراپا مثل
آئینے کی محو حیرت مشاہدۂ حسن و جمال نے عجب تماشا دکھایا معشوق مین عاشق اور
عاشق مین معشوق نظر آیا گھاتین الفت محبت کی دلونمین ٹھن گئین آنکھونمین
باتین ہوئین پلکین زبانین بن گئین اللہ اللہ زہی تقابل کی صنعت اسی مدہوشی
اُسی بیخودی اسی سکتہ اُسی حیرت دونون ہو الطالب ہو المطلوب کا دم بھرنے لگی
اپنی اپنی آپ تعریف کرنے لگی عاشق نے اشارے مین یہ شعر ادا کیا

اتحادیست میان من و تو	من و تو نیست میان من و تو

معشوق نے در پردہ یہ جواب دیا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی	تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

عاشق کی چشمک تھی یہ قامت ہی یا شمشاد معشوق کا عشوہ تھا یہ بندہ ہی یا سرو آزاد
معشوق کی ہنستی پیشانی مین بوستان مسرت کی شان عاشق کی جبین گلستان سخن
باب پنجم کا عنوان اسکی سرنوشت رنگین مین حسن کا افسانہ اُسکی سرخط گلزار مین عبارت
عاشقانہ اُسکی چوٹی بنفشہ کا جواب اسکی زلفون مین عشق پیچے کا پیچ و تاب

اِسکی شمیم غالیہ بیزاوسکی ہوا وحشت انگیز اِسکا چہرہ ارغوانی اسکا رنگ زعفرانی
اِسکی بھنوین شاخ بادام سی بہتر اُسکی ابرو داغ لالہ احمر اسکی آنکھین نرگسی
اُسکی گلابی اسکی پلکین نقابدار عروس چمن اُسکی موی مژہ آئینہ دار بہار بیحجابی اُسکی
بینی شبو کی ہمنشین اُسکی بینی غنچہ نسرین رخسارے دونون سکے صحیفہ گلستان شباب
مگر یہ سیراب ہونٹھ گلبرگ انتخاب لیکن وہ خشک یہ شاداب اِسکی لب پر
پان کا لکھوٹا مسی کی دھڑی گویا باغ پر گھٹا جھوم پڑی اُسکے لب پر آہ آتشین سے
بتخالی جیسے بلبل کی دل مین چھالی اسکی دندان آبدار از خندہ روئی سی شگوفہ گلزار
اُسکی دانت تاثیر گریہ شب سی قطرۂ شبنم اِسکا زنخدان مانند بہی سکے دلفریب اُسکا
زنخدان ہمرنگ سیب اِسکی کان گل تر اُسکی نیلوفر اُسکی بیاض گلو صبح بہار کی
ہمدم اُسکی صراحی گردن مثل شاخ ثمردار پرخم اِس نار پستان کا سینہ سطح باغ وہ سینہ
صاف مثل طاؤس داغداغ اِسکی فندق حنا بند غنچۂ نو دمیدہ اور ہاتھ گلدستہ جلوہ
عروسی اسکی انگلیان فگار و خون آلودہ اور ہاتھ شاخ نہال مایوسی پیٹ اُسکا
گل زمین حسن اور کرتی پھولام کی گلدام پاٹی شکار کی اُسکا سیٹ وش گلزار عشق

اور قبا پہولونکی چادر مگر شہیدونکی مزار کی اِسکی ناف گل کمر رگ گل اُسکی ناف چشم بلبل کمر تار سنبل اسکی ساق سیمین گلبن اور کف پای نگارین عارض نازنینان چمن سے مقابل اُسکی ساق رکن رکین عہد و ثاق مگر پستی طالع سے پابگل ہنگام گلگشت طرفہ سیر دیکھنے والونکا حال غیر ہر طرف حیرت کا جوش گل دم بخود بلبلین خاموش طاؤس چاہتی تھی کہ آگر گرد پھرین سرو اس ارادیین کہ دوڑ کر قدمونپر گرین نرگس چشم نیم باز سے ٹکٹکی لگائی سوسن دہ زبان چپ گردن جھکائے صبا راز دار چمن برگ گلستان دستک زن اطفال غنچہ مسکراتی تھی نہال نہال ہوئی جاتی تھی المختصر دیدوا دید عاشق و معشوق پر کیفیت عشق طاری ہوئی محویت نے دونون دلونکو بیخبری کی خبر دی اِسکی نگاہ نے جادو کیا اُسکی چشم مست نے متوالا بنادیا بیخودی نے اور ہی عالم دکھایا یہ نڈھال ہوئی وہ لڑکھڑایا ملکہ نے وزیرزادی کے کاندھی پر سر رکھکر یہ مطلع سنایا شعر

تقدیر کی گردش سے بلا جان پر آئی
کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہی سودا

قابو نرہا دل پہ وہ صورت نظر آئی
شہزادہ جھوم جھوم کر یہ مقطع زبانپر لایا
ساغر کو مری ہاتھ سے لینا کہ چلا مین

ملکہ کو تو وزیر زادی نے سنبھال لیا مگر شاہزادی کو بیتابی خاطر نے بیہوش کر دیا
خنجر عشق کلیجے تک اُتر گیا آخر زمین بوس ہو کر غش کر گیا ملکہ نے وزیر زادی سے کہا
یہ مسافر شکستہ خاطر آفت کا مارا وطن آوارہ کیا جانے کدھر سے آنکلا ہے ہیہات
خدا کی ذات نہ یاری نہ مددگاری عجب پریشانی ہے طرفہ بیسامانی ہے غضب مین
گرفتار مصیبت مین مبتلا ہے اِسکی پریشانی مین بھی ایک شان ہے معلوم ہوتا ہے
کوئی عالی خاندان ہے شاید اسکے دل مین درد ہے کہ جب اُسکی شدت ہوتی ہے بیہوش
ہو جاتا ہے ہے ہے بیکسی اور بے بسی کے عالم مین کیا سر دھنتا ہے کیا کیا پیچ و تاب
کہاتا ہے سچ ہے بشر مجبور ہے خدا ترسی ضرور ہے غریب پر رحم کہاؤ خدا کے لیے اسے خاک سے
اُٹھاؤ گلاب کی چھپٹیے دو لخلخہ سنگھاؤ وزیر زادی اپنے ہتکھنڈونسے کب باز آتی تھی
بگڑی صورت بناکر گویا ہوئی خوب مجھے کیا پڑی ہے جو غیر ذالک کے پاس جاؤن
کیا میرا باپ بھائی ہے جو بے تکلف ہاتھ لگاؤن حضور مین خدا ترسی سے باز آئی
لونڈی سنگدل ہی سہی ملکہ نے کہا ہمین ہے ہے کرے ہماری جھتی کھائے جو اسے جاکر
نہ اُٹھائے وزیر زادی تو دل مین سمجھ گئی تھی ظاہر مین بات کو اُڑا کر قریب گئی

اور زانو پر سر رکھکی کانپین شاہزادی کی چپکی سی یہ بات کہی لیجیے ہوش مین آئیے
زیادہ غش نلائیے معلوم ہوا کہ آپ بیمار ہین جانسے بیزار ہین خدا نے مراددی
درد کی دوا ہوگئی تو آنکھین کھولو منہ سے بولو اب کیون غفلت کا پردہ پڑا ہے مسیحا آگیا
کھڑا ہے شاہزادی نے چشم نیم باز سے دیکھکر کہا زہے غریب پروری خوشا مسافر نوازی
آپ نے دل افگارونپر ترس کھایا بے دیارونکو بندۂ احسان بنایا بے نیاز اسکی جزادے
اللہ اسکا صلہ عطا کرے وزیرزادی بولی مجھپر عنایت نکیجے وہ خود بدولت جو کھڑی
ہین انکو دعا دیجیے یہ بولا مین کسی کو کیا جانون مجھپر تو حضور نے لطف فرمایا
مین نے تو آپ کے زانو پر اپنے سر کو پایا وزیرزادی نے جھیپ کر گھٹنا ہٹا لیا اور تیکھی
ہوکر جواب دیا معقول چہ خوش چرا نباشد جی مین آپ پر فریفتہ ہون سلامتی سے
اس صورت پر شیفتہ میری شامت جو مین نے کیسکے کہنے پر عمل کیا پہلے سوچ سمجھ لیا
اسنے کہا آپ خفا نہون مین نے بُرا کیا جو حضور کا شکریہ ادا کیا بندی نے تو نیازمند نہ
ایک بات کہی اچھا آپ خداترس نہ سہی وہ سہی خیر اب اتنا کیجیے کہ مجھے انکی قدمونپر لیجلکر
گرا دیجیے مین انکا طواف کرون انکے احسانکا دم بھرون وہ بولی لو اور مزے مین آئے

زیادہ اِتراتی میری عزت سوا ہوئی متوسطی کی خدمت عطا ہوئی بس ٹھنڈی ٹھنڈی
تشریف لیجائیے کوئی دلالہ ڈھونڈھکر لائی ہی یہ کیا ننھے نادان ہین بڑی بھولی
بڑی انجان ہین اِنکی پاؤن مین تو مہندی لگی ہی مین اپنی گود مین اُٹھاکر لیجاؤن
اور زبردستی کسی کی قدمونپر گراؤن شہزادی نی کہا تقصیر معاف آپ تو ہوا سی
لڑتی ہین بات بات پر بگڑتی ہین بہت خوب مین آپ جاتا ہون اور شرط خدمت
کی بجالاتا ہون یہ کہکر ملکہ کی قریب گیا اور قدمونپر گرنے کا ارادہ کیا انکا جھکنا تھا
کہ ملکہ نی سر ہاتھونپر لیکر کہا ہان ہان اری صاحب تم کون ہو کچھ خیر ہی کیسا شکریہ
کیسا احسان طرفہ سیر ہی وزیرزادی کی طرف دیکھکر کہا بھلا اوشتاہ یہ جا اچھی دل لگی
ذہن مین آئی اپنی بلا میری سر لگائی یہ بیچارہ تو عقل سی معذور ہی کیا تیری دماغ مین
بھی فتور ہی اس ہنسی مین آبرو کا نقصان ہی اری دیوانی کچھ اپنی بیگانی کا بھی دھیان
ہی چل ادھر آ اس غریب کو کسی مقام محفوظ مین لیجا ایسا نہو کوئی خفیہ نویس
لکھدی اور یہ مسافر مصیبت مین پھنسے خدا جانی یہ بلای ناگہانی کہانسے آئی اور کسنی
راہ بتائی دن دہاڑی تو مناسب نہین رات کو کسی تدبیر سی نکال دینا اور اگر کوئی

شدبد پا کر کچھ پوچھے تو بات نہین اوڑا کر ٹال دینا وزیرزادی نے کہا یہ بھی خدا کا
دیا سر پر چلو میان مسافر چلو تم چھاتی کا پتھر ہو گئے ہٹو سر کو بڑھو آگے ہو یہ ڈھیلا
کہا نسے آگرا سارا لطف سارا مزا خاک مین مل گیا ملکہ نے کہا اری بدزبان اشراف کو
پہچان یہ شخص اپنے دل مین کہیگا کن شفتلو نسے سابقہ ہوا جنھین بات کرنیکا سلیقہ نہین
کوئی انسانیت کا طریقہ نہین وہ بولی بجا ہے مجھپر بھی میان مجنون کی پرچھائین
پڑی ہے میری بھی خدا نکرے لیلی کی طرح کسی سے آنکھ لڑی ہے جب تو چبا چبا کر باتین
کرتی ہون سب کچھ کہتی ہون پھر مکرتی ہون ہے ہے میرا تو جی جلتا ہے تن بدنسے
دھوان نکلتا ہے میان مسافر نکہون تو کیا کہون اپنا دھگڑا اپنا عاشق بنالون
ملکہ بولی پھر وہی سچ مچ آپے مین نہین ہے بس زیادہ جھک نمار گو نگھا چل چخے جا لیجا
القصہ وہ مزاجدان اُس بسمل نیم جان کو بارہ دری مین لیگئی اور صحنچی مین ایک
پلنگڑی بچھوا کر یہ بات کہی لیجیے آپ یہان تشریف رکھیے آرام کیجیے ابھی کہین آنے جانیکا
موقع نہین ہے رات ہونے دیجیے ایک خواص سے کہا اری خاصدانین گلوریان بنوالا
دوسری کو حکم دیا تو حضور کی پینے کی شک بھر کر لی آ یہ بولے آپ مجھے کیون بناتی ہین

کس لیے اتنی عنایت فرماتی ہین مجھ نالائق کی یہ لیاقت ہی کہ اُس خاصدانکی
پان کھاؤن اور اُس پیچوان کو منہ لگاؤن اُسنے کہا اپنے گھر آئے ہوئے کتے کو بھی
نہین دو تکارتی ہین بھلا آدمی کیا مہمان کو لاٹھی لیکر مارتی ہین فقیر ہین یا تونگر ہین
آدمی آدمی سب برابر ہین ظاہر مین بعضے آسودہ ہین بعضے تباہ ہین مگر اپ اپنے
گھر کے سب بادشاہ ہین دنیا ظاہر پرست ہی یہان باطن پر نظر نہین صورت
سی تو پایا جاتا ہی کہ آپ بھی رئیس زادی ہین سیرت کی خبر نہین خورشید گوہر پوش نے
کہا جی وہ شخص رنگا ہوا جوگی ہی بنا ہوا بروگی ہی دکھانیکو مُنہ پر راکھ مل لی ہی
دل مین خاک اُڑ رہی ہی میری صورت اور ہی سیرت اور ظاہر کا کچھ طور ہی باطن کا
کچھ طور بندہ ٹھگ گرہ کاٹ لی بھگا اُچکا کو ہل لگانی مین پورا گھر پھاندنی مین پکا
وزیر زادی نی کہا صاحب مین نی تو زمانی کی ایک مثل کہی یہ نہ معلوم تھا کہ تم چراغ پا
ہو کر جواب دو گی مین کیا جانون خیر جیسا کہتے ہو ایسے ہی ہو گی یہ باتین آپ
ملکہ صاحب سی کیجیے گا اُنھین ایسے جواب دیجیگا آپ تو ایسی باتین کرتی ہین جیسے
کوئی چوتھی کا دُولا معقول کو اہنس کی چال چلا اپنی بھی چال بھولا ملکہ حضور پر

عاشق نہین ہوگئین ہین سلامتی ہے اور کچھ خیال نلائیے گا آپ ہی آپ دل مین
سوچ سمجھکر ذرا جامے سے نہ باہر ہو جائیگا شاہزادی نے کہا آپ تو فرما چکی ہین کہ مین
دلالہ نہین پھر یہ ڈومنی پن کس لیے ہے خیر تشریف لیجائیے جسکی بات ہے وہ اُسے
سمجھے ہوئے ہے وزیرزادی بولی چلو بات نکالی تو مزا اُٹھالیا کچھ ہو یا نہو مجھے ڈومنی تو
بنالیا کوئی بات اُٹھ نرہی قرار واقعی بدزبانی کیجیے اب گالیان دینی باقی رہی ہین
دو چار گالیان بھی دیدیجیے آپکو تو اسکا جواب کیا دون بہت اچھا مین ملکہ صاحبہ
سے جاکر ڈومنی پنکے معنے پوچھتی ہون یہ کہکر چین بجبین ملکہ کے پاس آئی اور تیوری
چڑھاکر یہ بات سُنائی آپ جانین آپکا مہمان جانے مجھے کچھ کام نہین الٰہی توبہ اس دویکی
زبان مین لگام نہین ملکہ بولی کیا ہوا کیا کہا کچھ تو نے بھی چھیڑا ہوگا اپنی خطا تو نہین
بیان کرتی ہے دوسرے پہ الٹا الزام دھرتی ہے خیر چھری کی تلے دم لے صبر کر شام ہونے دے
مین خود چلکر اسکی روبکاری کرونگی تجھے بھی اور اُسے بھی دونون کو سمجھا دونگی
وہ بولی جی ہان وقت پر جھوٹ سچ ظہور مین آئیگا کیا میان بی بی کا جھگڑا ہے کہ رات کو
فیصلہ کردیا جائیگا خدا نکرے مین کسی کی عاشق نہین عاجز نہین مجھے کیون اسطرح کی

باتین کہین ملکہ بولی کہہ تو دیا اب کیسی ان بکتی ہی ناحق آگ بگولہ بنکر ہوا سی بھڑکتی ہے
تو عاشق نہین اچھا مین عاشق ہون اب تو خوش ہوئی کیا پردی پردی مین ثابت کرتی ہی
اللہ ری شوخی وزیرزادی نی مسکرا کر سر جھکا لیا اور اِدھر اُدھر دیکھکر ٹال دیا شام کو
ملکہ وزیرزادی اور دو چار رازدار خواصونکو ساتھ لیکر شاہزادی کی پاس آئی اور نیچی
سی صدر مسند پر ہاتھ پکڑ کر لائی وزیرزادی سی کہا کسی سی کہہ دو بہت روشنی کی ضرورت
نہین فقط دو لالٹین لی آئی اور خبردار اب کوئی بے اطلاع آنی نپائی یہ سنکر ایک خواص دوڑکر
دو لالٹین اٹھا لائی ایک خاصدان لی آئی ایک پیچوان لی آئی ملکہ نی خاصدان کھولکر
گلوری دی اور کہا بس ادب شناسی ہوچکی کھل کر بیٹھیے دل کھول کر باتین کیجیے
تکلف برطرف لحاظ موقوف اپنا اسم شریف بتائیے کچھ وطن شریف کا پتا دیجیے کہان سی
آنا ہوا کہان تشریف لیجائیگا آگی بڑھنی کا قصد ہی یا یہین قیام فرمائیگا اس شہر
مین کس طرح تشریف لائی یہان کیونکر آئی شاید اس باغ مین آئی ہوئی تھی بند و بست کی وقت
تک پہنچ نسکی یہ خواجہ سرا کمبخت ایسا ہلڑ مچاتی ہین کہ آبرو دار بیچاری گھبراتی ہین خوب ہوا
کہ مین آئی تھی اگر بڑی حضور آئین ہوتین تو قیامت ہو جاتی خدا جانی کیا غضب ہوتا

کیا آفت آئی رسیدہ بود بلائی ولی بخیر گذشت ہر چند کہ وہ بھی اشراف کو پہچانتی
بھلے آدمی کی قدر جانتی ہین مگر غصہ ستم ہی ساری محل کا لبون پر دم ہی لو مین تو اپنی
داستان کہنی لگی لا اب آپ اپنا حال فرمائیے ہمپر تو یہ گذرتی رہتی ہی کچھ اپنی بیتی
سنائیے شاہزادہ نے کہا کچھ نہ پوچھیے یہ ایک افسانہ طولانی ہی جس سی انسان کو وحشت ہو
یہ وہ کہانی ہی اپنی تباہی کی کیفیت کیا کہون مختصر یہ ہی کہ مین فلانی جگہ کا رہنیوالا ہون
شکار کھیلنی نکلا تھا اتفاق سی یہان آگیا ملکہ بولی معلوم ہوتا ہی آپ اُس شہر کے
رئیس ہین یا بادشاہ جب ہی ہم لوگون کی سب طریقون سی خبردار ہین سب باتون سی
آگاہ ہین وزیرزادی سی مخاطب ہوکر کہا ہای کمبخت شرافت بھی کیا چیز ہی اسکا جلوہ
ہر حال مین نظر آتا ہی شریف ہزار محجوب الخلقت ہو مگر رویت سی سب پتا لگ جاتا ہی
اُسنی کہا جی ولی کو ولی پہچانتا ہی موتی کی قدر بادشاہ جانتا ہی یا جوہری جانتا ہے
ع قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری آپ تو میرا فیصلہ کرنے آئین تھین یا ت کی
شان دیکھکر محو ہو گئین یہ باتین تو چار پہر نہ تمام ہونگی رات بڑھتی ہی آپ آرام کرین
تو کرین نہین مجھی اجازت ہو کہ مین جاؤن چلو میان روس کی رئیس زادی غور کی

شہزادی تمہین تو مین مُہری کی راہ سے نکال آؤن ان بی بی کا کچھ نہ بگڑیگا صبح کو
مجھپر آفت آئیگی میری ناک چوٹی مفت مین کاٹی جائیگی ملکہ نے کہا اری علامہ تو
اس قابل ہے کہ تیری زبان گُدّی سے کھینچ لے سوا میرے اور کوئی ان باتون کو کیا سمجھے
مجھپر بھی آوازے آتی ہے اس بیچاری کو بھی بناتی ہے ایک کو سمجھاتی ہے ایک کو
دھیرا کرتی ہے اری تیری بوٹی بوٹی کاٹی جائے تو مجھے آہ نہ آئے وہ بولی دور پار
میرے دشمنون کی کیا خطا ہے اس زمانے مین خیر خواہی کی یہی سزا ہے مجھے کیا آپ اپنے
فعل کی مختار ہین مین نہ آتو ہون نہ اُستانی نوکر کی بات مانی مانی نمانی نمانی
لیجیے مین تو جاتی ہون کل کو اگر بڑی حضور پوچھین گی تو اپنے سچ پر قسم
کھالونگی صحنک پر ہاتھ رکھدونگی بڑی روٹی اُٹھالونگی کہ مین نے بہتیرا سمجھایا لیکن
مرشد زادی کی کچھ دھیان مین نہ آیا ملکہ نے مُنہ بنا کر کہا جا دفان ہو کون سوئی
تھُتکاری کے مُنہ لگ کر پریشان ہو یہ سنکے وزیرزادی اُٹھ گئی خواصون نے
بھی اپنی اپنی راہ لی پھر تو نہ معشوق کو تاب حجاب رہی نہ عاشق کو یارای ضبط
رہا اسنے اپنا حال دل کہا اسنے اپنا حال دل کہا ملکہ نے اپنی مہر و محبت کا اقرار کیا

شاہزادی نے اپنے شوق و اشتیاق کا اظہار کیا اشعار

رو کر یہ کہا کہ اے گل اندام | سرمایۂ ناز و عیش و آرام

ای نیر اوج دلربائی | ای کوکب برج خود نمائی
ای دلبر دلربا و دلدار | ای راحت جان عاشق زار
ای صورت حسن عالم افروز | ای معنی نقش حیرت آموز
صورت نے تری مجھے لبھایا | آئینے سے حیرتی بنایا
الفت تری ہو گئی گلوگیر | بت بن گیا دیکھکر وہ تصویر
آخر نہ قرار دل کو آیا | یہ شوق یہ جذب کھینچ لایا
تا چند یہ عشق کی کہانی | مین عاشق جان بلب ہون جانی
ہی حب وطن نہ یاد گھر کی | نہ پاؤن کی ہی خبر نہ سر کی
آوارۂ کوہ و دشت و ہامون | لیلی جو ہی تو تو مین ہون مجنون
نالون سی زبان کو کام ہر دم | لب خشک ہین نم ہی چشم پرنم

ہے دیدۂ شوق محو دیدار | مشتاق وصال ہے دل زار

صد شکر کہ آرزو بر آئی	اللہ نے شکل یہ دکھائی

اس تقریر سے ملکہ کے دلپر تاثیر ہوئی کہ بے اختیار آنسو نکل آئے دونون طرف ولولہ شوق ہوا ادھر عاشق نے ہاتھ بڑھائے اُدھر معشوق نے ہاتھ بڑھائے ایک مرتبہ دونون کو جوش ہوا طالب مطلوب سے اور مطلوب طالب سے ہم آغوش ہوا ہاے وہ عاشق کی بیتابی وہ معشوق کی بیحجابی اِدھر توجہ اور التفات ادھر بیچینی کی بات کبھی مُنہ پر منہ رکھدیا کبھی لب پر لب رکھکر اظہار اشتیاق کیا اُدھر کرشمہ وناز اِدھر تمنا اور نیاز اُدھر ذراسی جھجک تھوڑی سی آن بان ادھر بالکل بے تکلفی کے سامان ادھر شہوت نفسانی اُدھر ولولہ روحانی

تھے مائل تاک بست دونون	بے کیف شراب مست دونون
عاشق کا لپٹ کے پیار کرنا	معشوق کی سسکیان وہ بھرنا
بوسے کا ادھر [illegible]یاں آنا	شرما کے وہ اُس کا مُنہ پھرانا
تھا محرم راز [illegible] یہ سب ہے	چولی دامن کا ساتھ یہ سب ہے
بلبل کو وصال گل کا تھا جوش	پروانہ تھا شمع سے ہم آغوش

کس شوق سے تھا ہم بغل گیرا	گویا تھا یہ آئینہ وہ تصویر

شاہزادہ تو بالکل مدہوش تھا مگر ملکہ کو کچھ کچھ ہوش تھا جب یہ کچھ اور ارادہ کرتا تھا
تو وہ ٹال دیتی تھی بنحو دیگر عالم مین بھی بگڑی ہوئی بات کو بنا لیتی تھی ہر بار
یہ کہتی تھی خورشید گو بہر پوش ہوش مین آ دیکھ کچھ اور خیال دلمین نہ آنے پائے
ایسا نہو کوئی گل پھولے پردہ فاش ہو جائے اللہ یہ دن بھی دکھائیگا اگر ہم تم
زندہ ہین تو وصل حقیقی بھی ہو جائیگا طرفۃ العین ہین آسمان نے گردش کی
پلک مارتی مین تقدیر سو گئی ہنوز جی بھر کے بوس و کنار نہوا تھا کہ صبح ہو گئی شعر

تھی شب وصل کھل گئی جو آنکھ	رنگ فق ہو گیا سحر کو دیکھ

سفیدی کی طلوع سے دونون پر بجلی گری موذن کی تکبیر سے دونون کے دلون پر
چھری پھری طائرونکی آواز تیر کی آواز ہو گئی نسیم سحری ہوای ناساز ہو گئی عاشق
گھبرا کر معشوق کا منہ دیکھنے لگا ملکہ نے تسلی دیکر کہا کیوں [illegible] تے ہو خدا کو یاد کرو
کیا آج ہی کی رات تھی بس فرصت کی یہی بات تھی پھر روح شاد کام ہو گی
پھر شام ہو گی وضو کرو فریضۂ سحری ادا کرو اللہ سے اطمینان خاطر کی دعا کرو

ہای تم نے اپنے ساتھ مجھے بھی ستیاناس کیا نہ اپنی وضع کا نہ میری ننگ و ناموس کا
پاس کیا پہلے انجام کا خیال نہ آیا آپ دیوانی ہوئی مجھے بھی دیوانہ بنایا اب جو
ہونی ہو سو ہو جو کچھ تقدیر دکھائے وہ دیکھو جب تک میری جا نمین جان ہی ہر اسان
نہو شوق سے اس باغ مین رہو مین دوسری تیسری صورت دکھا جایا کرونگی
کسی نکسی بہانے سے آیا کرونگی یہ باتین ہو رہی تھین کہ وزیرزادی نے آکر تسلیم کی
ملکہ نے مسکرا کر یہ بات کہی پھر تو آئی پھر یہ منحوس صورت دکھائی وہ بولی نگوڑے
دلسے مجبور ہون بے دیکھے بھی تو چین نہین آتا کیا کرون جی تو یہ چاہتا ہے کہ عمر بھر
صورت نہ دکھاؤن آپ کو اور ان ولی کامل کو یہین چھوڑ کر چلی جاؤن لیکن مصلحت
کی بات نہین دشمنونکے طعنونسے نجات نہین انجان اپنی جگہہ پر کہینگے کہ بڑی
نالائق تھی ایسی ولی نعمت کو چھوڑ کر بیٹھ رہی گستاخی معاف ہاتھ مُنہ دھوئیے
ہوشمین آئیے آئینہ دیکھیے زلفین بنائیے کیا کسی سے دھینگا مشتی ہوئی ہے سلامتی سے
خوب درستی ہوئی ہے دیکھیے آگے انچل ڈالیے چھوٹے کپڑیکو سنبھالیے غرض اُس
گرما گرم نے ایسی شوخیان کین کہ ملکہ نے شرما کر آنکھین جھکا لین اشارے سے کہا ذرا

میرے پاس آجب وہ پاس آئی تو چپکے سے بولی نصیبونکا لکھا تو پورا ہوا سوچ یہ ہے
کہ دیکھیے اب کیا ہوگا میرا جی چاہتا ہے کہ انھیں اسی باغ مین رکھون اور ہفتے مین
دو ایک مرتبہ آیا کرون لیکن اندیشہ مآل ہے افشاے راز کا خیال ہے وہ بولی مین اسکا
بندوبست کیے لیتی ہون ابھی سب درستی کیے دیتی ہون کچھ اسکا تردد نفرمایئے منہ ہاتھ
دھوئیے حقہ پیجیے پان کھایئے یہ کہکر اٹھی اور باغبانونکی چودھری کو بلوا کر یہ بات کہی
کہ میری منہ بولی بہن بیمار ہین وہ یہان رہکر دل بہلائینگی اور دو چار دنکے بعد
جب طبیعت بحال ہو جائیگی تو چلی جائینگی خبردار کوئی مرد اس باغ مین نے آئے پائے
بلکہ عورت بھی نجانے پائے انھیں خفقانکی بیماری ہے غیر ذالک کو دیکھکر گھبراتی ہین
راتدن منہ لپیٹے پڑی رہتی ہین پہرون لونڈیونکو سامنے نہین بلاتی ہین اور جب
بڑی حضور کے آنے کی خبر ہوگی تو مین کہلا بھیجونگی بلکہ انھین ایک دن پیشتر بلا لونگی
دیکھ خبردار جسطرح کہدیا ہے اسیطرح عمل مین لانا بلکہ دو چار دن رات کو بھی اپنے گھر
نجانا اُسنے ہاتھ باندھکر عرض کیا بہت خوب جیسا حکم ہوا یونہی ہوگا وزیرزادی
بولی ہان بھیا مین بہت خوش ہونگی خاطر جمع رکھ تجھے اسکا انعام دونگی

یہ کہکر پانچ اشرفیان اُسی چپکے سے دین اور بولی یہ تو لیجا باقی پھر کسی دن سمجھا
جائیگا وہ تو خوش خوش دعائین دیتا ہوا اپنی طرف راہی ہوا یہ مسکراتی ہوئی
ملکہ کے پاس آئی کہا لیجیے حضور مبارک ہو لونڈی یہ حکم بھی بجا لائی ملکہ نے پوچھا کیا تدبیر
کی اُسنے سب کارگزاری کا نمین کہدی شاہزادی یہ سنکے بشاش ہو گئی اسنے
خواصونکو آواز دی اری حضور کا مُنہ ہاتھ آکر دھولاؤ کنگھی آئینہ لاؤ سنگھاردان لاؤ
شاہزادی کیطرف دیکھکر کہا ابھی ماندگی سفر کی نہین اُتری ابھی سستی طبیعت کی
نہین گئی آئیے یہان تشریف لائیے غسل کا سامان کیجیے چوکی پر جائیے خورشید گوہر پوش نے
کہا کیا آپ خواب مین آئی تھین جو بندیکو نہانی کی احتیاج ہوئی میری تو تمام
رات آنکھ نہین جھپکی مجھے کیون غسل کی حاجت ہونے لگی وزیرزادی بولی آپکے
خواب مین آنے والی سلامت رہین مین کیون آتی مجھے کیا پڑی تھی کہ خدا واسطے اگر
سوتی فتنہ کو جگاتی اچھا غسل شیطانی نہ سہی رحمانی سہی کچھ دلکی نیت سہی کچھ
زبانی سہی ظاہر مین آپ ایسے ہی پارسا ہین ایسی ہی باخدا ہین انھین عورتکے
نام سے نفرت ہی بڑی نیک بندی ہین بُری کام سے نفرت ہی ملکہ بولی جب تک تو

دو دو نوکین اڑنہین لیتی چین نہین آتا کچھ نہو پر شنہ آئی رہا نہین جاتا ارے اچھونکو
بُرا سمجھنا انصاف سے دور ہے جناب مریم کی عصمت اور حضرت یوسف کی پاکدامنی
مشہور ہے پاک محبت مین مزا ہے نگوڑے بُرے کام مین کیا ہے تو بھی کتنی بیوقوف ہے
عشق مشق کیا اسی پر موقوف ہے وہ بڑا احمق ہے جو جان بوجھکر جھک مارتا ہے حرام کو ٹھہے
پر چڑھکر پکارتا ہے وزیرزادی سمجھی کہ ابھی وہ بات نہین ہوئی گردن ہلا کی چپ ہو رہی بس
پہر دن چڑھے تک یہ چہل پہل رہی یہ دل لگی رہی یہ چہل رہی ہنگام چاشت کھانا
آیا انھین دو تین آدمیون نے تخلیے مین بیٹھکر کھایا ملکہ نے شاہزادیسے کہا لو صاحب
مین تو جاتی ہون تم یہان رہو اپنے بس کی بات نہین مین بھی مجبور ہون تم بھی مجبور ہو
کہکر سواری مانگی عاشق کو روتا ہوا چھوڑ کر روتی ہوئی سوار ہوئی اِدھر ملکہ کا محل
مین داخلہ ہوا اُدھر بادشاہ کو یہ پرچہ گذرا کل ایک شخص مسافر صورت فقیر
وضع ایک اِکہ الماس کا بیش قیمتی فلان افسر کو رشوت مین دیکر گلزار ارم مین گیا
اور جب ملکہ کی سواری آئی تو خواجہ سراؤنسے غفلت ہوئی کہ شاہزادی اُتر کر باغ مین
گئی اور وہ مسافر وہین رہا بلکہ ابتک وہ شخص وہین ہے اور کسی کو خیال نہین زیادہ خداوند

آگے عرض کی مجال نہین بادشاہ یہ پرچہ پڑھکر آگ ہو گیا اس عاشق شوریدہ سر اور
اُس سپاہی بندۂ زر کی گرفتاری کا حکم دیا تمام دربار مین تہلکہ پڑ گیا لوگ دوڑے اور
فوراً اُن دونون کو لا کر حاضر کیا پہلے اُس افسر پر عتاب ہوا اور خانہ تلاشی مین
الکہ بھی دستیاب ہوا جہان پناہ نے اُس جواہر نایاب پر جو نگاہ کی تو کمال حیرت
ہوئی کبھی اُس الکہ کو دیکھتا کبھی شاہزادہ کو دیکھتا یعنی کجا یہ فقیر کجا یہ جواہر بیش بہا
کہا اے شخص تو کون ہے بولا مسافر سر راہ پوچھا نام کیا ہے کہا عبد اللہ فرمایا یہ الکہ کہان
پایا جواب دیا مفت ہاتھ آیا کہا باغ مین کیون رہا بولا سرا سمجھا بادشاہ غصے مین
مبہوت ہو رہا تھا چاہتا تھا حکم قتل دے کہ وزیر نے کان مین جھک کر عرض کیا اسکی
گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جوہر قابل ہے پیر و مرشد یا یہ شہزادہ ہے یا کوئی عارف
کامل ہے اسمین کچھ نکچھ اسرار کچھ نکچھ سبب ہے خداوند نعمت یہ مقدمہ غور طلب ہے اگر
حضور کو تحقیق منظور ہے تو دو ایکدن کا تامل ضرور ہے سلطان والا شان نے وزیر خوش تدبیر
کی راے کو پسند کیا بعد تامل اُس افسر کی نسبت حکم قید اور شاہزادہ کی نسبت حکم
نظر بندی فرمایا یہ خبر جو ملکہ کو معلوم ہوئی کہ سرکار مین پرچہ لگا اور شاہزادہ گرفتار ہو گیا

دم نکل گیا کہا وای تقدیر جس بات کا اندیشہ تھا آخر اُسیکا سامنا ہوا

یہ خبر تھی کہ خنجر خون ریز
یہ وقایع تھا یا کہ دشنۂ تیز

دلپہ رنج والم ہوا طاری
ہوئے آنکھونسے اشکِ خون جاری

جان رنجور تن مین گھبرائی
دفعتاً منہ پہ مُردنی چھائی

ہو گئے زرد عارضِ گل رنگ
دل پہ برچھی لگی جگر پہ خدنگ

یک بیک زندگی سے یاس ہوئی
اوڑ گئے ہوش بدحواس ہوئی

دیکھکر آسمان کو اک بار
روکے بولی کہ او جفا کردار

ہاے کب کا عوض لیا تونے
ارے ظالم یہ کیا کیا تونے

جسکا ڈر تھا وہی گھڑی آئی
وای تقدیر واے رسوائی

راحت اک دم کی دم اُٹھائی تھی
نوبت وصل بھی نہ آئی تھی

کہ ہوا رشک او ستم ایجاد
شاد ہوتے ہی کردیا ناشاد

اسی اضطراب مین وزیرزادی کو بلوا کر کہا جو مین کہتی تھی وہی ہوا یا نہوا ہی ہی اسی دنکو روتی تھی ہی ہی اسی فکر مین جان کھوتی تھی ہای میری لیے اس غریب کو

یہ آفت آئی ہاے آبرو بھی گئی جان بھی گئی خاک میری اس زندگی پر اتو جینی سی
دل ہٹ گیا زمانی سے کے صدمی اٹھا کر کلیجہ پھٹ گیا لی مین تو زہر کھا کی لیتی ہون
جان دی دیتی ہون نہ زندہ رہونگی نہ صدمی سہونگی وزیرزادی بولی کچھ خیر ہی
شدنی کو کوئی کیا کری انقلاب تقدیر کی کیا دوا کری ابھی آپ نی دیکھا کیا ہے
یہ تو عشق کا اک ادنی سا کرشما ہی یہ وہ پتھر ہی کہ شیشۂ ننگ و ناموس کو توڑتا ہی
یہ عاشق اور معشوق دونون کو ہی رسوا کیے نہین چھوڑتا ہی اس خانمان خرابکی
عجب کارخانی ہین جہان اسکا نام سنا پھر دوست دشمن ہین اپنی بیگانی
ہین چاہ کی افتاد کوئی حضرت یوسف سی پوچھتا عشق کی روداد کوئی زلیخا سی سنتا
جب دل دیا اور عذاب جان پر لیا پھر رونا پیٹنا کیا اس راہ مین لپرجبر چاہیی اس مصیبت
مین صبر چاہیی خدا سی التجا کرو اللہ سی دعا کرو وہ کارساز ہی بندہ نواز ہی میرا دل
گواہی دیتا ہی کہ یہ آفت بہت جلد ٹل جائیگی خدا نکری کسی کی آبرو پر حرف آئیگا
نہ جان پر نوبت آئیگی ابا جان اما جان سی یہ حال کھ رہی تھی مین چپکی چپکی سنا کی
مجھے اسکی ساری کیفیت ساری حقیقت معلوم ہوگئی ابا نے حضرتکو سمجھا دیا

کہ یہ کوئی شہزادہ ہی اب قبلہ عالم کا کچھ اور ارادہ ہی اسی قید نہین کہتی یہ برائی مصلحت چشم نمائی ہی ایسی بھڑکتی ہوئی آگ کا ٹھنڈا ہو جانا فقط اُسکی کبریائی ہی اُسکی رحمت سے بگڑا ہوا کام سنورتا ہی اضطراب سی کچھ فائدہ نہین دیکھو تو مسبب الاسباب کیا کرتا ہی ملکہ نی کہا ایسی نصیب کہان اب مین کہان وہ غریب کہان مین خوب جانتی ہون کہ عشق کا یہی انجام ہی مگر دلکو کیا کرون کہ اسکی ہاتھونسی کام تمام ہی ہای رہ رہ کر جی گھبراتا ہی نہ چین آتا ہی نہ قرار آتا ہی وزیرزادی جون جون سمجھاتی تھی شاہزادی اور مضطرب ہوتی جاتی تھی نہ کھاناتھا نہ سوناتھا ہر گھڑیکا تڑپناتھا ہر گھڑیکا روناتھا کبھی اپنی بیگانی کی آنکھ بچاکر اشک بہاتی تھی کبھی لوگون کو دیکھکر آنسو پی جاتی تھی کبھی بیقرار ہو کر محلسرا کی کوٹھی پر جاتی اور جس مکان مین شاہزادہ نظر بند تھا

اُس طرف دیکھکر یہ سناتی نظم	ہای اسے میرے عاشق و شیدا
دن ڈھلا شام غم ہوئی پیدا	یہ مصیبت کہان یہ قید کہان
ہای ای میرے یوسفِ زندان	معاذ اللہ عجب آفت تھی عجب مصیبت تھی

بس اسی بیقراری اور آہ وزاری مین رات گذری صبح کو دستور المعظم حسب دستور

دربار شاہی مین حاضر ہوا اور پایہ تخت کو بوسہ دیکر عرض کیا جبتک اُس
مقدمہ کی تحقیقات عمل مین آئی حکم ہو تو وہ آکہ جواہر خانہ مین لکھوا دیا جائی
فرمایا اچھا کیا مضایقہ چنانچہ جواہر خانیکا داروغہ طلب ہوا اور وہ جواہر خوش جوا
اُسکی سپرد کیا گیا حسن اتفاق دیکھیے بسبب پیرانہ سالی کی وہ آئینہ اُسکی دست مرتعش
سی گرا اور ٹوٹ گیا اسکی تہ مین ایک کاغذ تھا اُسپر کچھ
تحریر تھا فی المثل وہ نوشتہ نوشتۂ تقدیر تھا وہ کاغذ تھا یا صورت حال تھا وہ کتاب
تھی یا قلم کی کھچی ہوئی تصویر تھی وہ ننگ آئینہ اسکندر تھا وہ خانہ آئینہ کا گھر تھا وہ تحریر
ارسطو کی تحریر تھی خورشید گوہر پوش گویا پیغمبر تھا اور وہ صحیفہ کتاب آسمانی تھا ہر نقطہ
اُسکا آیہ ہدایت اور ہر فقرہ اعجاز کی نشانی تھا جب وہ خط پڑھا تو اور اعتقاد بڑھا بادشاہ
نے پوچھا کیا ہے عرض کی کسی مولود کا زایچا ہے حضرت نے جو اُسے آپ ملاحظہ فرمایا تمام
حال آئینہ پایا وہ زائچہ کسی بڑے طالع شناس نے بنایا تھا زائچہ کیا بنایا تھا معجزہ دکھایا
تھا تمام حال ما کان و ما یکون قلم بند کر دیا تھا سب خانونکو کیفیت واقعی سے بھر دیا تھا منجملہ
یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مولود عاشق تن ہوگا پندرھوین برس یہ صورت پیش آئی ہے

یہ پشیانی تحریر پشیانی ہی ظل سبحانی نے اُس مضمون کو وحی جانا کہا ہان ذرا
اُس لڑکی کو لانا وزیر بولا خانہ زاد اُس صاحبزادیکو ابھی لایا بس شہزادہ ہاتھون
ہاتھ آیا حضرت نے بکمال التفات یہ بات کہی تم خورشید گوہر پوش کو جانتے ہو
اِسنے کہا جی پوچھا یہ کون ہی بولا سلطان ابن السلطان فرمایا اسکا وطن کہان ہی
کہا فلان شہر جنت نشان ارشاد ہوا اسکی کیفیت جسقدر معلوم ہو حضور مین بکم و
کاست عرض کرو اِسنے کہا یہ شاہزادہ اعلی نسب والاحسب بجمیع صفات جمیلہ متصف
ہی ایک زمانہ اسکے فضل و کمال کا معترف ہی حکمت مین بیر ہی فطرت مین جن آج
اللہ کی قدرت ہی خدا کی شان ہی حسین جمیل بہادر سخی عالم کامل جوان صالح
متقی مشہور ہی کہ اندنون شکار کو نکلا تھا ایک ہرن کی تعاقب مین گھوڑا ڈالا
لشکر سی جدا ہو گیا اتفاقیہ باغ سلیمانی مین جا نکلا اور محمود شاہ نامی درویش
حقیقت کیش کی خدمت مین پہونچا وہان کسی شاہزادی کی تصویر تھی اُسی
دیکھکر عاشق ہوا کہتے ہین کہ اب دیار یار کی راہ لی ہی بمصداق اَلسَّعیُ مِنّیِ وَالاِتمامُ
مِنَ اللہِ آزمایش تقدیر کی ہی بادشاہ نے کہا پھر وہ اُس مقام تک پہونچا یا تباہ ہوا

کہا نہیں بافضال خدا پہونچا مکرر ارشاد کیا بھلا وہ کون مقام ہی یہ بولی کسی جواہر کی نام پر اِس شہر کا نام ہی اَلْکِنَایَۃُ اَبْلَغُ مِنَ التَّصْرِیْحِ کی یہی تصریح ہی اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃ کی یہی توضیح ہی بہمہ وجوہ تصدیق ہو گئی کہ وہ شاہزادی یہی شاہزادہ ہی بسبب اتحاد ازلی اور مشیت ایزدی دل گرفتہ و دلدادہ ہی وزیر نی اشارے سے عرض کیا دیکھیے غلام نے یہ کہا تھا یاقوت شاہ وہ شادی کا رقعہ لیے ہوئے اٹھا اور مسکراتا ہوا داخل محل ہوا چلتے وقت وزیر سے یہ کہتا گیا کہ اِس لڑکی کو حمام میں لیجاؤ اور نہلا دھلا کر پوشاک بدلواؤ ملکہ مہ جبین کی پاس جاکر یہ سب حال کہا اور دیر تک میان بی بی مین باہم مشورہ رہا غرض اُس نوشابہ دوران نے بادشاہ سے کہا کہ صاحب آخر یہ فرض ادا کرنا ہی کہین نہ کہین اِس ناکتخدا کو کتخدا کرنا ہی شکر کا مقام ہی خدا نے گھر بیٹھے لڑکا بھیجدیا قربان اُسکی کارسازی کے بڑا کام کیا نام خدا بر بھی اچھا ہے گھر بھی اچھا ہی اب سوچنا اور تامل کرنا بیجا ہی مثل مشہور ہی مشرق کی بیٹی مغرب کا بیٹا گویا یہ سنجوگ دونون کی جنم پتری مین لکھا ہوا تھا آگی صاحب تمھین اختیار ہی میری بات کا کیا اعتبار ہی یاقوت شاہ نے کہا نہین میری بھی رای یہی ہی وزیر اعظم نے بھی

اسکی صلاح دی ہی بہتر اچھا شادی کا سامان کرو اچھی تاریخ اچھی ساعت اچھا
دن دکھلوا باہر نکل کر وزیر سے کہا تو خورشید گوہر پوش کو اپنے گھر لیجا اور جو روز عقد
قرار پائی اسدن برات لیکر آوہ بولا بہت مبارک سبحان اللہ اس بات کی کیا بات ہے
ماشاء اللہ طرفین مین درجۂ مساوات ہی خانہ زاد کی بھی یہی صلاح تھی حضور تو
روشنضمیر مین عرض کرنیکی نوبت بھی نہ آئی یہ کہکر تسلیم کی اور دیوان خاص سے
باہر آیا آتے ہی ایک ہاتھی جڑاؤ ہودیکا منگوایا آپ خواصی مین بیٹھا شاہزادی کو آگے بٹھلا
بکمال حشم و خدم نہایت تزک اور جلوس سے اپنے گھر لایا گھر گھر یہ چرچا ہوا اسنے اُس سے
اُسنے اس سے کہا بادشاہی محلات مین بہی دھوم ہوئی الٰہی شکر نسبت شاہزادی
کی ٹھہر گئی اباچھو چھو دادا ئیون نے دولھن کی مان کو آگر مبارکباد دی وہ بولی ہان
بی بیو خدا نے تم سب کی سُن لی وزیر زادی ہنستی ہوئی شاہزادی کے پاس گئی
اور چٹکی بجاکر بولی کچھ نسبت کی بھی خبر ہی کہیں عاشق کی آہ مین اثر ہی یا معشوق کی
آہ مین اثر ہی ابھی تو آپ آٹھ آٹھ آنسو رو رہی تھین کسقدر بیتاب تھین کیا کیا بیقرار
ہو رہی تھین ابھی اضطراب تھا ابھی دل ٹھہر گیا اللہ کیا ہنسی کو ضبط کیا ہی کہا تاکلک

منہ پھیر لیا ہی ذرا ادھر توجہ فرمایئے یہ ہنستے ہوئے لب چمکتی ہوئی پیشانی بندیکو
بھی دکھایئے ملکہ نے ہنسکر کہا آج محل مین مبارکباد کیسی ہی کس امر کی شادی ہی
کس بات کی خوشی ہی کچھ تجھے بھی خبر ہی کچھ تو بھی سُن آئی کیا شاہزادی نے قید سے
رہائی پائی وہ بولی مین کیا جانون کیا مین کیسکی خبر پوچھتی پھرتی ہون اور بالفرض
جانتی بھی ہون تو کیون کہون گھبراہٹ کیا ہی جلدی کیا ہی جب میراجی چاہیگا
بتادونگی کچھ مٹھائی کھلائیگا چراغی چڑھائیگا تو خیر ایک خوشخبری سنادونگی ملکہ نے
کہا جلدی کہہ کیا ہوا یہ بولی ہوا کیا فضل خدا ہوا حضرت کو اُن ولی کامل کا شاہزادہ
ہونا ثابت ہوگیا وہ صورت اور سیرت دیکھکر فرمایا ہمنے اس لڑکی کو اپنا بیٹا کیا
میری چھوٹی بہن سے انکی نسبت کا پیغام دیا ہی اباجان نے بھی حسب الحکم اقرار کرلیا ہی
اب دو چار دنمین شادی ہوجائیگی کہین سے مانجھا آئیگا مہندی آئیگی کہین سے ساچق
آئیگی برات آئیگی ملکہ بولی الٰہی شکر اُس غریب کی جان بچی خدا نے بڑی بلا سے نجات دی
اور بیاہ برات کو مجھے کیا سناتی ہی ناحق اٹھلا اٹھلا کر باتین بناتی ہے تو ہویا تیری
چھوٹی بہن ہو مجھے کیا اری دیوانی اری خبطن ہوش مین آ اس زمانیکی رنڈیونکا

یہ حال ہی کہ خوش قطع مرد کو دیکھکر پھیلی جاتی ہین ایک کو سائی ایک کو بدھائی اس سی آنکھ لڑاتی ہین اُسپر مُنہ آتی ہین چھاتین پھوئین ایسی چھنالون کی سائی سی خدا بچائی اللہ کسی کی بہو بیٹی کو انکی پاس نہ بٹھائی وزیرزادی نی کہا گستاخی معاف کو فسادرخت ہی جسی ہوا نہین لگی ظاہر مین سب پارسائی کا دم بھرتی ہین بڑی بڑی نیک زمین بڑی بڑی عصمت والیان برقع مین پہچپڑی کھاتی ہین گھونگھٹ کی اوٹ مین نوالی نوش کرتی ہین حضور برہم نہون دشمنونکا چیتیا نہوگا آپکا چاہتیا اور ونکا چاہیتا نہوگا لیجیے مبارک یہ حضور کی شادی کا بیان ہی اللہ رکھی خانہ آبادی کا سامان ہی بادشاہ نی شاہزادی کو خلعت سرفرازی سی سرفراز کیا شادیکی تاکید کی خانہ دامادیکا حکم دیا اباجان سی فرمایا کہ لڑکیکو اپنی گھر لیجاؤ دولھن کی مان دولھن کو سنواری دولہ کو تم سنوار کر لاؤ اب کوئی دنمین تخت کی رات آتی ہی اسی ہفتی مین تاریخ بھی مقرر ہوئی جاتی ہی یہ سنکی ملکہ کی مُنہ پر سرخی آگئی آنکھین جھکا کر چپکی ہو رہی وہان یاقوت شاہ جو محل مین آیا تو دولھن کی مان نی کہا صاحب مین اس تجویز مین ہون اگر تم کہو تو ایک نظر لڑکی کو بلا کر دیکھ لون بادشاہ نی کہا مجھسی کیا پوچھتی

شوق سے بلابھیجو ملکہ کی مان نے نواب ناظر سے کہا یہان تم ذرا جاؤ اور لڑکے کو
اپنے ساتھ لے آؤ المختصر اُدھر لوگ شاہزادی کے لینے کو گئے ادھر اپنے پرائی بڑی بوڑھی
سب آکر جمع ہوئی صحن مین تختونپر چاندنیون کا فرش ہوا بیچمین کارچوبی تکیہ لگے گو
شہانہ مسند تکیہ لگا دیا اتنے مین خواصون نے دھوم مچائی یعنی خبر آئی کہ لڑکا آیا غرض
نواب ناظر بعد بندوبست خورشید گوہر پوش کو اپنے ساتھ لایا اور مسند پر بٹھایا
بیبیان سب اپنی اپنی جگہہ مشتاق تھین ایک مرتبہ چلمن کے پاس آکر جھانکنے لگین
کسینے دور سے چٹ چٹ بلائین لین کسی نے منہ اُٹھا کر دعائین دین ایک نے کہا
ماشاءاللہ چاند ہے دوسری نے کہا چشم بد دور چاند بھی اسکے سامنے ماند ہے کوئی بولی
اللہ رکھے کیا جوانی ہے کوئی بولی نام خدا یوسف ثانی ہے کسی نے کہا یہ تو گلاب ہے
سلامتی سے جیسی دولھن چاند ہے ویسا ہی یہ آفتاب ہے ساس نے سجدہ شکر کیا کہ
خدا نے ایسا گوہر شاہوار دیا اسوقت کی شادی کا کیا ذکر کیا جائے وہ خوشی کیا بیان مین
آئے سکی باچھین کھلی تھین گھر بیٹھے مرادین ملی تھین اندر سے ایک کشتی مین طرہ بدھی
جیغہ سرپیچ آیا اور برائے شگون شاہزادی کو پہنایا اسوقت تکلفات رسمی رسوم تکلفی کہ

سو توقف رکھا اسی شگون پر اکتفا کیا گیا اور بعد رخصت شاہزادی کے تاریخ
اور دن بھی دکھلوا کر کہلا بھجوایا

رفتن ساچق از طرف نوشاہ بمکان عروس و آمدن مہندی از جانب عروس باہیان نوشاہ رشک دہم ور وس

خبردار ساقی کھلا لالہ زار
مبارک ہو شادی کہ آئی بہار

دولھن بن رہی ہے عروس چمن
براتی ہین گل باغ ہے انجمن

ترنم سرا ہین نوا سنج باغ
مرادونکے روشن ہوئے ہین چراغ

نہ بلبل کو کھٹکا نہ گل کو حجاب
اُلٹتے ہین غنچے بھی رخ سے نقاب

زبان زد یہی ذکر معلوم ہے
مبارک سلامت کی اک دھوم ہے

مہیا ہین اسباب عشرت تمام
کہین دور محفل کہین دور جام

بنے چاند نوشاہ خورشید ہے
شب جشن ہے روز امید ہے

دکھا جلوۂ جشن بنت العنب
یہ پردہ غضب ہے غضب ہے غضب

یہی فصل ہے یادگار شراب
نہین لطف نوروز بے آفتاب

سی ارغوانی پلا سبے درنگ	نکھر جائے محفل بدل جائی رنگ

مطربان خوش صدای بزم شادی مغنیان جادو نوای انجمن مبارکبادی رقاصان شیرین ادای محفل عیش ونشاط خنیاگران دلربای ہنگامہ مسرت وانبساط یعنی پردہ کشایان روی شاہد رنگین بیانی ونقاب برداران چہرۂ دلبر نکتہ دانی اس نغمہ دلکش اور ترانۂ مسرت بخش کو سامعہ نواز فرماتی ہین کہ یہان تو وزیر خوش تدبیر کی حسن انتظام سی سب سامان تیار تھا فقط تعین تاریخ کا انتظار تھا دن مقرر ہوتی ہی کل تیاریان ہوگئین جابجا نقارخانون مین نوبتین بجنے لگین رقعہ شادی کی تقسیم ہوتی تو رہی بٹنے لگے علی جوڑے پائے کارخاندارون نے توڑے مہمانون کی آمد ہوتی سواری پر سواری اُترنی لگی یہانتک کہ زمانی نی بسنت کا مژدہ سنایا شادیکی ابتدا ہوتی مانجھے کا دن آیا آخر روز یعنی دن ڈھلے دولھن والی مانجھا لیکر چلے مانجھا کیا تھا آمد بہار تھی بسنتی پوشونکے ہجوم سے زمین زعفران زار تھی وہ بہار دیکھکر آفتاب کا مُنہ زرد تھا کندن کا رنگ گرد برد تھا آسمان رشک سی کہربا کیطرح رنگ بدلتا تھا ہر برگ صد برگ حسرت سے

کف افسوس ملتا تھا کو سون تک زرد چنبیلی کا چمن کھلا تھا یا عاشقونکے رنگ
پریدہ کو جمعیت کا حکم ملا تھا وہ ہزار در ہزار پنڈیون اور ٹہنی کی خوان وہ مزدورنیونکی
سج دہج اور شان پنڈیان وہ پنڈیان کہ اثمار جنت سے گوے سبقت لیجائین
پردے پردے مین حسینونکا جوبن دکھائین آبداریمین حقہ بلور خوشبومین طبلۂ عطار
حلاوت مین مصریکی ڈلیان مذاق مین لعل شکربار انہین میوے کی جا میوۂ جنان
شیرینی کی جگہہ شیرۂ جان وہ اپنے سونے چاندیکے ورق چاند سورج کے ہم طبق اُنکے خوانون
سے اہل مذاق کی آنکھ لڑتی تھی انسان ایک طرف فرشتونکی رال ٹپکی پڑتی تھی
وہ ٹبنا وہ گلگونہ غازہ بہشت کا نمونہ جسکی خوشبوئی کوچہ و بازار کو بسا دیا مشک
و عنبر عطر ارگجے کو بندۂ زر خرید بنالیا وہ ٹبنا جسکے مدنسے ذرا ایکمرتبہ چھو جائے عمر بھر
اُسکے جسم سے دولھن کی خوشبو آئی گئی سوکشتیونمین بسنتی جوڑے جھکا جھک
وہ بُنت گوکھرو چٹکی کرن کی جھلا جھلی وہ سنہری رنگ کی چمک دمک کنگنا جڑاؤ
بہ از نورتن دست بند کیقبادی پر طعنہ زن موتیونکی جھومر کو شرمائے عقد ثریا کو خاطر
مین نہ لائی کنگنے مین ناڑا اور ناڑے مین چھلے اور طاؤس بہشتی کا پر دستاویز حسن و

واقع نظر وہ کنگنا تھا یا کہ گوہر یکدانہ یا درۃ التاج زیور شاہانہ اُس کنگنی کی خوش
قسمت نے ہی تقدیر نوشاہ کا دست بیع اور بادشاہونکا دستگیر وہ چوکی جواہرنگار
طلاکار و مرصع کار اُسپر سونی کا لوٹا مارٹ ملسے بندھا ہوا رکھا فی المثل وہ چوکی سپہر نور
تھی اور لوٹا شمس الضحی کٹورا دودھ پینے کا جام جمشید کا جواب صورت مین مشتری
طلعت مین ماہتاب لنگی دیبای رومی کی گلنار جسپر کشمیر کی چادر اور بنارس کی
ساری نثار کھیس اگرچہ سادہ مگر دوشالی سے قیمت مین زیادہ تیل خوشبودار مجموعہ
بہار دودھ پینے کو اشرفیون کی توڑی کہارونکی کاندھونپر خاص بردار وردیان پہنے ہوئے
جلوس بادشاہی سامان دو تنخواہی غرض اس شان سے مانجھا دولہ کی گھر آیا نوشاہ کو
نہلا دُھلا کر جوڑا پہنایا اندر باہر محفل ہوئی شربت پلائی کی رسم ادا کی گئی دولہ والی
چنگیرونمین عطر پان اور کشتیونمین گوٹی کی ہار لائی علی کی لوگون نی انعام پایا امتیازیون نی
خلعت پائی نوشاہ کی جوڑا پہنتے ہی رنگین مزاج پکاری رنگ ہی نوروز کی عید ہی
خوشی کی اُمنگ ہی آرزوئین دلکی نکلنی لگین رنگ اُچھلنے لگا پچکاریان چلنے لگین
پھر تو ہولی کا سامان تھا برج کی بہار تھی عبیر و گلال کی بادل تھی رنگ کی پھوہار تھی

عشرت کی گھاتین عیش کے منصوبے سب عورت مرد ایک ہی رنگ مین ڈوبے نظم

جسے دیکھیے بس شرابور تھا	یہی دھوم تھی اور یہی شور تھا
فراموش دنیا کا نیرنگ ہے	بہار آئی ہر رنگ ہے رنگ ہے

چوتھے دن دولہ کی طرف سے ساچق چلی ساچق بھی وہ ساچق جسنے بہار گلزار ارم ساتھ لی وہ چاندیکی گھڑے سونے کی گھڑے سادے کارونکی ہاتھ کے گڑھے ہر چوگھڑا چار قب تاج سلیمانی یا چار قبہ تخت نوشیروانی یا چار حد چار دانگ عالم یا چار کنگرہ عرش اعظم ہر گھڑا مربع نشین مسند جہانداری ہر چوگھڑا ہم جنب چار بالش شہریاری عجب عظم وشان سے تختو نپر دھرے ولایت کے چیدہ میوونسے بھرے اکثرونین نقل جیسے برجونمین ستارے اکثرون مین طرح طرح کے میوے لطافت مین انگور حلاوتمین شکر پارے وہ سونیکی مشکی جسمین ماہی مراتب کی شان اُسمین مچھلی لٹکتی ہوئی جیسے سینے مین دل اور مُنہ مین زبان ایک کشتی مین بیت کا جوڑا چڑھاویکا گہنا دیکھنے والے کہتے تھے واہ اس تکلف کا کیا کہنا وہ سہاگ پوڑہ سہاگ کے عطر مین بسا ہوا کلاوے سے کسا ہوا وہ اُسپر چاندیکی تھل صندل کے ٹیکے جنکے سامنے گلونکے رنگ پھیکے وہ آرایش کے

تخت جیسے تختۂ گلزار پھول وہ پھول جنکی ہر فصل مین بہار وہ تخت وان تھی
یا سیر پر سلیمان وہ ابرک اور جلمگی کی درخت وہ گلہای رنگارنگ جنھین دیکھکر مصورنکی
عقل دنگ کہین درختو نمین ہو تیونکی گچھی زمرد کی تپی ٹہنیونپر جانور جواہر کی بیٹھے
وہ گلستان عجب گلستان تھا کہ ہاتھون ہاتھ روان تھا وہ آرایش دولھن کی
آرایش تھی وہ نمایش حسن کی نمایش تھی تماشائی حیران تھی قدرت کی سامان
تھی آگی آگی جلوس کی نموداریان پیچھے پیچھے سمدھنونکی سواریان جب دولھن کے
دروازی پر ساچق پہونچی خوان کشتیان داخل محل ہوئین آرایش لٹادی ادھر سے
ساچق گئی اُدھر سی لوگ مہندی لیکر چلے ہزارون دستی کنول لاکھون بتیان
نور افشان ہوئین کرورون پچپاخی سونی چاندی کی روشن ہو گئی مانجھے اور مہندی
کی ایک شان ہی اسمین پینڈیونکی عوض ملیدہ اور ٹہنی کی عوض مہندی باقی سب
وہی سامان ہی مضمون البتہ مثل حنای بستہ کب نظر پر چڑھتا ہی کب رنگ لاتا ہی
لہذا الوٹی کٹوری چھ کی خلعت چڑھاوی نقدیکی علاوہ خاص چیزونکا ذکر کیا جاتا ہے
وہ سونیکی سینیونمین مہندی گندھی ہوئی وہ سرخ سبز شمعون کی روشنی جیسے محبوب

سبزہ رنگ کی فندق بندا انگلیان یا خضر کے دامن مین شگوفہ گلزار جنان یا سبزہ کہسار سے آفتاب کی کرن پھوٹی اُسکے پرتو سے چرخ فیروزہ رنگ اور ہلال یکشنبہ کے منہ پر مہتاب چھوٹی وہ ملیدہ شفاف وآبدار دریائی حلو سے سبقت لیجانے والا پنجیری اور تنبول کا یاد دلوانے والا خود تو خوان کے اندر مگر مزہ لوگون کی زبان پر وہ روشنی سے روشنی کوسون تک دھوپ کوسون تک چاندنی یاقوت شاہ کی تو سوا ملکہ مہ جبین کے اور کوئی بیٹی تھی وزیر زادی سالی بنکر مہندی لیگئی جب مہندی لگانے کی ندکور آئی وزیر زادی نے نیک لینے کے لیے پاؤن پھیلائے کیا کیا منہ آئی کیا کیا رنگ لائی کبھی پردے سے ہاتھ باہر نکالتی تھی کبھی کھینچ لیتی تھی کبھی ڈہکاتی تھی کبھی دھوکے دیتی تھی کبھی چپکے سے کہتی تھی میان مسافر کی گرہ مین کیا ہے جو نیک دینگے یہ تو آپ بیگانے ہاتھ کے دیکھنے والے ہین موقع پاکر خود ہٹ پھیری کر لینگے زمانے کی نیرنگ کا اسوقت مشاہدہ کیا مہندی کا چور کانون سے سنا تھا آج آنکھون سے دیکھ لیا کبھی تاک جھانک مین اشارے سے جتاتی تھی ارے واہ رے اُستاد اچھا لٹکا ہاتھ آیا خوب گل کتری خوب رنگ جمایا غرض چھیڑ چھاڑ کے بعد نیک لیا مہندی لگائی

اور حنابند کار چوبی باندھکر یہ بات سنائی | ہاتھ باندھے ہر ایک دلبر ہے
اے حنا کیسا ترا اقدر ہے | چلتے وقت کہتی گئی ای سیان گڑیونکی

توشہ ذرا سویرے برات لیکر آنا ناچ رنگ مین پڑکر بیہوش نہو جانا +

بخواب شدن شاہزادہ با ملکہ حسین با قوت بیہوش گردیدن و شب اماوس جلوہ
بحال شادی ہم آغوش و روز دیگر غائب شدن ملکہ از بالائے بام و بیتابی شاہزادہ با میدا آن گلبدن

سنا ساقیا اب نوید برات | پھرے دن کہ آئی مرادونکی رات
یہی عاشقون کی شب قدر ہی | یہی حسن مین لیلۃ البدر ہے
عجب وقت ہی اور عجب فصل ہی | شب وصل ہی یہ شب وصل ہی
یہی جدول صفحۂ نور ہے | یہی طرۂ گیسوے حور ہے
یہی سرمۂ دیدۂ شوق ہے | اسی شب کو نوروز پر فوق ہے
خوشا دور چیدہ ہی بزم نشاط | زہے شادی و عشرت و انبساط
ہنسین جام رندونین ہون چہچہے | صراحی کرے دمبدم قہقہے
پئی حلت دخت رز بیگمان | پڑھے خطبۂ عقد پیر مغان

لنڈھی می بجے بربط وعود و چنگ	کہین رنگ ہو اور کہین جلترنگ

می نوشان خمخانۂ شادی بادہ پرستان میکدۂ مبارکبادی ساغر کشان ہنگامۂ
عیش و سرور سیہ مستان محفل و عشرت و سور یعنی رونق افزایان بزم بلاغت
و زینت پیرایان انجمن فصاحت عروس سخن کو آغوش داما دبیان مین بٹھاتے ہین
کہ برات کی رات کا کیا مذکور ذرہ ذرہ تجلی تارون تارون نور وہ وزیر باغ کے
لکھ پیڑ یکا میدان وہ خیمے کہ استادے سے زمین آسمان کہین سلطانی بانات سرخ کے
خیمو نسے لالہ کہسار کی بہار کہین کاشانی مخمل سبز کی سراچونسے کوہ زمردین نمودار
بیچ مین محفل شادی کیلیئے دل بادل کی نمود جسکے سامنے شفقی بادل سربسجود رفعت
مین عرش وسعت مین عالم اسباب آرایش مین بارگاہ سلیمانی نمایش مین
آفتاب وہ شیشہ آلات کی پھبن وہ شمعین سومی و کافوری روشن وہ جھابے
وہ ہنڈیان وہ کنول ولایتی وہ جھاڑ سلیمانی وہ سرخ سبز زبرجدی آسمانی

نظم

مردنگون کی صفین نورانی	وہ ضو نور کی تھی وہ خیمہ فلک
ستارون کی تھی آسمان پر چمک	عیان تھی مہ و زہرۃ و مشتری

دور مین براتی زانو بزانو شانہ بشانہ		کہے تو کہ تھی رات تارون بھری

صدر محفل مین شہانی مسند پر نوشاہ کا جلوس شاہانہ جیسے آسمان پر ہالہ اور ہالہ مین
ماہ یا آنکھو نمین تپلی اور تپلی مین نگاہ جا بجا جڑاؤ سیچوانو نکی جوڑ نایاب روزگار وہ
زیر انداز مغرق وہ نیچے مرصع کار جوش سرور مین قلقل مینا کا دم بھرین مہنال
کی پردہین ہونٹھون سے باتین کرین ایک طرف ارباب نشاط کی دھوم ستر سے
طائفونکا ہجوم ہر ایک غارت گر جان سرمایۂ ناز و انداز وہ انکی جھلا جھلی کی
پیشوازین جنکا ہر دامن پرپرواز وہ بھانڈ بھگتی کتھک جنکی نقل اصل بہاؤ
معشوقونکی ادا توڑے بجلی کی چمک وہ طبلی کی تھاپ وہ گویون کی الاپ وہ تال
وہ سم وہ مجیرونکی کھنک وہ سارنگیون کی لہری وہ گھنگرؤنکی چھما چھم وہ ستھرے گلے
وہ نغمہ سرائی کی ولولی وہ وجد کا عالم وہ حال وہ ٹپہ ٹھمری تروٹ ترانہ دھرپت
خیال گانی بجانی کی دھوم تھی ناچ رنگ کا سمان تھا اُس محفل کی تعریف مین
ایک زمانہ یکزبان تھا کوئی کنچنی کنچن سی بنی غزل گاتی تھی کوئی سانولی سلونی
ہولی گا کر رجھاتی تھی کوئی بھاؤ بتانی مین حسن کی جنس کا بھاؤ بتا گئی کوئے

آنی جانی مین عاشق تنونکو دیوانہ بناگئی کسی نی دو چار پاؤن نکالکر پامال کیا
کسی نی گت ناچ کر کی چھری حلال کیا کوئی تھرکتی آئی اور تمام محفل کو آنکھون مین
بھانپ گئی کسی شوخ و شنگ کی چھل بل دیکھکر بجلی کانپ کانپ گئی آدھی رات
تک ناچ رنگ کی دل لگی رہی بعد نصف شب کھانا کھاکر رات چلنی کی تیاری ہوئی
دولہ کو نہلا کر خلعت پہنایا دوہری سہری باندھی طری بدھی سے پھولون مین بسایا
ناچ موقوف ہوا چھوٹی بڑی چلنے پر تیار ہوئی پہلے دولہ سوار ہوا پھر براتی سوار ہوئی
مشعلچیون نی مشعل ماہ لیکر زبردستیاں دکھائین تیشاخون نی روشن ہو کر
ستارونکی طرف انگلیان اُٹھائین دولہ کی مکانسے دولھن کی دروازی تک دورویہ
روشنی کی ٹھاٹھ اور آتشبازیکی ٹٹیان تھین روشنی کی کثرت سی رات دن ہو گئی
آتشبازیکی چھوٹنی سی ماہ و آفتاب کی مُنہ پر مہتابین چھوٹنی لگین غبارے چھوٹ کر
ہوا کی رخ سیدھی ہوئی گویا پیک صبا رفتار خبرین لیکر اُڑی نجیبون اور تلنگون کی
جلوسی پلٹنین سواری بجاتی اور طنبور گرگراتی قدم قدم بڑھین رسالون کی ڈنکی
والون نی برابر ڈنکونپر چوبین لگائین نقارچیون نی نوبت پر تکورین دین آگی آگی نوشہ

پیچھے پیچھے براتیون کے ہاتھی آدمیونکی کثرت اور کشمکش سے ہوا بھی دب دب کر آتی
جاتی دولہ کے ہاتھی کے آگے کنول فانوسین لال ٹینین روشن مردے جو بدار خاص برادار
خدمتگار سرخ سرخ جوڑے پہنے غنچونکی طرح مسکراتے گلون کی روش خندہ زن
روشن چوکی والے سہانی دھن مین شہنائیان پھونکتے آوز کا پلہ دکھاتے کبھی
بڑھتے کبھی ٹھہر کر پنچم کے سر لگاتے اس احتشام سے آخر شب وطن کے دروازے پر برات
پہونچی محل مین ہلڑ ہوا سمدھنون کے اُترنے کی دھوم مچی مامائین اصیلین دوڑین
اسوقت کے ٹوٹکے کرنے لگین کوئی ہاتھی کے پاؤن کے تلے پانی کا طشت
لاکر لنڈھا گئی کوئی بیلے چنبیلی کی مُنہ بند کلیان دروازے کے سامنے بکھر اگئی یہان
شادی کی محفل کے لیے دیوان عام آراستہ تھا براتی بھی اُسی مقام
خاص مین جاکر بیٹھے دولہ بھی بیٹھا اس مکانکی کیا تعریف کیجاے یہ تو شاہانہ مکان ہے
اسکی اور ہی کچھ رونق ہے اور ہی کچھ شان ہے ہر چیز خسروانہ ہر شے ملوکانہ بجاے
شیشہ آلات بالکل جواہر کا کارخانہ ضرورت مشعل نہ احتیاج شمع وچراغ ہے
ہر چراغ اس محفل کا گوہر شبچراغ ہے دروازون پر وہی زرنگار لگے سائبان مرصع کار

دیوارون پر موتیونکی سفیدی براتیون کی لیی فرش قاقم وسنجاب دولہ کیواسطے مسند

جمشیدی کچھ دیر یہان بھی ناچ رنگ کا جلسہ رہا ناگاہ چوبدارون سے نے پکار کر کہا

صاحبو گانا بجانا موقوف اب صاحبان شرع آتی ہین حضرت شریعت مآب عدالت

انتساب یعنی جناب قاضی القضات تشریف لاتی ہین یہ سنکر سوا نوشاہ کے سب

چھوٹی بڑی تعظیم کو اٹھ کھڑی ہوئے جناب قاضی صاحب مع شاہدین عادلین

آکر دولہ کی پاس بیٹھی کچھ قاضی صاحب نی چپکے سے بیان کیا کچھ دولہ نے آہستہ سی

جواب دیا وکیلون نی بھی اس گفتگو پر کان لگائی محل مین گئے اور دولھن سی بھی یہ ہین

کہہ سن آئی المختصر بعد ایجاب و قبول جانبین اور تراضی طرفین تعین مہر خطبہ پڑھا گیا

اندر باہر شادیانی بجی مبارک سلامت کا غل ہوا ادھر قاضی صاحب اور وکیل

کشتیان خلعت اور نقل وغیرہ کی لیکر رخصت ہوئی ادھر دونون طرف کی ارباب نشاط

مبارکباد گانی لگے اللہ اللہ وہ بھیروین کا وقت وہ تہنیت کی دھوم دھام وہ خلعت

وانعام کی تقسیم وہ بیل بٹنی کا اہتمام ایک طرف گوٹی کی ہارونکی کشتیان آئین

ایک طرف شربت آیا پہلی دولہ کو پلایا پھر براتیونکو پلایا ادھر والون نی شربت پلائی دی

ادھر والون نے ہار اور عطر پان کی کشتیان دین آپسمین رمز و کنایے کی باتین
ہوئین چہلین ہوئین ہنسیان ہوئین نوشاہ کی محل مین طلب ہوئی محلدار نے بڑھکر
آواز دی صاحبو دولہ آتا ہی آنے والی سامنے آئین چھپنے والی چھپ جائین یہ سنتے ہی
مصاحبین انیسین جلیسین ملکہ کی دروازے کے پاس آکر جمع ہوئین اور پردہ اُٹھتے ہی
اپنے اپنے طور پر شوخیان کرنے لگین کوئی پھولونکی چھڑی مار کر ہوا ہوئی کوئی چٹکی
لیکر بھاگی وزیرزادی نے ایک ہاتھ سے بازو تھاما اور دوسرے ہاتھ سے کان مڑوڑ کر
کہا یہ بھی کیا گلزار ارم تھا جو بیدھڑک گھس آئے خدا نکرے کہ انسان بے غیرت
ہو جاے شاہزادی نے رومال مُنہ پر سے ہٹا کر کہا ان شوخیونکا جواب چوتھی کے دن دونگا
اچھا کہان جاتی ہو ایک روز سمجھ لونگا غرض اُن پریون نے اُس رشک ماہ کو
اپنے جھرمٹ مین لیا اور لیجا کر دولھن کے پاس بٹھا دیا اُسوقت سبنے ماہ و مشتری
کو ایک جگہہ پایا مشاطہ نے دولھن کا آنچل دولہ کے سر پر ڈالکر آرسی مصحف دکھایا اور بولی
میان دیکھتے کیا ہو ہاتھ جوڑ کر کہو بی بی اس چاندسی صورت پر نثار ہون لو آنکھین
کھولو مین تمھارا غلام ہون قربان بردار ہون اس رسم سے دونون کی امید برآئی

قرآن مین صورت اخلاص اور آئینے مین شکل اتحاد نظر آئی پھر ٹونی گانی ایکسی پانکا
بیڑا کھلایا ایک ہاتھ سے دولھن کی پائجامے مین ازار بند ڈلوایا جب سب رسمون سے فراغت
پائی تو نوباتین چنچر کی نوبت آئی نوباتون مین تو بوس وکنار کا مزا تھا جب حضور پر نشاط نے
مصری رکھی شاہزادے نے منہ رکھدیا کبھی شانونکو بوسے لیے کبھی گوری گوری
کلائیونکو کبھی مہندی ملے ہاتھونکو چوما کبھی جوش مین آگر جھوما کبھی بازی ہاتھ آئی
کبھی منہ کی کھائی کبھی زانو پر کبھی پاؤن پر سر جھکایا غرض سر سے پاؤن تک
لے لیکر حظ اٹھایا اشعار

یہ شادی تو ہوتی ہے ہر ایک کو	مگر اس سے پوچھو جو عاشق بھی ہو
وہ معشوق کی شرم عاشق کی چاہ	یہ رسمین تھین یا عشق کی رسم و راہ

آخر بقول مستورات بدا گی کی گھڑی دولہ نے سلام کیا سلامی پائی رخصت کا سامان
ہوا اسباب جہیز نکلنے لگا روشن چوکی والی بابل گانے لگے صاحبدل آنسو بہانے
لگے ملکہ کی پھوپھی نے آکر سر سے پاؤن تک داماد کی بلائین لین اور گود پھیلا کر دعائین
دین آبدیدہ ہو کر کہا واری ملکہ بڑے نازون سے پلی ہے پہلے پہل میکے سے

سُسرال کو چلی ہی بلالون دلجوئی اسکی تمھاری ہاتھ ہی اللہ رکھو عمر بھر کا ساتھ ہی
عاشق نے معشوق کی طرف پیار کی نگاہ سے دیکھا اور سر جھکا لیا گویا در پردہ یہ اشارہ کیا
کہ یہ تو سیر بجان ہی کس لیے یہ سمجھاتا ہی کیون یہ بیان ہی اتنے مین نواب ناظر نے آگر
عرض کیا دھوپ چڑھتی ہی گرمی بڑھتی ہی دولھن دولہ کی سواری تیار ہی اب کسکا
انتظار ہی نوشاہ نے سہرا اُلٹ دیا اور جامے کے دامنونکو گردان لیا پہلے جھک کر
عروس کو پیار کیا پھر آغوش تمنا مین لیکر محافے مین سوار کیا وزیر زادی تو ملکہ کے
ساتھ تھی وہ بھی اُسی محافے مین بیٹھی لی وزیر نے دولھن پر سے نچھاور مین سونے
چاندی کی پھول اور گوہر وزر کی طبق نثار کیے دولہ بھی سوار ہوا براتی بھی سوار ہوئے
اشرفیان لٹاتی جلوس دکھاتی چاندنی چوک کی راہ سے گھر پہونچی یہان نیگ اور
انعام کی لینے والے منتظر بیٹھے تھے دربانون نے دروازہ بند کیا فیلبان نے دولہ کے
ہاتھی کو روک لیا وزیر نے علی قدر حال سبکو انعام اکرام دیا ڈیوڑھی مین بکرا حلال
کیا گیا نوشاہ نے اُتر کر داہنے پاؤن کا انگوٹھا اُسکے خون مین ڈبو لیا محافے
کا پردہ اُلٹ کر عروس کو گود مین سنبھالا وزیر کی چھوٹی بیٹی نے آگر آنچل ڈالا

دولھن دولہ کی گھر آئی براتیون نی فرصت پائی یہانکی رسمین یہان ہوتین سب
عورتین وزیر کی بی بی کو مبارکباد دینے لگین پہلے دولھن کی رونمائی ہوئی پھر
بڑی کی ہاتھ پر کھیر رکھکر بنڑی کو کھلائی گئی دولہ خلعت اُتارکر باہر آیا دولھن کو لوگون
نی لیجاکر حجلہ مین بٹھایا خورشید گوہر پوش کو اُتنا دن پہاڑ ہو گیا انتظار شام مین
گھڑیان گننا شروع کیا ہر بار مضطرب ہوتا تھا ہر بار گھبراتا تھا ہر مرتبہ انگڑائیان
لی لیکر پیچ و تاب کھاتا تھا کبھی خدمتگارون سی اشارہ کرتا تھا دیکھنا دھوپ ڈھلی
سایہ دیوارون سی بڑھا آفتاب نی مغرب کی راہ لی کبھی عصر کی اذان کان لگاکر
سنتا تھا کبھی جمائیان لیکر سر دھنتا تھا کبھی گھڑی اُٹھاکر دیکھتا تھا اور کہتا تھا عجب
آفت ہی آج کی جو ساعت ہی قیامت کی ساعت ہی سوئی کا یہ حال ہی کہ ہر نقطہ پر
ٹھہرتی ہی ایک ایک دقیقہ کو پہر پہر بھر مین طی کرتی ہی ہر بار یہ دعا تھی یا اللہ دن تمام
ہو الٰہی جلد شام ہو آخر بہزار انتظار کرب انتظار سی نجات پائی امیدون کی شب
مرادون کی رات آئی اُدھر آسمان پر اِدھر دولہ کی مُنہ پر شفق پھولی راحت کی
یاد ہوئی مصیبت بھولی پردۂ شب لوگونکی نگاہ کا حائل ہوا خسرو خاور حجلہ مغرب مین

اور خورشید گوہر پوش حجلۂ عروسی مین داخل ہوا بڑی بوڑھی کناری ہوئی نوجوانون
اشاری ہوئی کوئی جھانکنی تاکنے لگی کوئی پردی کے پاس کان لگا کر کھڑی ہو رہی
دولھن کی تنہائی خوشبوئی دولہ کو سرمست و سرشار کیا تنہائی اور یکجائی نے ولولہ
بڑھا دیا اُدھر شرم دامنگیر ادھر نے تکلف کرنیکی تدبیر وہ دولہ کا بے حجابی سے جوشمین
آنا وہ دولھن کا شرما کر آنکھین جھکانا یہان شوق بوس و کنار طبیعت بے اختیار
وہان باطن مین اقرار ظاہر مین انکار اشعار

غرض حسب دلخواہ صحبت ہوئی
کھلے بند خلوت مین جلوت ہوئی

کسی کا کلیجہ دھڑ کنے لگا
کوئی اُس ادا پر پھڑ کنے لگا

یہان اختلاط اور وہان اضطرار
کوئی دم بخود اور کوئی بیقرار

بنی شرم کھائی لجائی ہوئے
بنے کی طبیعت بھی آئے ہوئی

رکھائی دولھن کی وہ دولہ کا پیار
کبھی ہم بغل اور کبھی ہمکنار

وہ بیتابیان اور وہ جوش و خروش
نہ چولی کی پروا نہ دامن کا ہوش

وہ بوسون کی لذت وہ لطفِ مسلسل
شب وصل معشوق عاشق کی پاس

اُدھر آگئی رخ پہ زلفِ دوتا	اِدھر کھل گئے اُسکے بند قبا
اُٹھائے مزے وصل کے بیمد گر	پسینے مین دونون ہوئی تربتر
نمودار راز نہفتہ ہوا ❊	گُل ناشگفتہ شگفتہ ہوا

مشہور ہی مصیبت کی شب قیامت ڈھاتی ہی اور عیش کی رات پلک مارتے مین گذر جاتی ہی رات کیا گئی گویا ہاتھ کی آئی ہوئی چیز کھو گئی ابھی پسینہ بھی دونونکا نہ خشک ہوا تھا کہ صبح ہوگئی شعر

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد	روی گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

شاہزادہ اُٹھکر دیوانخانی مین آیا ملکہ کی سہیلیون نی جا کر ملکہ کو اُٹھایا صبح شب زفاف بھی دولہ دولھن کی حال کی آئینہ ہی جسکی کیفیت دن نکلنی پر موقوف ہی یہ وہ بہار شبینہ ہی ہر چند پردیکی بات ہی مگر در پردہ اثبات ہی اُسوقت سپیدۂ سحری تھا گویا توضیح شکل عروس تھی عقلی اور حسی دونون تشبیہونکی تصدیق ہوگئی وہ مہک باسی ہارونکی وہ چمک افشان کی ستارونکی وہ بچھونے کے پھول ملے دلے وہ پہلو کی تکیے پلنگ کی تلے سیج بند کی ڈھیلی ہونے سے اور اوچھی کی سمٹنے سے جنگ رگرگیا یقین

تاثیر ہم بستری سی چادر پلنگ کی بھی دولھن کیطرح رنگین و دلھن کیصورت سی کچھ سُستی کچھ بحالی نمودار منہ پر تمتماہٹ آنکھونمین نیند کا خمار ہونٹھون سے پانکی لالی اُتری ہوئی انیتونکی ایک طرف کی گونج کھُلی ہوئی ایک طرف کی موڑی ہوئی سوباف کچھ لپٹا ہوا کچھ کھُلا ہوا کاجل کچھ پھیلا ہوا کچھ گھلا ہُوا وہ بوجھل ہونا طبع نازک پسند کا وہ ٹوٹنا بند بند کا وہ بالونکی پریشانی وہ سکوت وہ حیرانی وزیرزادی نی ہنسکر آئینہ دکھایا ملکہ نی شرماکر سر جھکایا میکے سی نیچیری آئی تنبول آیا دولھن نے اپنی گھر جاکر حمام کیا صاحبات محل نی چوتھی کا اہتمام کیا خورشید کو ہر پوشش کو جو آنی مین دیر ہوئی ملکہ کی آنکھونمین دنیا اندھیر ہوئی تاثیر عشق نے معشوق کو عاشق بنادیا مجنون کی محبت نی لیلی کو بھی دیوانہ کیا دم بھر کی مفارقت ناگوار ہوئی بیتابی خاطر سی بی اختیار ہوئی کیفیت وارفتگی بڑھ گئی تنہا کوٹھی پر چڑھ گئی انتظار مین راہ تکنی لگی مرغ نیم بسمل سی پھڑکنی لگی کبھی جھروکون سی نگاہ کی کبھی دلپر ہاتھ رکھکر آہ کی اب سُنیی ایک ساحر غدار ہوا پر تخت اوڑائی جاتا تھا اتفاقا اُس بالاخانیکی طرف سی گذرا دیکھا کہ ایک مہ جبین و نازنین کوٹھی پہ بال کھولی کھڑی ہی قرینے سی معلوم ہوتا ہی

کہ کسی پر عاشق ہو کر آفت اور مصیبت مین پڑی ہی یہ دیکھتے ہی ہزار جان سی
عاشق ہو گیا طبیعت بیچین ہوئی دل بیقابو رہا جلدی سی تخت کو نیچا کیا اور اُس
رشک پری کو اُٹھا کر برابر بٹھا لیا ہوا کی سناٹی سے ملکہ کا تن بدن سنسنا گیا کیفیت
بلای آسمانی دیکھکر آنکھین بند ہو گئین غش آگیا معاذ اللہ یہ وہ آندہی تھی کہ آدمی کو
اوڑا کر لیگئی مصاحبونکو جو دھیان آیا تو شاہزادی کو اپنی جگہہ پر نپایا ایک نے
دوسری سی پوچھا حضور کہان ہین کسینے کہا اِدھر ہین کوئی بولی وہان ہین ہر شخص
نے اپنے اپنے طور پر تلاش کی بابت مین چارون طرف ڈھونڈھیا مچ گئی
ملکہ زہرہ جبین بولی اری یہ کیا ہی کیسا ہلڑ مچا رکھا ہی چھوچھو نے کہا صاحبزادی
کہین چھپ گئی ہین چھوکریان دیوانی سی ڈھونڈ رہی ہین وہ بولی جاؤ اُس
الڑھ کو لاکر بٹھاؤ کہنا دولہ آئیگا تو یہ دیکھکر کیا کہیگا اس چھوکری کا یہی حال ہے
تو سسرال مین خاک وقر رہیگا یہ سنکی چھوچھوجی گئین وہ بھی چارون طرف ڈھونڈھتی
پھرین وہان تو اور ہی کچھ اسرار تھا اُنھین بھی خاک پتا نہ لگا پھر تو اک طلاطم تھا
قیامت تھی ہر شخص کو تعجب تھا ہر شخص کو حیرت تھی بعضی مشعلین لیے تنہائی مین

ڈھونڈرہی تھین کچھ کہین تھین کچھ کہین غرض ہر طرف دیکھا بھالا چپہ چپہ ڈھونڈھ ڈالا
دولھن کی ماں حیران تھی کہ الٰہی یہ کیا بات ہے نیا سانحہ ہے نئی واردات ہے اتنے مین
ایک خواص نی آکر کہا مین صحن مین کھڑی تھی کہ ایک دھوکا سا ہوا یعنی صاحبزادی
کوٹھے پر تشریف لیگئین اور کچھ دیر وہین رہین ناگاہ ایک تخت ہوا پر نمودار ہوا اُسپر
ایک جوگی جٹا دھاری بیٹھا تھا اُسنے تخت کو نیچا کیا اور ملکہ کو اُسپر بٹھا لیا مین تو
سمجھی تھی کہ وہ خیال تھا اب معلوم ہوا کہ حقیقت حال تھا ملکہ زہرہ جبین بولی
ہے ہے مین اسی سائے سکلے کو ڈرتی تھی اسی واسطے اُس بدنصیب کو منع کرتی تھی
نئی نویلی دولھن تھی آخر چھپیٹے مین آگئی اب جستجو بیکار ہے بس یہی اسرار ہے
یہ سنکے بادشاہ بھی آیا خورشید گوہر پوش بھی آیا تمام محل کو بدحواس اور مضطرب الحال
پایا ارکان دولت بھی یہی فکر کرنے لگی اپنے اپنے طور پر عقل لگانی لگی اپنی اپنی جگہ پر ذکر
کرنی لگی تمام شہر کے پیر فقیر عامل کامل آئے کسی نی حاضرات کی کسی نی نقش و تعویذ لکھکر
جلائے مگر سوا رجعت کے کسی عمل نی کچھ تاثیر نہ دکھائی اُس تخت کے پھرنے کا
تو کیا ذکر اُدھر کی ہوا بھی نہ آئی غرض کوئی بات نہ بنی وای شدنی اور وای ناشدنی

یاقوت شاہ بھی پریشان تھا خورشید گوہر پوش بھی حیران تھا دلمین کہتا تھا
یہ شادیانہ آبادی ہی یا بربادی یہ مراد تھی یا نامرادی یہ ہجر تھا یا وصال یہ خواب تھا
یا خیال کاش یہ بلا بجپیر آتی مجھی تقدیر اس غضب مین پھنساتی اور ملکہ زہرہ جبین
کی یہ صورت تھی کہ نہ سر کا ہوش تھا نہ پاؤنکا ہوش کبھی مانند شمع اشکبار کبھی
بصورت تصویر خاموش ہر طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر نگاہ کرتی تھی ہر مرتبہ کچھ سوچ
سوچ کر ٹھنڈی سانس بھرتی تھی کبھی کہتی تھی ہی ہے میری بچی پر کیا گذر گئی ہی ہے
میری بنڑی کدھر گئی ہی ہے یہ اندھیرا تھا یا اجالا ہی ہے یہ چوتھی تھی یا چالاری
لوگو شادی کا فرش اُٹھاؤ سوگ کا سامان کرو ماتم کی صف بچھاؤ
خورشید گوہر پوش نے یاقوت شاہ سی آکر کہا حضور عمل خوانی سے کیا فائدہ عزیمت
بی عزیمت سی کیا ہوگا کون ایسا عامل ہی کہ ہوا کو پھیر دی سائی سے ہمزاد کا کام لی
یہان تو تقدیر کا رونا ہی اس چھو چھکر سے کیا ہونا ہی اب فدوی جاتا ہی اور اس
راہ مین خاک اوڑاتا ہی بادشاہ نی کہا ایک داغ تو آسمان نی دیا اب ایک تم دو
اچھا تو ہی ان مصیبت زدونکو مصیبت مین چھوڑ کر کسی طرح کنارہ کش ہو رہو مین تو

زندگی سی بیزار ہون ملک و مال سی دست بردار ہون یہ سلطنت کون سنبھالی گا
امور مملکت کون دیکھی بھالی گا خدا کیواسطے یہ حرف زبان پر نلاؤ بدر اانصاف
فرماؤ شاہزادہ بولا آہ سلطنت کہان مین کہان یہ حکومت یہ ریاست کہان مین
کہان اگر میری تقدیر مین سلطنت ہوتی تو یہ مصیبت ہوتی یہ آفت ہوتی شعر

قدم نامبارک و مسعود		گر بدریا رود برآرد دود	

گردش فلکی سے کسی امید روز بہ ہی اپنی مقدر مین نہ سلطنت آبائی تھی نہ یہ ہمارے ایسی
نصیب ہوتی تو پھر کیا تھا قیس خانمان برباد کجا حکومت کجا بمصداق البلاء للولا
نشانہ خدنگ بلا بنا ضرور ہی اسوقت مین دست پاچہ ہو کر بیٹھ رہنا طریق وفا اور
آئین حیا سی دور ہی کوتاہ اندیش کہینگے یہ شخص کیسا صاحبزادہ تھا نہ شاہزادہ
تھا نہ رئیس زادہ تھا فقط بطمع حکومت و ریاست یہ رنگ لایا تھا خدا جانی کون تھا
کہان سی آیا تھا مشرق سی مغرب مین پہونچا یہان سراغ رسانی نکر سکا بہتر ہی
کہ حضور میرا ابھی داغ مفارقت اُٹھائین اور امیدوار رحمت ہو کر خدا سی لو لگائین
مین اور دم بھر توقف کرون ہرچہ بادا باد جیون یا مرون اگر آج نجاؤنگا تو کل ہمچشمونکو

کیا منہ دکھاؤنگا یاقوت شاہ نے کہا بابا کہان جاؤگے کسطرح سراغ لگاؤگے یہ تو اک سوچ تھی آئی اور کشتی کو لگ گئی کوئی راہ نکلی کچھ پتا لگے تو انسان جانیکا نام لے شاہزادہ بولا بھلا یہان تک آنیکی کون راہ تھی یہ منزل بھی تو سخت جانکاہ تھی جس خدا نے یہ مشکل آسان کردی وہ اس مرحلے کو بھی طے کردیگا کوئی نکوئی خضر طریقت اس راہ مین بھی خبر لیگا یاقوت شاہ خضر طریقت کے اشعار سے متامل ہوا اور بعد تامل کچھ سوچ کر کہا دیکھو اگر تمھارے ذہن مین کوئی بات آئی تو جاؤ اور کسی اللہ والے کی رہنمائی سے سراغ لگاؤ

روانہ شدن شاہزادہ بتلاش دلدار جانب دشت و کہسار و در اثنای راہ یاد آمدن تعلیم فقیر و بسر وقت رسیدن درویش روشن ضمیر و نشان دادن از ان غزال رمیدہ طلسم آرمیدہ و آموختن آئین کشتن سیس ناگ جگی و کشایش طلسم بشہر باربلا دیدہ مصیبت رسیدہ و ملاقات شدن بایار یاقوت طلعت و بہمگر حرف و حکایات

کدھر ہے تو اے ساقی سحر کار	تبا راہ بے سراہ ہین بادہ خوار
نہ مے ہے نہ مینا نہ جام و سبو	کہان جائین کس جا کرین جستجو
اڑا لے گئی کس طرف کی ہوا	کہ ملتا نہین دختِ رز کا پتا

قیامت ہی برہم ہے بزم سرور
نہ ساغر مین بادہ نہ آنکھون مین نور
کھلے راز مخفی وہ تدبیر کر
اڑین کاگ بوتل کے بھر خبر
ادھر بوی مے پیشوائی کرے
ادھر شوق دل رہنمائی کرے
حضور نظر ہے حجاب طلسم
یہ ہے میکدہ یا جواب طلسم
فقط طالب جام ہین بادہ خوار
یہ میکش نہین لوح کے خواستگار
مددگار ہے بخت ہمت جوان
ہمین بس ہے تائید پیر مغان

گم کردگان طریق وصال سرگشتگان دشت رنج و ملال حسرت کشیدگان بلاے ناگہانی ستم رسیدگان آفات آسمانی یعنے ناقلان روایات حسرت و غم و حاکیان حکایات درد و الم بچشم تر و دل مضطریون تحریر کرتے ہین جبکہ شاہزادہ مستعد عزیمت ہوا یعنی اقرباے جدید سے رخصت ہوا ہمت نے کوچ کا نقارہ بجایا حمیت نے ولولہ صحرا نوردی بڑھایا راہ نادیدہ پر قدم مارا غزال رمیدہ کی تجسس کا دم مارا آسمان کی جانب منہ اٹھایا اور یہ کلمے زبان پر لایا یا علام الغیوب یا کشاف الکروب یا مفتح الابواب یا مسبب الاسباب تو نے آدم کو

حواسی ملایا تونے یعقوب کو دیدار یوسف دکھایا تیری نام کی برکت سے آصف
بن برخیا نی اظہار اعجاز کیا فوراً تخت بلقیس سبا سی عراق مین منگوا لیا تیری تائید
سے داؤد نے جالوت پر فتح پائی تیری عنایت سی سلیمان کو انگشتر ے
ہاتھ آئی تونے موسیٰ کو قابل اور فرعون کو ناقابل کیا تو نی سامری کی سحر کو
بمقابلۂ اعجاز باطل کیا الٰہی میری بھی آبرو رکھ لی الٰہی یہ اسرار پوشیدہ جلد کھلے
مور ضعیف کی کیا طاقت کہ دعویٰ سلیمانی کری جزو منحنی کی کیا حقیقت کہ زمین
سنگ لاخ مین ریشہ دوانی کرے ہان اگر تیری رحمت کفیل کار ہی تو حل ہونا
اس عقدۂ لاحل کا کیا دشوار ہے رباعی

کیا فائدہ فکر دمبدم سے ہوگا	ہم کیا ہین جو کوئی کام ہمسے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے	جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

یہ مناجات کرتا ہوا راہی ہوا سامان برگشتگی گواہ بربادی وتباہی ہوا کبھی
نقش قدم کی طرح زمین پر بیٹھ گیا کبھی مانند بگولی کے پیچ وتاب کھاکر اٹھا کبھی
مثل امید موہوم کے بڑھتا تھا کبھی بحالت یاس یہ شعر پڑھتا تھا شعر

نہ مونسی نہ رفیقی نہ مرغ نامہ برے	کسے زنیکسے نامی برد خبرے

جیسے طائر گم کردہ آشیان ٹاٹپا پھرتا ہی اور آشیانے کا پتا نہین پاتا ہے
یا برگ خزان دیدہ گردباد مین پڑکر ہوا کے تھپیڑے کھاتا ہے کچھ کچھ پتا اُس ساحر
غدار اور اُس سر پر صرصر رفتار کا جو سن چکا تھا تو اُسی دُھن مین اور اُسی دھیان
مین بقصد صحرا نوردی بشکل قیس سیر نہوا تھا غرض جدھر وہ تخت گیا تھا
اُسی طرف اسنے بھی رخ کیا آخر جاتے جاتے یہ سوچا کہ یاقوت شاہ نے سچ کہا تھا
کچھ نشان نہین پتا نہین ہوش وحواس بجا نہین شاہ صاحب نے اسی دنکے واسطے
عمل اسمار الرجال تعلیم کیا تھا انھین مھو سنکے لیے وہ نقش حزب البر لکھ دیا تھا
یہ سوچکر ایک درخت کے تلے جا کر دم لیا اور ان اسما کا ورد کیا اُس عمل کا پڑھنا تھا
کہ محمود روشندل کا ظہور ہوا خورشید گوہر پوش نے اُٹھکر تعظیم کی اور بشکل ہلال
خم ہو کر تسلیم کی شاہ صاحب نے دعا دیکر ارشاد کیا خیر ہے فقیر کو کیون یاد کیا
اسنے آبدیدہ ہو کر گردن جھکالی اور روداد مصیبت تازہ بیان کی پیر روشنضمیر نے
کہا بابا تم آپ جان سے بیزار ہوئے دیدہ و دانستہ اس بلا مین گرفتار ہوئے اب اگلی

نصیحتونکا یاد دلوانا گویا زخم دلپر نمک چھڑکنا اور کلیجے پر نشتر لگانا ہے ہم تو سمجھے
ہوئے تھے کہ اس راہ مین طرح طرح کی مصیبت اُٹھانا ہے لو صاحب بہزار دقت
شادی بھی ہوئی اور طرفۃ العین مین بربادی بھی ہوئی زمانہ کبھی انقلاب سے
خالی نہین کسی حال مین صورت بحالی نہین یہ آسمانکی تفرقہ سازی ہے
یہ اسی پیر سالوس کی شعبدہ بازی ہے خیر خدا کو یاد کرو تسکین خاطر ناشاد کرو
وہ کارساز ہی وہ بندہ نواز ہی سیس ناگ نامی ایک جوگی جبل مغرب کا رہنے والا ہی
اُسی ساحر غدار نے یہ تفرقہ ڈالا ہی اُس کافر نا خداترس نے ناحق کا مفسدہ برپا کیا
ہی یعنی ملکہ مہ جبین کو یہانسے لیجا کر طلسم طاؤسی مین پھینک دیا ہے یہ وہی
طلسم ہی کہ فقیر نے نقشۂ چاردانگ مین آپ کو دکھایا تھا ذکر نواح مغرب
مین اسکا بھی ذکر آیا تھا ایسا مکان قلب ندکھیا نہ سُنا تصور سے ہوش اوڑتے ہین
وہان تک پہونچنا کیسا نہ لوح کا کوئی عنوان ہے نہ دروازیکا نشان ہی طرطوس
نامی ایک حکیم نبیرۂ بطلیموس یونانی ہی وہ صاحب فطرت وحکمت اسکا بانی ہی
یہان ساحرونکا دور دورہ ہی اس بنیاد کا کچھ اور ہی طور ہی کہتے ہین کہ جب یہ طلسم

نوالیا تو بحکم بادشاہ وقت اُس حکیم بیچارے کو ساحرون نے طاؤس بنا دیا تقدیر
کے بگاڑسے بنانے والی پر آفت آئی اس وجہ سے لوح نہ تیار ہونے پائی اس تناسخ سے
بادشاہ کی یہ غرض تھی کہ لوح نہ بننے پائے کسی صورت سے فتح طلسم کی صورت
مٹ جائے اور سچ ہے جو قفل بے کلید ہے اُسکا کھلنا عقل سے بعید ہے شاہزادہ یہ سنکے
نہایت مغموم ہوا اور مایوس ہو کر اُس بزرگ کا منہ دیکھنے لگا پیر مرد نے کہا
پریشان نہو کوئی مشکل ایسی نہین ہے کہ آسان نہو معبود کے کرم سے فقیرون کے
لنگے مین اور ہی کچھ تاثیر ہے دنیا دارونکو تدبیر پر تکیہ ہے یہان پابندی تقدیر ہے
یہ کہکر پہلے دعای حصار تعلیم کی بعد اُسکے ایک اسم بتا کر یہ بات کہی اول
مرحلے پیش آئینگے جادوگر انواع انواع طرح سے ستائینگے آخر صحرای طلسم اپنا دو
دکھائیگا یہان اور ہی کچھ نیرنگ نظر آئیگا وہ جنگل باغ شداد کا جواب ہے جواب
کیسا بلکہ لاجواب ہے اُس وادی مین ایک درخت اعجوبا ہے جیسے بہشت مین طوبی
اُسپر اُس حکیم کا جسے اب طاؤس طلسمی کہتے ہین نشیمن ہے وہ بزرگ باوجود تناسخ
اب بھی صاحب حکمت اور صاحب فن ہے جب نے ہان پہونچنا تو اس اسم کو باآواز بلند

پڑھنا اور بعنوان صاحبان حکمت آہستہ آہستہ آگی بڑھنا وہ حکیم درخت سی اُتر کر
تمھاری پاس آئیگا اور انشاءاللہ کوئی نکوئی طریقہ کشایش طلسم کا بتائیگا لو
صاحبزادی طلسم کشائی بھی مبارک ملکہ کی رہائی بھی مبارک ہان خوب یاد آیا
آپکے دونون رفیق یعنی وزیرزادہ اور عیار بھی کوہ مغرب کی ساتوین دربند تک
آچکی ہین مگر چونکہ وہ دربند حقیقت مین دربند ہی پس بسبب بند ہونی راہ کے
وہان اٹک رکے ہین وہ جو سواد بلند نظر آتا ہی یہ اُسی کوہ کا سواد ہی یہ سیاہی کی
بنیاد نہین اُسی پہاڑ کی بنیاد ہی پہلے وہان جاؤ اور اپنی رفیقون کو لی آؤ زیر کوہ
دو پگڈنڈیان ہین داہنی جانب چھٹا دربند اور بائین جانب ساتوان دربند ہے
جادۂ راستی جاری ہی اور طریق مخالف ناہموار ہی اور بند ہی تم مانند اصحاب یمین
کی اُس راہ سی جانا اور اُن دونون کو کہ ہمنشین اصحاب رقیم ہین اُسی رستے سے
اپنی ساتھ لی آنا الرفیق ثم الطریق پر عمل کرنا ضرور ہی ایسی مرحلی مین تجرد دور اندیشی
سی دور ہی اُسی ڈانڈ یسی نواح طلسم کا بھی ڈانڈا ملا ہی زنجیر بندی راہون کی
گویا اُسی رستی کا سلسلہ ہی لو خدا حافظ سلوک ہمارا کام ہی سالک ہونا تمھارا کام ہی

یہ کہکر شاہ صاحب نے اپنی راہ لی اور شاہزادے نے اپنی راہ لی خضر کی ہدایت سے
مقدر نے یاوری اور تقدیر نے رہبری کی پہلے وہ خورشید خاوری جبل مغرب مین
گیا وہانسے قمر طلعت گل پیرہن اور سیار سبک سیر کو ساتھ لیکر نواح طلسم مین پہونچا

خبر یافتن سیس ناگ جوگی از ارادۂ شہریار و روانہ نمودن چیلۂ خود را از برای گرفتار آوردن آن شاہزادۂ کامگار و آوردن چیلہ در شبیہ طلسم کشا قمر طلعت را و پریشان شدن خورشید شاہ و سیار ازین واقعۂ ہوش ربا و عیاری فرمودن سیار و رہائی قمر طلعت و کشتہ شدن جوگی

دکھا ساقیا لطف ساقی گرے	کہ مٹ جائے نیرنگی سامری
بدل جائے اکبار محفل کا طور	دکھا دے ذرا چشم جادو کا دور
قدح کش ہین عشرت کی امید مین	مے ناب دے جام جمشید مین
وہ چلتا ہوا ہے یہ سفلی عمل	ہوا سے بھی کہتا ہے تھم تھم کے چل
نہین کوئی لٹکا یہ از نا و نوش	یہ افسون اوڑاتا ہے رندونکے ہوش
حریفون سے کہدے کہ ہشیار ہون	بھرتے ہین سیکش خبردار ہون

ستمگر ہے چرخ فلاکت زدہ	ستاتا ہے رندون کو بیفائدہ
غریبون سے کیا بغض کیسا دشمنی	یہ جوگی ہین بنت العنب جوگنی
ادھر محتسب ہے ادھر می پرست	کسی کی ہے نصرت کسی کی شکست

باطل السحر خوانان خط حصار سخندانی تیغ بخون حریف ترکردگان معرکۂ سحر بیانی تیغ کشایان نبردگاہ تیز بیانی خنجر گذاران قتل گاہ معانی تیر اندازان نشان بلاغت کمانداران کمین گاہ فصاحت تیر اس ماجرای بی نظیر کا یون سینۂ اظہار پر لگاتی ہین ادھر تو شاہزادی نے رفیقونکو ساتھ لیکر منزل معلوم کی راہ لی اُدھر سیس ناگ کی ہمزاد نے سیس ناگ کو آکر خبر دی کہ بد نصیب تیرا دولت گیا رقیب تیرا آپہونچا حریف عازم طلسم طاؤسی ہی اُسکے مقدر مین کامیابی تیرے مقدر مین مایوسی ہی اس خبر سی وہ خبیث گھبرایا فوراً اپنے تابعینون کو بلایا اُس عہد مین وہ سامری کا جانشین اور جمشید کا خانہ زاد جیپال ثانی تھا یعنی سرآمد ساحران غدار اور سرخیل جنود شیطانی تھا لاکھون پجاری ہزارون چیلے تھی ہر روز بھنڈارے تھی ہر روز میلے تھی تلک دھاری تین تلوک کی اُسکا

حکم مانتے تھی چوٹ بھیٹ مین یہ کمال تھا کہ بیر اپنا پیر جانتے تھے غرض اُس کافر نے سب چیلونکو جمع کیا اور غصے مین آکر یہ حکم دیا کہ ہان تم مین سے ایک جائے اور اُس سورکھ کو پکڑ لائے یہ سنتے ہی ایک گبرنے اُس جتھے سے نکل کر ڈنڈوت کی اور گرو کی چرن لیکر پون کیطرح راہ لی بزور سحر اُس ہوا پرست نے راہ کو قطع کیا دم بھر مین اُن ارکان دشت غربت کو جا لیا مگر اتفاق سے وہ کافر سیہ کار اور وہ ساحر غدار اسوقت اُس مقام پر پہونچا کہ شاہزادہ اور عیار واسطے قضای حاجت کی دامن کوہ مین گئے ہوئے تھے فقط وزیرزادہ ایک درخت کے تلے تنہا بیٹھا ہوا تھا یا تو وہ کرگس نژاد ہوا پر سیدھا جاتا تھا یا وزیرزادے کو دیکھکر مڑا یعنی دفعتًا باز کیطرح گرا اور اُس مسافر شکستہ بال کو لیکر اُڑا جلدی مین اُسیکو شاہزادہ تصور کیا اور ساتھیونکو نہ دیکھ بھال لیا خورشید گوہر پوش اور سیار سبک سیر جو دامن کوہ سے نکلے تو دیکھا کہ قمر طلعت کو ایک جوگی ہوا پر اُڑائے لیے جاتا ہی گویا وہ چرغ ہی اور یہ کبوتر ہی بیچارہ پنجۂ آفت مین گرفتار ہو کر کیا کیا پھڑکتا ہی کیا کیا تلملاتا ہے یہ دیکھکر دونون کے ہوش اوڑ گئے گھبرا کر

آسمان کو دیکھنے لگے لیکن کیا چارہ تھا کیا اختیار تھا حالت بی پر وبالی مین
اُن دونون تک اڑکر پہونچنا دشوار تھا یہان بعالم مجبوری ایک دوسرکو
دیکھتا رہا وہان وہ صیاد پرکید مع صید طرفۃ العین مین نظرون سی غائب ہوگیا
شاہزادی نی عیار سے آبدیدہ ہوکر یہ بات کہی دیکھو اُس جوگی ملعون نے
یہ دوسری چوٹ کی سیار تسبک سیر نی گردن جھکا کر عرض کیا ہان پیرومرشد
اُس ظالم نی بڑا دھوکا دیا وای غفلت اسکا خیال نتھا کہ دشمن کمین گاہ مین
ہی پہلا ہی مرحلہ اس راہ مین ہی خیر حضور اللہ کو یاد کیجیے عنان استقلال
ہاتھ سی نہ دیجیے خدانی چاہا تو سحر کو باطل کرینگے اور اُس کافر کو جہنم واصل
کرینگی اگر قمر طلعت کی مقدر مین رہائی ہی تو آثار نصرت آشکار ہونگے نہین تو
چند روز کا پیش وپس ہی ہم بھی اسی بلا مین گرفتار ہون گے اب آئیے
کچھ فکر کرنا چاہیے الحاصل سیار خورشید شاہ کو اُس درخت کی تلی لایا ہر طرح سی
تسلی کی ہر طرح سے سمجھایا کہا حضور اب یہ تدبیر ہی کہ آپ تو یہان حصار
کھینچکر تشریف رکھین اور خانہ زاد اسکے تاک مین جاتا ہی اگر افضال خدا

شامل حال ہی تو بندہ کو ئی نکوئی راہ نکالکر آتا ہی شاہزادہ نے کہا بھائی
ایک تو وہ چھوٹا دوسری تو بھی چھوٹتا ہی چرخ ستم پیشہ عالم غربت مین ہمکو
دوبارا لوٹتا ہی سیارنی کہا خداوند دیکھیے تو اب جو ہونی ہو سو ہو یہ مفارقت
نہین تدبیر وصال ہی خدا کے آگے سب سہل ہی بندیکی سا منے سب محال ہی
شاہزادی نے رضینا بقضاء اللہ کہکر سر جھکا لیا اور سیارنی جوگی کا برن بنا کر
سمت الراس کا رخ کیا اس دربند سی استھان اُس گبر خود پسند کا ایکدن کی
راہ تھا یہ شاطر سبک سیر مانند ماہ سریع السیر کر راتون رات وہان جا پہونچا
گرد ایک چشمی کی جو گیونکا دنگل نظر آیا ساپونکے کھیر کی طرح اُس صحرا کو
جٹا دھاریونسی بھرا پایا دیکھا کہ چشمے کے گرداگرد آتش پرستونکا دور ہے
زمین کو کرۂ نار بنایا ہے گویا پانی مین آگ لگانیکا طور ہے ہر گبر ڈھاک کے
پتونکی چھتری کی تلے دھونی رمائے تپشیا کر رہا ہے کوئی بھجن گا رہا ہے کوئی
جگ گرو کا دم بھر رہا ہی کہین اگیاری کا سامان ہی کو گل سلگ رہا ہی دور وبج رہا ہی
سر پہ کالی آئی ہوئی ہی کسی کی سر پر نرسنگھہ آیا ہوا ہی ایک طرف سیس ناگ اپنی منڈھی مین

بیٹھا جھوم رہا ہی گرد چیلونکا ہجوم ہی کوئی ڈنڈوت کر رہا ہی کوئی پاؤن چوم رہا ہی
سیار انھین لوگونکی بھیس مین سیر کرتا ہوا ہر طرفسی گذرا کسی سی جی گرو کہکر صاحب
سلامت کی کسی جگھہ دم بھر ٹھہر گیا آخر ایک طرف آسن مار کر بیٹھہ گیا اور تونبی بجانا
شروع کیا واہ وہ تونبی تھی یا کنھیا کی بانسری تھی نکیسہ اور باربد کی گلی کیطرح سُر اور
لَی سی بھری تھی ہر شعبہ آبکا شعبۂ آواز تھا وہ پردہ پردۂ نہاوند و حجاز تھا دم بھر مین تمام
صحرا گونج اٹھا سارا جنگل سائین سائین کرنی لگا جس شخص نی وہ آواز سُنی تاب نلایا
بی اختیار اُس لی پر کھنیچ آیا سیس ناگ کی جیونکی ناگ پھنی اُٹھا کر سُننے لگی اور بیساختہ
وجد مین آکر سر دھنی لگی اُس کبر نی کہا یہ کیا ہی دیکھو تو یہ کون تونبی بجا رہا ہے
چیلون نی ہاتھ باندھکر کہا آج بھنڈارہ مین ایک جوگی سیلانی آیا ہے یہ اُنکی
سن موہنی نے ساری تپشیون کو لبھایا ہی وہ بولا جاؤ اُسی ہمارے پاس لی آؤ
یہ سُنکے لوگ دوڑے اور سیار کو سیس ناگ کی پاس لیگئے اُسنے جاتی ہی گرو جی
کی چرن لیے اور ڈنڈوت کی رسم ادا کی اُسنے پیٹھ پر ہاتھ رکھکر کہا سدا سکھی رہ سدا سکھی
رہ بچا کدھر سی پھیرا ہوا کدھر کا گیان ہی کونسی گرو سی مکھ بچن پایا ہے کونسی بھیم پر

استھان ہی اُسنی کہا مہا پرکھ کو وگن ہی نی گیان ہی دھرتی کی رپوت ہین
تپشیونکی پریم ہی اور پران ہی گرکی بسکہ ہی گروکی پرکھہ ہے دیکھا دیکھی جوگ
ہے تن من مان بروگ ہی ماتا پتا کو تجا بن باس لیا ہی نام بھجا جیو کرتا ریکی
چھایا ہی جوان چرنن سون لگایا ہی اب گروکی انچھا سے نستار ہی سانچی بچن کا
سانچا بچار ہی یہ کہکی تونبی سنبھالی گویا قالب بیجان مین جان ڈالی ایک
ایک سر سرستی کی کان کھولنی لگا تونبی کی پردے مین جادو بولنے لگا کیا گرو
کیا چیلا جسنے وہ مست باجا سُنا مبہوت ہوگیا جتھے کی جتھی کو ایک مرتبہ سکوت
ہوگیا سیس ناگ نے کہا مانگ کیا مانگتا ہی یہ بولا سب گروکی دیا ہے مہاراج
جو مانگون سو پاؤن اتنی پرتیت ہو مین بھی آپکا داس کھاؤن یہ سنکے اُس
گبرنے اسی بھی اپنے چیلونمین شامل کیا دو سندری الماس کے نگا کر کانین
ڈالدی اور اپنے ہاتھ سی مُنہ پر بھبوت مل دیا کہا بچہ سانجہ سویرے آیا کرو
اور ہمارے سامنے یہ من موہنی بجایا کرو اسدن سی اُسنے یہ معمول رکھا کہ ہر روز
صبح شام جانا اور دو چار گھڑی بیٹھ کر اپنا رنگ جمانا اور پھر آنا دو ہی دنین

سب سی یارانہ ہوگیا غرض یہ لڑکا مطلب براری کا بہانہ ہوگیا سچ ہی کمال بھی عجب چیز ہی بس اسکا عاشق ہی جسکو ذرا بھی تمیز ہی جہان یہ ہنرمند دو گھڑی بیٹھ گیا اک میلا ہوگیا چیلے تو چیلے گرو بھی اس اہل کمال کا چیلا ہوگیا الحاصل یہ صاحب فطرت ہر شخص سی ملا ہر طرف گیا آیا لیکن وزیرزادی کا کہین پتا نہ پایا ایک دن قریب شام جاتا ہی تو کیا دیکھتا ہی گروجی کی منڈھی کے پہلو مین ایک مینڈھا خوبصورت سا بندھا ہی اُس مینڈھے نے جو اسے دیکھا بے اختیار چلانے لگا اور تڑپ تڑپ کر رسی توڑانے لگا جب یہ قریب گیا تو چپ ہو رہا ہای خدا دوست کی مصیبت دوست کو ندکھائی نگاہ چار ہوتی ہی دونو نکی آنکھوںمین آنسو ڈبڈبا آئے سیارنے اپنے جیمین کہا اب پتا لگنے مین کیا باقی رہا بس یقین کی یہی صورت ہی ہونہو یہ قمر طلعت ہی سیس ناگ کافر نے یہ ظلم کیا ہی کہ اس بیچاریکو مینڈھا بنا دیا ہی یہ سوچ کر جسطرح ہوسکا دل کو ٹھہرایا یعنے اُسوقت ٹالکر پھر آیا بجای خود فکر کی کہ اس بھید کو کس سے دریافت کیجیے کسے ہمراز بنائیے کسی دم دیجیے پر بھونا تھ نامی ایک تیشی کہ بڑا یار باش تھا

اُسنے تجویز کیا رات کو بعد جلسے کی جب صحبت برخاست ہونے لگی تو اُسے

ٹھہرالیا پہلے ادھر اُدھر کی باتون مین لگایا پھر منیڈھے کا ذکر زبان پر لایا

آسنے ساری کیفیت بیان کی جو یہ سوچا تھا وہی بات ثابت ہوئی کہا رام رام

گروجی کے من مین یہ کیا سمائی ایک تو اس نے سکھی کی استری چھین

لی دوسرے یہ گت بنائی وہ بولا یہ کل جگ کی کایا پلٹ کا سبھاؤ ہے

اب کلنک سے دہن کا بچاؤ ہے نہ سنتن کا بچاؤ ہے سیار نے پوچھا

کیون مہاراج اب یہ پنچھی کاہیکو اس کشٹ سے مکت پائیگا گروجی کی کرپا ہوگی

نہ یہ اسپنے چولے مین آئیگا اُسنے گردن ہلائی اور یہ بات سُنائی سادھو جی

دکھی ہوئے یا سکھی ہونے سبکا سری چھتر کرتا ہے دکھی ہوت بار ہے

نہ سکھی ہوت بار ہے منتر کی ایک لوٹ پوٹ مان پھر وہی سروپ ہے پھر وہی

چولا وہی مورت ہے وہی روپ ہے سیار اس نکتے کو سمجھا یعنے

تردید اس سحر کی اسیکی لفظونکی تردید سے ہے دلمین کہا کیا اُسکی رحمت

ہے کیا تائید ہے عجب قدرت خدا ہے دشمن مطلب کی بات بتا رہا ہے

انشاء اللہ وزیرزادی پر سے سحر اُتارتا ہون اور سیس ناگ موذی کو
مارتا ہون مگر اب اُسکو برسر مدعا لایا چاہیے اور تردید سحر کی ترکیب کو اُڑایا چاہیے
کہا مہاراج منتر کی لوٹ پوٹ کیا ہی یہ کونسا جتن ہے کونسی بدھیا ہے
اُس سادہ لوح نے بے تکلف الفاظ سحر پڑھکر سب ترکیب بیان کردی یہ تو
بلا کا ذہین تھا اسی یاد کرتے کیا دیر تھی باتون مین سارا مطلب حاصل کرلیا
بعد اُسکے اس گاودیکو ٹھلادیا اب اُسنے صبح ہوتی ہی اسے تو یہ فکر ہوئی کہ جسطرح
ہو لوگونکی آنکھ بچاکر جائیے اور حکمت علی سے قمر طلعت کو ہئیت اصلی پر لائیے وہان
سیس ناگ سے جاکر کسی مخبر نے یہ کہا یہ تو آپ نے مدعی کے رفیق کو گرفتار کرلیا
مدعی تو بچ گیا وہ بولا اُسکا کہین پتا ہی اُسنے کہا اُسی جنگل مین ایک درخت کی
تلے بیٹھا ہی سیس ناگ نے یہ سنکے اُس چیلے کو جو وزیرزادیکو گرفتار کر لایا تھا بلایا
اور بہت غصہ کیا بہت جھنجلایا مخبر نے ازراہ سفارش کہا کرپا ندھان اسی
وھوکا ہوا آخر یہ صلاح ٹھہری کہ پھر جاتے اور اصل مدعی کو گرفتار کرلائے یہ خبر
سُنکے سیاہ بھی جا پہونچا اور ہاتھ باندھکر عرض کیا سری مہاراج اپنے داس پر کرپا کیجیے

اِنکی بیری مجھ کو یہ حکم دیجیے اُسنے اُسکی عرض قبول کی اور ڈبی سے نکالکر ایک گولی
دی کہا لے بچا اسے مُنہ مین رکھکر اُڑ جا صورت اُس کا فرکی یہ تھی کہ آپ تو
علم طیران جسے بھاکھا مین اُڑن کھٹولی کا عمل کہتے ہین جانتا تھا باقی گولیان
اُنکی تیار کی تھین اُنکی یہ تاثیر تھی کہ جسنے وہ ایک گولی مُنہ مین رکھ لی
مانند طائر پردار کے اُڑنے لگا غرض سیار وہ گولی مُنہ مین رکھکر اُڑا اور
دم کے دم مین حضور شاہزادۂ عالی مقدار پہونچا قمر طلعت کی بھی خبر دی اور باقی
کیفیت بھی سب بیان کی کہا حضور خاطر جمع رکھیے اب یہ قصہ مختصر ہی بجول
اللہ تعالی اب کوئی دنمین یہ مہم سر ہی خانہ زاد فقط حضور کے اطمینان کے لیے
حاضر ہوا تھا نہین تو بفضل اللہ آج ہی خاتمہ تھا ہان یہ تو ارشاد ہو اس ہفتے
مین حضور نے کیا نوش فرمایا کہا بھائی خدا نے اپنی قدرت کا تماشا دکھایا
دن بھر تو روزہ رکھتا ہون شام کو ایک بزرگ آتا ہی اور تحفے سے تحفہ کھانا اور
ٹھنڈا سے ٹھنڈا پانی کھلا پلا جاتا ہی سیار نے کہا سبحان اللہ وہ کریم رازق العباد
جنگل مین منگل اسی سے مراد ہے معلوم ہوتا ہے وہ خضر علیہ السلام ہین

غریبونکی خبر لیتے ہین یہ انھین کے کام ہین دیکھیے اُسکی مسبب الاسبابی کے
کارخانی بقول مشہور خدا کی مشیت خدا ہی جانی لیجیے خانہ زاد تو جاتا ہے اب
یوہین چیلے اُس کافر کے ہوا پر آئینگے اور بسبب قلعہ بندی حصار خاک اڑا کر
پھر جائین گے آخر وہ گبر آپ آئیگا اور تُنہ کی کھائیگا یعنی آسمان اُس برگشتہ بخت
سے پھیریگا اور مانند طائر تیر خوردہ کے اس دائرے مین گریگا اُسوقت تامل نکیجیے گا
فوراً اُس صید اجل کے گلے پر چھری پھیر دیجیگا ورنہ ہوش مین آئیگا تو قہر ڈھائیگا
اور کچھ اندیشہ خاطر مین نہ لائیگا ہرگز کسی طرح نہ گھبرائیگا جان نثار نے پہلے امتحان
کرلیا ہے پھر یہ عرض کیا ہے فی الحقیقت اس حصار مین ہوا کا گذر محال ہے
انسانکی تو کیا مجال ہے یہ کہکر گنٹکا تُنہ مین رکھا اور ہوای آسمان ہواسیس ناگ سے
جا کر کہا داتا وہ راچھت تو نپٹ انیائی ہے جانے اگن کی سمندر مان لنکا بنائی ہے
یہ سُنکر وہ مردود مسکرایا سمجھا کہ یہ ناتجربہ کار ڈر کر پھر آیا پر اُسنے چیلون مین سے
ایک کی طرف دیکھا وہ ہوا پرست فی الفور امتثال امر پر مستعد ہوا اُڑا اور
آندھی کیطرح خاک اُڑاتا اُس جنگل مین آیا مگر قریب حصار پہونچکر سبقت کی

تاب نہ لایا وہ دائرہ وہ دائرہ تھا جسکا دور شاہزادی کے لیے تو دورۂ گلزار نعیم
تھا اور دشمن کے لیے احاطۂ نار جحیم تھا زبانی اُسکے زمین سے آسمان پر جاتی تھی
کوسوں تک پرندے بھی پھٹکنے نپاتی تھی جب اس گبرنی بڑھنے کا ارادہ کیا وہ ہوا کا
طمانچہ پڑا کہ اُلٹ گیا کبھی حرارت باد سموم سے جلنے لگا کبھی ہیبت عزیمت سے
دھلنے لگا پہر بھر تک ہوا سے لڑا آخر اپنا سا مُنہ لیکر پھرنا پڑا سیین ناگ سے اگر یہ سب
کیفیت بیان کی سنتے ہی اُس جہنمی کے تن بدن مین آگ لگ گئی جھنجلا کر
آپ اُٹھا اور اُڑن کھٹولے پر سوار ہوا بالکل بھی پر پرواز ہنانی کو سرکی جٹا مین
کھولنے لگی جی کڑو کی یہ کہکر سب کے سب کُندے تولنے لگے غرض ساتھ کے
ساتیہ نے اُڑکر ہوا پر صف باندھی وہ جمعیت تھی یا جنگلی کبوترون کی ٹکڑی تھی
سیار بھی مُنہ مین گولی رکھے اُن سبکے ساتھ ساتھ تھا مگر میدان اسی صاحب قطع تک
ہاتھ تھا جاتے جاتے جب وہ صحرا نمودار ہوا تو اثر عزیمت حصار آشکار ہوا جوائس
چیلے کی صورت ہوتی تھی وہی اِن سب کی صورت ہوتی یہ دیکھکر سیین ناگ کو
کمال حیرت ہوئی بھلا سفلی کی کیا طاقت کہ علوی پر سبقت لیجائے شیطانکی

کیا اصل کہ عرش کی سو کلو نپر غالب آئی دم بھر مین سحر و ساحری کی ہوا بدل گئی
ایک ہی جھٹکے مین ساری دھنتری اُس کافر کی نکل گئی افعی سرکوفتہ کیطرح
پلٹے لینے لگا چھو چھو کہکر ہوا کو دم دینے لگا ساتھیونکو کچھ دور ٹھہرایا اور آپ وسط
حصار کی حد مین ہوا پر آیا ہرچند زبانی خط حصار کے جلائی دیتے تھے اور شعلے
اُس دائرہ آتشبار کی آگ لگائی دیتے تھی مگر یہ ناری آپ اپنی آتش غیظ و غضب
مین جل رہا تھا بات بات مین مُنہ سی دھوان نکل رہا تھا نہ کچھ اندیشہ مآل تھا نہ کچھ
اُس آگ کا خیال تھا جلنے پر آمادہ تھا مرگ پر دلدادہ تھا اُسے تو یہ دھن
کہ شاہزادی کو اپنے قابو مین لائیے اور سیار کو یہ تاک کہ شان عیاری دکھائیے
وہ تو جھلاہٹ مین سہوت ہو کر اُس حد پر گیا اور یہ بخیال ہواخواہی خورشید شاہ
کی ساتھ ساتھ پہونچا اُسے غصے نے اندھا بنا دیا تھا یہ بھی نہ دیکھا کون آیا کون رہا وہ
کافر تو ہوا پر تاو سے کرنے لگا اور شاہزادہ یا حافظ یا حفیظ کے دم بھرنے لگا
اُدھر سیار نے ایک چاند شیشے کا رشک ماہ نخشب کمر سی نکالکر اپنی ماتھے پر نصب کیا
اور بکمال سرعت اسطرح بغل سی نکل کر سامنے آیا کہ سر سے سر لڑ گیا منہ پھیرتی ہی

وہ چاند ٹوٹا اور جسطرح انار ہوائی سے ستارے نکلتے ہین چند ستارے نکلے وہ ستارے آتشبازی کے
تھے بلکہ بعینہ بیہوشی تھے جو ہین وہ بعضے اُس شقی کی پیشانی پر پہونچکر ٹوٹے چپ ہو گیا
مطلق کچھ سر پاؤن کا ہوش نرہا برگشتگی تقدیر نے بسزاے اعمال پہونچایا قلا بازیان
کھاتا ہوا اسے زمین پر آیا یہان شاہزادہ تو منتظر تھا ذرا تامل نکیا جھپٹ دوڑ کر گلے پر خنجر پھیر دیا

نزادی یہ اقبال و اجلال سے	کہ سر چڑھ کے دی جان دجال نے
زہے سطوتِ شاہ یزدان پرست	بڑھا اوج ایمان ہوا کفر پست
سبک ہو کے بھی بار خاطر رہا	یہ مردود کافر کا کافر رہا

خورشید شاہ وہی خنجر خونچکان لیے اُس دائرہ حفاظت یعنی حصن حصین حصار سے
باہر نکلا اور گردن اُٹھا کر جسکی طرف بنگاہ غضب دیکھا وہ ہیبت کی ماری
مثل قاز پر شکستہ گر آرہا بس ادھر گرا اُدھر گلے پر خنجر پھیرا جب دو چار سر دست
تہ شمشیر آبدار آئے باقی ماندہ جتنے تھے یہ دیکھکر نہایت گھبرائے کہا امان امان
اے شہریار عالیشان خورشید شاہ پکارا اول ایمان بعدہ امان کفر سے تائب ہو
اسلام کا کلمہ پڑھو یہ سنتے ہی وہ سبکے سب حلقۂ اطاعت مین آئے اور بصدق دل

ایمان لائے سب سے پہلے سیار دست بیع ہوا پھر کسی کو کچھ عذر باقی نرہا شاہزادے نے یہ سامان رحمت دیکھکر حمد خدا کی اور سجدے مین سر جھکایا یعنے باجماعت برادران اجمالی دوگانہ شکر بجالایا بعد فراغ نماز سیس ناگ ملعون کی لاش نجس کو تو حوالہ زاغ و زغن کیا اور آپ جہانسے یہ سب جمع کی آئی تھی اُس مقام کا رستہ لیا اُسمین دو مقصد تھی ایک تو تلقین وہان کے بھنڈاریونکی دوسرے وزیرزادی قمر طلعت کی رہائی المختصر باجماعت اسلامیہ وہان پہونچکر سطوت اسلام کا جلوہ دکھایا تمام بھنڈاری بھی مسلمان ہوے وزیر زادہ بھی بہیت اصلی آیا

داخل شدن شاہزادۂ نامدار تبلاش دلدار مع قمر طلعت و سیار و فریب خوردن از پیر زا ساحرہ محجوب الاسم و در آمدن زندہ بگور و گشتن از یاران دور مہجور و یافتن در آغوش صبیہ مہ جبین یاقوت پوش و ملاقات نمودن با حکیم فرزانہ و بہدایت حکیم ماہر شدن از اسرار آن کارخانہ و کشتن غضبان ساحر ابعد مشاہدۂ عجائبات جادو و رہا نمودن یاسمین پری را از قید آن زشت روی بدخوے

پلا ساقیا بادۂ فلسفی | دکھا جام سے لوح راز خفی
بنین تو تلین مہر و ماہ طلسم | نظر آنے ظلمت مین راہ طلسم
دم جرعہ بڑھ جائی آگے قدم | کہ اک دم مین لون جا کی سنز لپہ دم
بڑھے نشہ زور آزمائی کرون | سر دست کشور کشائی کرون
اُدھر ہو مئے ارغوانی کا دور | ادھر اپنی صاحبقرانی کا دور
تصور ہے نیرنگ نیرنج کا | نشاو سے اثر صدمہ ورنج کا
کہان ہے وہ نیرنگی آسمان | اُٹھی ابر بجلی کرے شوخیان
رہی جوشش باران جو ہی قحط آب | کہ ہے دور بارش بعینہ شراب
خطا پوش ہی رحمتِ کردگا | نہ ڈر محتسب سے نہ ہمت کو ہار

تماشائیان طلسم جادو زبانی نظارگیان نیرنگ سحر بیانی عالمان لوح اسرار کاملان علل اسمار شکنندگان حصار سحر سازی کشایندگان حصن سخن طرازی اس قصۂ نیرنگ نگار کو اس رنگ سے بیان کرتے ہین خورشید شاہ جب اس مہم بالعرض سے فارغ البال ہوا تو پھر مقصود اصلی کا خیال ہوا اسپیار

اور قمر طلعت سے مشورہ کیا کہ راہ طلسم مین سوا میرے دوسرے کا گذر دشوار ہے
پس اپنا ہو یا بیگانہ کسیکا ساتھ لیجانا بیکار ہے اُن دونون نے عرض کی ہم تو
حضور کو تنہا نچھوڑینگے کچھ ہو حتی الامکان رفاقت سے مُنہ نموڑینگے کہا خیر تم
دونون چلو مگر ان سبکو سمجھا دو یہ سنکے سیار نے تمام نو مسلمون کو بلایا اور یہ فرمان
واجب الاذعان سنایا براے تسکین و تسلی یہ بھی کہدیا کہ تم سب خاطر جمع رکھو
جسطرح رہتے تھے یہان اُسطرح رہو حضور جس جگہ کے عازم ہین وہان بجُز بہادر کا
کام نہین جہان فوج یا لشکر کی ضرورت ہو وہ ایسا مقام نہین بالفعل
مجمع کے ساتھ ہونا مصلحت نہین ارشاد جنابعالی خالی از حکمت نہین انشاءاللہ
بہت جلد پھرے آتے ہین یہ تو عمر بھر کا ساتھ ہے نہ تم کہین جاتے ہو نہ ہم کہین
جاتے ہین غرض شاہزادہ اُن سبکو سمجھا کر مع رفقاے قدیم سیر وانی الارض کا
عامل ہوا اور رفتہ رفتہ سرحد نواح طلسم مین داخل ہوا یہان ساڑھے سات سے
برس کی ایک ساحرہ اکالہ ابلیس کی مان اور ابی دجانہ کی خالہ رہتی تھی اولا ان
اول یہ مرحلہ پیش آیا کہ پہلے اُس سے مڈبھیڑ ہوئی چند قدم بڑھے تھے کہ مرگ سفاجا تکا

سامنا ہوا پہلا رنگ عالم نیرنگ یہ دیکھا کہ ایک قبر کھدی ہوئی تیار ہی
اور ایک مردہ کفن مین لپٹا ہوا رکھا ہی سرہانے اُسکے ایک پیر فرتوت بیٹھی
رو رہی ہی قرینہ سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ مان ہے اور یہ بیٹا ہے یہ بیچاری تو
دردمند تھی از راہ خدا ترسی قریب جا کر استفسار حال کیا عجوز مکارہ ذمہ ہر
بلا سر کا کر اور ناتوانونکی آواز بنا کر جوابدیا ہاے بچو کیا کہون مین کو کھ جلی عجب
مصیبت مین ہون رات سی پیٹ پیٹ کر جان کھو رہی ہون فرزند جوانہ مرگ
کی میت پر بیٹھی رو رہی ہون مجھ ضعیفہ عاجزہ کی کانپتے ہاتھونمین یہ قوت
کہان کہ اسی قبر مین اُتارون ہی ہی اس بیکسی اور بیبسی کے عالم مین
کسکو بلاؤن کسکو پکارون شاہزادی نی کہا مائی تو پریشان نہو یہ ثواب ہم
لیتی ہین ابھی اس مسافر ملک عدم کو اول منزل مین پہونچا دیتی ہین
دونون رفیقون سی فرمایا مین قبر مین اترتا ہون تم پائینتی سرہانی آکھڑی ہو
اور بسہولیت تمام دونون سری تھام کر مجھی دیدو ہر چند قمر طلعت اور سیار
نی عرض کی کہ خانہ زاد ونکی ہوتی ہوئے حضور کو سبقت نچاہیی مگر شاہزادی نی

ہرگز نمانا از راہ مردی و مردانگی اور مقتضای ہمت و اولوالعزمی پیش قدمی کو
اُس مرحلے مین مقدم جانا یہ نہ سوچا کہ یہ منزل اول نہین طلسم کا مرحلہ اول
ہی سرانجام اس کام کا دوراندیشی اور پیش بینی پر محول ہی غرض خورشید شاہ نی
اُس میت کو ہاتھون پر لیکر آغوش لحد مین لٹایا اب جو گردن اُٹھائی
تو اُس قبر کو بسان سرنامہ سربستہ بند پایا آسمان سے زندہ در گور کیا زمانے
دفعتاً قفس مین پھنسا دیا شاہزادی اور رفیقون کے درمیان تختۂ اُس قبر کی
حد فاصل ہو گئی دید وادید کی مزاحمت کی لیے حجاب طلسم بیچ مین حائل ہو گئے
اسرار نیرنگ روزگار کے آشکار ہوئے رئیس اس قفس مین پھنسا اور رفیق
بڑھیا کی دام مکر مین گرفتار ہوئی قمر طلعت اور سیار کا حال آگی چلکی کھلیگا اول
شاہزادی کی کیفیت سُنا چاہیے کہ یہ طلسم کا پہلا در بند ہی واہ ری عالم نیرنگ
عجب رنگ ہی عجب روداد ہی عجب افتاد ہی آفتاب چاہ مغرب مین اسیر ہی
یوسف زندان آفت مین بند ہی لیکن یہ نیرنگ حسن و عشق کا نیرنگ ہی جس کے
تمام عمر جی نہ گھبرائی یہ رنگ وہ رنگ ہی الحاصل خورشید شاہ نی اُس قفس مین

بند ہو کر کہا الٰہی اب عقدہ کشائی تیری ہاتھ ہی جیتے جی فشار ہی موت زیست کا
سا سناہی زندی اور مردی کا ساتھ ہی یہ کہکر جو سر جھکایا تو اور ہی کچھ تماشا نظر آیا
اب دیکھا تو یہ دیکھا کہ وہ بیت نہین ہی محبوبۂ خلوت نشین ہی تربت حجلۂ
عروسی ہی اور وہ روح مقلوب عروس شرمگین ہی بند کفن شل بند نقاب
کھلے ہین رونمائی کا سامان ہی حجاب مین بیحجابی ہی معشوق کا انداز ہے
دولھن کی شان ہی سانس کی تحریک ہی یا سلسلہ مضمون باریک ہی مفارقت
جسم و جان وصل کی خبر لائی ہی ہستی کو عدم پر فوق ہے زندگی گئی ہوئی
پھر آئی ہی کافور مین سہاگ کی عطر کی بوباس ہی پوٹ کی چادر ہی یا شہانہ
لباس ہی پیشانی پر موت کی پسینے کے قطرے ہین یا افشانکی ستارے ہین موے
کاکل مرغولہ بند ہین یا عاشقونکی زندگی کے سہارے بھوین گوشہ گیری
پر تلی ہین آنکھین کچھ بند ہین کچھ کھُلی ہین لب پر مہر خاموشی ہی دل مین ولولۂ
ہم آغوشی ہی سینے پر جوبن کا اُبھار ہی سرو مین پھل آیا خزا نمین بہار ہی
سکوت کی عالم نے شہر خموشان کا نقشہ دکھایا ہے چہرے کی اُداسی نے تصویر کا

خاکا اوڑایا ہی خواب اجل نہین کیف بادۂ شباب سی مدہوش ہی ہو بہو
ملکہ مہ جبین یاقوت پوش ہی شل مشہور ہی جوانی کی نیند غضب ہوتی ہے
الڑھپن کے عالم مین بی تکلف پاوَن پھیلائی سوتی ہی پہلو مین ایک کھڑکی
ہم چشم غرفہ گلزار ارم ہی جس سی فرفر ہوای بہشت چلی آتی ہے سامنی مدنگاہ تک
وہ سبزہ زار ہی جسی دیکھکر طبیعت لوٹ پوٹ ہوئی جاتی ہی یہ معلوم ہوتا ہی
کہ حور جنت غرفی کی راہ سی آکر اس گوشی مین سو رہی ہی یہان خورشید شاہ کا
یہ حال ہی کہ یہ عالم دیکھکر روح بیچین ہو رہی ہے دلمین کہ رہا ہے الٰہی یہ
کیا ماجرا ہی یہ حور عین ہی یا ملکہ مہ جبین ہی اب قبر کا دھیان ہے نہ اُس
میت کا خیال ہی محویت کی عالم مین اور ہی کچھ کیفیت ہی اور ہی کچھ حال ہی
کبھی ہاتھ بڑھاتا ہی کبھی کھینچ لیتا ہے کبھی اشارون مین باتین کرتا ہی کبھی
آہستہ آہستہ آواز دیتا ہی ولولۂ شوق مین ہر مرتبہ گھٹتا ہی ہر مرتبہ بڑھتا ہی

اُسی بیخودی کے عالم مین بیساختہ یہ شعر پڑھتا ہی

یار آرام مین ہی وصل کی شب جاتی ہی	متحیر ہون کہ بیدار کرون یا نکرون

رعب اُس نازنین و مہ جبین کا یہ کہتا ہی دیکھ گستاخی ادب کی خلاف ہی
شوق اُس بیتاب و بیقرار کا یہ عرض کرتا ہی کہ بی اختیاری کی عالم مین سب معاف ہی

بقول مصحفی شعر

عاشق سے بھی ہوتا ہے کہین صبر و تحمل	اُس کام کو کہتا ہی جو آتا نہین مجھکو

آخر ایک مرتبہ جھک کر سینے پر سینہ اور مُنہ پر مُنہ رکھدیا ہاے جانان کہکر
بی تکلف چپا تیو نپر ہاتھ پھیرا اور لب جان بخش کا بوسہ لیا ادھر تو خورشید شاہ
نی ہای جانان کہکر پکارا اُدھر اُس دشمن جان سے انگڑائی لیکر اُلٹا ایک
ہاتھ مارا شاہزادہ او جھڑ کھا کر کھڑکی کی باہر جا گرا بیچارہ بیتابی دل کے ہاتھون
اور مصیبت مین گھرا اب جو دیکھا تو نہ وہ غرفہ ہے نہ اُس قبر کا نشان ہے
کوسون تک منزلون تک ایک پر فضا میدان ہی سبزہ لہلہا رہا ہی ابر چھا رہا ہی
خودرو پھولونکی بہار ہی تختہ تختہ گلزار ہی طائر زمزمے کر رہے ہین غزال
چوکڑیان بھر رہی ہین کویل کی کوک ہی مورون کا شور ہی رعد کی کڑک ہے
یا نوبت کی ٹکور ہے پھوار پڑ رہی ہے نہرین جاری ہین چرند اور پرند مصروف

شکر گذاری ہین مگر باوجود این طراوت گرمی کی یہ شدت ہی کہ قیامت بالای قیامت ہی حرارت جانسوز دمبدم سرگرم اشتداد ہی آسمان تنور روشن ہے زمین کورۂ حداد ہی پہاڑ معدن گوگرد ہین حصار آتشین گرداگرد ہین شعلے بھڑک رہی ہین پتھر چٹک رہی ہین جھونکے باد سموم کے آتے ہین اور تن بدن مین آگ لگا جاتے ہین زمین کا یہ حال ہی کہ پای تصور مین چھالا پڑتا ہی سایہ قدم کے تلے چھپا ہی مگر ایڑیان رگڑتا ہے ہر چشمہ آتش زردشت کا ہالہ ہے ہر بھنور شعلہ جوالہ ہی نہرون سی دھوان اُٹھ رہا ہی موجون سی شرارے نکلتے ہین ہنگام نظارہ طائر نگاہ کے پر جلتی ہین تقاطر سحاب سی چنگاریان پیدا ہین شدت ہوای گرم سے آثار آتش زدگی ہویدا ہین لیکن وہ طبقۂ بہشت مخصوص بہ نسبت طلسم کشا جہنم ہی اور ونکے لیے فضای گلزار ارم ہے خورشید شاہ اب سمجھا کہ یہ اسرار طلسم کے اسرار ہین اور یہ سب آثار اُسی کی آثار ہین کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرمی محض مجھ غریب کی نسبت ہی اس آفت کی لیے مین ہون اور میرے لیے یہ آفت ہے یہ کیفیت حرارت ہی یا الٰہیان طلسم کی شرارت ہی اگر در حقیقت

اس صحرا کا یہی حال ہوتا تو انسان کا کیا ذکر حیوانون کو جینا محال ہوتا
باد سموم کے ایک ہی جھونکے مین تمام جنگل جل جاتا نہ پھولونمین یہ تازگی
نہ سبزہ یون لہلہاتا یہ سوچکر داہنی جانب جو منہ پھرایا کچھ دور چند درختون کا
اک غنچہ نظر آیا چاہا کہ ان درختونکے سائے مین چلکر کوئی دم پناہ لیجیے اللہ سے
مناجات اور دل سے اس مشکل کے آسان ہونیکا مشورہ کیجیے غرض بجای خود
یہ تصور کیا اور ان درختون کی چھاؤن مین جاکر دم لیا وہان بہ نسبت
میدانکے کچھ سردی تھی کہا الحمد للہ جان بچنے کی تو امید ہوئی ناگاہ ایک
طاؤس طناز وجد کرتا ہوا سامنے آیا جسکے پرون کے نقش ونگار نے
جلوۂ نیرنگ دکھایا قد و قامت مین تو وہ طاؤس شترمرغ کی برابر تھا لیکن
صورت و سیرت مین اس سے کہین بہتر اسکی چوٹی کو حورونکی طرے پر
فوق تھا اسکی گردن دیکھکر ہنس کی گردنمین غلامی کا طوق تھا وہ
پر صاحبدل کی نگاہ مین مصحف کی نشانی تھے وہ نقش ونگار دست آویز بہا
جاودانی تھے وہ زبرجد کی منقار لالڑی کی آنکھین نیلم کے پاؤن زمرد کا سینہ

وہ طلائی گل رشک گل اشرفی وہ سبز سبز پر جیسے سونیکے پھولون پر مینا
انصاف کہ رہا تھا طاوس بہشتی اسی سے مراد ہی الحق اسی خوشخرام ایجادیسے
بہار گلشن ایجاد ہی شاہزادہ اُس اعجوبہ نگار کو دیکھکر حیران ہوا اور وہ حیوان
مصنوعی بکمال شوق دوڑ کر گرد پھرنے لگا اُسی حالت وجد مین نوک منقار
سے کچھ زمین پر لکھا گویا بذریعہ تحریر اپنے اشتیاق کا اظہار کیا یعنے اے شاہزادۂ
والا دودمان اور ای امیر صاحبقران زمان مین آپکا مدت سے مشتاق تھا از بس
آرزوی قدمبوسی تھی از حد اشتیاق تھا بندہ وہی حکیم ہے جسکا حال شاہ صاحب
نے بیان کیا ہی مجھے ساحران ناعاقبت اندیش نے بحکم بادشاہ انصاف دشمن
طاوس بنا دیا ہے فتح اس دربندکی اور رہائی اُس آرزومند کی حضور کی
تشریف آوری ہی پر موقوف تھی المنۃ للہ نا امیدنی بامید مبدل ہوئی اور شکل
مراد دکھائی دی اب آپ کچھ تردد نفرمائین زمانہ فتح طلسم کا بہت قریب آیا خداوند
عالم آرزومندونکی آرزو اور امیدوارونکی امید برلایا بظاہر یہ طلسم بے لوح ہی
مگر مطلق تشویش کا مقام نہین جب بانی طلسم خود حاضر ہو پھر لوح کا کچھ کام نہین

کل راہین نیر نجات کی نیازمند کی پیش نگاہ ہین دوسری یہ کہ حضور بفضلہ
مؤیدمن اللہ ہین شاہزادہ وہ تحریر اقلیدس پڑھ کر نہایت مسرور ہوا اندیشہ
لاعلمی اور واہمۂ ناکامی دل سے دور ہوا پہلے اُس حکیم کے حال پر تاسف فرمایا
پھر ازراہ لطف والتفات کلمات تشفی زبان پر لایا کہا ای بقراط دہر اور ای
جالینوس عصر مین شاہ صاحب کی زبانی تیری اوصاف حمیدہ سن چکا ہون
القلب مرأۃ القلب یعنی ایک دل دوسرے کو دلکا آئینہ ہی اب مین اپنے مشتاق
ہونیکا کیا حال کہون لیکن بمصداق کل امر مرہون باوقاتہا اب جذب خاطر
نے اثر دکھایا الحمد للہ آج وہ ارادہ پورا ہوا اور وہ وقت معہود برابر آیا انشاء اللہ المستعان
اب ہر طرحکی مشکل آسان ہی ایک کو دوسرے سے تقویت ہی غرض بہر صورت
اطمینان ہی یہ سنکے اُس سربرآوردہ روزگار نے گردن تسلیم جھکائی اور دوبارہ
کچھ زمین پر لکھکر یہ راہ بتائی یعنی اب حضور یہان ٹھہر کر گرمی کا تعب نہ اُٹھائین وہ
جو سامنے آسمانی گنبد نظر آتا ہی وہان تشریف لیجائین وہ گنبد مثل آسمانکے
بلند ہی اور چار طرف سے بند ہی یہ طلسم انگشت شہادت سے ہتیلی پر لکھکر اُسپر

دستک دیجیے پھر قدرت خداوند قدیر کا مشاہدہ کیجیے بافضال سرمدی
اور بتائید ایزدی فوراً انکشاف اسرار ہوگا دفعتاً وہ برج گردش مین آئیگا
اور اک دروازہ نمودار ہوگا اُسی کے جواب مین دوسرا دروازہ ملیگا اسکی
فضا دیکھکر غنچہ خاطر کھلیگا اُسکے جلوخانہ مین چشمہ اسرار ہو ادھر یہ تالاب
ہو اُدھر قلعہ کا حصار ہو بس اب یہی دو مرحلے پیش آئینگے باقی جتنے
عقدے ہین خود بخود حل ہوجائینگے نیاز مند بھی رکاب سعادت مین چلتا
مگر بظاہر اندیشہ ضرر ہو منظور یہ ہو کہ ساحر اس ارادے سے بیخبر رہین لہذا میرا
دور دور رہنا بہتر ہے لیکن فکر وسعی سے غافل نہ ہونگا جب کوئی وقت
پیش آئیگا فوراً اگر حاضر ہونگا خورشید شاہ نے کہا نہین خلاف مصلحت نکرنا چاہیے
مآل اندیشی کے یہی معنی ہین عقل و تدبیر سے نگذرنا چاہیے اچھا تم یہین رہو
مجھے بیشتر چلنے دو یہ کہکر اُس آفتاب عالمتاب نے برج آسمانی کی راہ لی
اور قریب پہونچکر حسب تحریر حکیم ارسطو تدبیر دستک دی بجرد دستک اُس
برج کو دورہ ہوا اور بعین گردش دورنے قالب تہی کیا اب جو دیکھا تو دیوار مین

درہم اور اُسکا جواب بھی پیش نظر ہے شاہزادہ یہ دور دور اور یہ فتح باب کا
طور دیکھکر بشاش ہوا بسم اللہ کہکر پہلے دروازیسے داخل ہوا اور دوسرے دروازیسے
نکلکر چشمۂ اسرار پر پہونچا وہ تالاب ازبس جانفزا تھا وہ مقام نہایت دلکشا تھا
جسقدر اُس صحرا مین کلفت ہوئی تھی اسیقدر یہان پہونچکر فرحت ہوئی
سبحان اللہ وہ چشمہ تھا یا طلسمی آئینہ یا خاتم سلیمانی کا نگینہ موجین وہ مصرع
تھین جنکی ہزارون صورتون سے تقطیع ہوتی تھی اُنکی براقی اور چمک بجلی کا
اوج موج کھوتی تھی جب لہرین آتی تھین رنگ رنگ کے گل پھول لیتے تھے
وہ عجائبات دیکھکر شعبدہ باز اپنے شعبدے بھول لیتے تھے جو لہر تھی سر خط نیرنگ
دہر تھی جو گرداب سپہر آثار تھا دائرہ دور دوار تھا حبابونکے ایک ایک نقطے
مین سو سو دفتر تھے وہ جام کرامت فرجام جام جہان نما سے بہتر تھا بالجملہ
عجائبات ایک عجیب بات یہ تھی کہ بساز ہوا عجب کیفیت ہویدا ہوتی تھی
ہر موج سے مانند تار قانون و رباب صدائے دلنواز پیدا ہوتی تھی یہ معلوم
ہوتا تھا کہ اس پردے مین ہزارہا پریزاد خوش گلو گا رہے ہین جن و انس

ایک طرف مسبحان ملاء اعلی کو لبھا رہی ہین خورشید شاہ وہ صدای دلکش
سنکے ایسا محو ہوا کہ دنیا و مافیہا کا خیال نرہا صبح سے شام ہوتی اور منزل
شوق نہ تمام ہوئی جب جھٹ پٹا وقت آیا تو اور عجائبات کا اظہار ہوا
چار برج چارون کونو نپر اور ایک برج وسط آب مین نمودار ہوا جب یہ پانچ
آفتاب نکل چکے تو چند ماہ نو طالع ہوئے یعنی چند کشتیان ہلال وار ظاہر
ہوئین اور بکمال حسن ترتیب برج صدر کے دور مین اگر ٹھہرین بعد تھوڑی دیر کی
ایک لکہ ابر ملیح کا اور ایک غول طائران صبیح کا نظر آیا وہ ابر تو اُس
برج پر آکر ٹھہر گیا اور اُن طائرون نے تالاب مین غوطہ لگایا اب جو دیکھا تو معلوم
ہوا کہ وہ جانور پردار تھے پریان تھین آتے ہی چشمۂ اسرار مین نہائین
اور نکھر نکھر کر نکلین کشتیون پر گئین اور مصروف اہتمام ہوئین کناریکی بر جونکو
کھولکر دیکھا بھالا بعضون نے فرش و فروش بعضون نے شیشہ آلات نکالا
جلد جلد کشتیونپر فرش مکلف کیا اور فی الفور ایک شامیانہ مرصع کار کھینچ دیا
جھاڑ جھاڑ سلیمانی لٹکا دیے کنول آفتابی اور ماہتابی لگا دیے فانوسین

رنگا رنگ صف در صف چنکر کہکشان کو ماند کیا بیچمین ایک مسند مغرق بچھادی اور چارون کونو نپر ایک ایک گلدستہ گلزار ارم کا لاکر رکھدیا بعد آراستگی تمام شیشہ آلات خودبخود روشن ہو گیا طرفۃ العین مین وہ چشمۂ اسرار بہشت انجمن ہو گیا

وہ پر نور چشمہ وہ روشن حباب
وہ شمع تجلی ہر ایک موجِ آب
اُدھر شیشہ آلات کی روشنی
ادھر پرتو ماہ کی چاندنی
وہ برجون کی طلعت سفینونکی ضو
کہین آفتاب اور کہین ماہ نو
سہ و مہر غیرت کی ماری چھپے
یہ تارے جو نکلے ستارے چھپے
نظر آئی جس دم یہ رونق یہ شان
لگا لوٹنے خاک پر آسمان

یہان یہ کثرت نور و ضیا ہوئی وہان ایک بجلی چمک کر ابر سے جدا ہوئی وہ بجلی نتھی تخت جواہر نگار تھا ایک شاہزادہ لباس شاہانہ پہنے اسپر سوار تھا وہ سریر فلک نظیر تو دیؤونکے دوش پر تھا اور دیؤونکے قدم ہوا کے دوش پر باقی کئی سو دیو زادہ جمشیدی بیرقین ہاتھونمین لیے آگے آگے اور خواص زرین کمر ادھر اُدھر وہ اور رنگ بساط رنگ بھی باین حشم و خدم اُنھین کشتیون پر

اگر اُترا جلودار و خواص اپنے اپنے قرینے سے کھڑے ہوتے اور شاہزادہ اُترکر مسند پر بیٹھا بفور اجلاس آہستہ سے کچھ حکم دیا پریزادون نے اک نازنین مصیبت نشین کو لاکر حاضر کیا اور مسند سے کچھ دور ایک اور عورت کو کہ اُسی نازنین کی ہمصورت تھی لاکر بٹھا دیا وہ نازنین باین ہیئت کذائی آئی کہ گردن مین طوق ہاتھوں مین ہتکڑیان پاؤن مین بیڑیان چہرہ زرد دل مین درد کپڑے ملگجے بال پریشان آنسو روان

نظم

تھی وہ نازک بدن اسطرح گرفتار عذاب	جسطرح پھول ہو کانٹون مین کمن مین مہتاب
ملگجا دیکھ کے اُس غیرت گلشن کا لباس	اہل دل پڑھتے تھے یہ شعر بصد حسرت و یاس
اگر اُئی کا ہے گمان شک ہے ملا گیر کا	رنگ لایا ہے ڈوپٹا ترا میلا ہو کر

عاشق تن کہتے تھے ہای یہ عنفوان شباب اور یہ صعوبت یہ مصیبت یہ عذاب اور وہ زن سن رسیدہ اگرچہ بظاہر فی سلسلۂ طوق و زنجیر تھی مگر بباطن اُسی قید شدید مین گرفتار تھی اور اسیطرح اسیر تھی وہ جہاندیدہ بہ نسبت اس نوعمر کے کچھ کہن سال تھی فی المثل وہ ہلال تھی یہ ماہ باکمال تھی قیاس اس بات کا

مقتضی تھا کہ وہ مان ہی یہ اسکی نور نگاہ ہی یہ نامراد ہے وہ ناشاد ہے
یہ ظلم رسیدہ ہی وہ دادخواہ ہے اسنے توسند کے کونے پر بیٹھکر سر جھکا لیا اور
اُسنے کلیجہ ہاتھونسے تھام کر رونا شروع کیا جب محفل چیدہ ہو چکی تو خواص
خاص کشتیان شراب کی لائی اور طائفی ارباب نشاط کی مجرے کیلیے سامنے آئی
طبلے پر تھاپ پڑی سارنے نے دم سازی کی صراحی نے قہقہہ لگایا جام بادۂ
ارغوانی گردش مین آیا وہ مسند کا سیر فرش بدمست ہو کر بیہوش ہو گیا
اہل محفل کا بھی چراغ عقل خاموش ہو گیا سوا ان دونون مصیبت زدونکے
سب پر غفلت چھا گئی اسطرح لوٹ پوٹ ہوئی گویا موت آگئی جب اُس
نازنین نے تمام محفل کو مردہ پایا تو زانوے ناکامی سے سر اُٹھایا ایک آہ کی اور
آسمان کی طرف نگاہ کی کہا او دشمن ننگ و ناموس تیرے ستم کی بھی انتہا
نہین آخر اے ظالم اس ظلم کی کچھ حد بھی ہی یا نہین او خانمان خراب خوب
خرابی مین پھنسا دیا اور بے شرم و بے حجاب اچھا سلوک کیا جسے مرد کیصورت
سے نفرت ہو وہ یون گرفتار مصیبت ہو مین نے عقد کو بلا کا پھندا جانا مین نے اپنی

بیوہ مان کا کہنا نمانا مین تو آزاد تھی دنیا کی عیش سے نامراد تھی تو نی جو یہ آفت ڈھائی کونسی دولت ہاتھ آئی آج تک مخلصی کی امید مین صدمی سہی اری اب تو مہلت کی میعاد کی دو دن رہی اب تو اس بدعت سی باز آ للہ مجھ یتیم پر رحم کھا ایسا کوئی خدا کا بندہ آئی کہ مجھی اس موذی کی پنجے سی چھڑائی یہ کہکر جو وہ اسیر بلا آنکھوں مین آنسو بھر لائی خورشید شاہ کے دلکو تاب نہ آئی قریب تھا کہ آنکو تالا مین گرا دی اور اُس نازنین مہ جبین کو جا کر گلی سے لگا لی جو اُس حکیم نی دور سی اپنی جھلکی دکھائی اور ممانعت کی لیے گردن ہلائی فی الفور کچھ زمین پر لکھا اور مائل پرواز ہوا شاہزادہ جو وہان آیا تو یہ مضمون لکھا پایا کہ خبردار یہ تامل کا مقام ہی یہ ہوشیاری کا کام ہی ای شہریار یہ سحر کا کارخانہ ہی یہان ساحر دنگا زمانہ ہی آگاہ ہو کہ یہ نوجوان بادشاہ طلسم کا بیٹا ہے اور اس نازنین کے عشق مین دیوانہ ہے اسکا نام غضبان جادو ہی اور اس کے باپ کا نام ضربان جادو اور یہ دونون عورتین مان بیٹیان ہین اندر کی اکھاڑی کی مالک ہین پرستان کی حکمران ہین مان کا نام گلبدن پری ہے اور بیٹی کا نام یاسمن پری

گلبدن پری بلقیس روزگار ہی قاف کی پردۂ دوم کا اسے اختیار ہی اور جنی
اسکا شوہر وہانکا بادشاہ تھا بعد اپنی شوہر کی اسنی اُس ریاست کا بندوبست کیا
یاسمن پریکا حسن شہرۂ آفاق ہوا ہر شخص کو وصلت کا اشتیاق ہوا
غضبان کو بھی اسکی شوق نی بیتاب کیا صدمۂ فراق نی بیخور و خواب کیا آخر جب
کچھ نہ بن آیا تو بزور سحر ان دونونکو اُٹھا لایا یاسمن اُسکو خاطر مین نہ لائی اس
سبب سے یہ قید کی سختی اُٹھائی بہزار فہمایش کچھ دنون کی میعاد کی ہی یعنی چھ مہینے
کی مہلت لی ہی اب اُس مدت کا بھی اختتام ہی بعد دو دنکی یہ میعاد بھی تمام
ہی مختصر یہ کہ غضبان خود بھی ساحر ہی اور اسکا باپ بھی ساحر ہے یہ ملعون
ناعاقبت اندیش بڑا ظالم ہی بڑا جابر ہے علاوہ لشکر کے کئی ہزار جادوگر
اسکے ساتھ ہی تمام قلمرو اس طلسم کی اسکی ہاتھ ہی ایسا نہو آپکے قدم کی
آہٹ پائی اور یہ مخبط و مبہوت ہو تمہین آجائی پھر کوئی تدبیر کام نہ آئیگی
مفت جان جائیگی اسکے قطع نظر تالاب سی عبور دشوار ہے ہر موج اسکی
نہنگ مردم خوار ہے کیسا ہی آشنا ہی اس پانی سی ناآشنا ہے قدم رکھنا

اس زہر آب مین انسان کی لیے دلیل فنا ہی وہ جو جنوبی برج ہی اُسمین
تشریف لیجائیے ایک شیشہ آتش تر کا اور ایک کھڑاؤنکی جوڑی طاق مین
رکھی ہی اُسکی لی آئیے وہ شیشہ آتش تر کا ہاتھ مین لیجئے اور وہ نعلین چوبی
پہنکر تالاب سی عبور کیجیے انشاء اللہ قدم نہ تر ہوگا بہت آسانی سے کشتیون پر
گذر ہوگا اور جسوقت کشتیون پر جائیے تو اُن بدمستونکو بسزای اعمال پہونچائیے
فوراً اُس شیشہ کی مہر توڑیئے مہر ٹوٹتے ہی وہ شراب جوش کھائے گی
اور ڈاٹ اُسکی خود بخود اُڑ جائیگی جب یہ کیفیت ظاہر ہو تو وہ آب
آتشین اُن سب پر چھڑک دیجیے مگر اس طرح کہ آپ پر چھینٹین نہ آئین اور اُن
دونون پریزادون سی بھی کہدیجیے کہ اپنی جانین بچاکر دور دور ہٹ جائین
جسپر ذرا بھی چھینٹ پڑجائیگی پھر بجز خاکستر کے اُسکی صورت نظر نہ آئیگی
شاہزادہ یہ قانون حکمت پڑھکر پھرا اور اسیطرح کاربند ہوا کشتیون پر
پہونچتے ہی مہر اُس شیشی کی اُٹھائی مہر کیا اُٹھائی ساحرون کے تن بدنمین
آگ لگائی وہ شیشہ آتشی شیشہ تھا اور وہ آب آتشین اُسکا عکس تھا یا وہ شیشہ

ابر تنک تھا اور وہ تیزاب صاعقہ اثر در شعلہ بار ہوا افعی کف اگلنے پر
تیار ہوا اُن چھیٹون نی کارا خگر کیا دم بھر مین اُن سب کو جلا کر خاکستر کیا
زمین سی دھوان اُٹھا اور اطراف وجوانب سی شور و فغان ایک غل ہوا
جلایا او شکنندۂ طلسم جلایا خوب گھات کی جگہہ پائی خوب وقت ہاتھ آیا
جب دھوان کم ہوا تو وہ چشمہ نظر آیا نہ وہ برج نظر آتے جا بجا ہڈیونکی ہار
اور راکھ کا انبار پاے فقط وہ دونون عورتین بچ رہین اسواسطے کہ اُس
تقاطر سی دور تھین اب نہ وہ رونق ہی نہ وہ شان ہی جہانتک نظر کام کرتی ہی
چٹیل میدان ہے یاسمن پری کہ اسیر طوق و زنجیر تھی اُسکی قید خود بخود
کٹ گئی گلبدن پری نی شاہزادیکو ہزار ہا دعائین دین اور قریب آکر سر سی پاؤن
تک کی بلائین لین کہا بچو تو اپنی جوانی کا سکھ دیکھی رہتی دنیا تک سلامت رہی
الٰہی سکندر کی حشمت نصیب ہو مانی کا چین زمانی کی راحت نصیب ہو اری کیا
احسان کیا ہی کیا وقت پر خبر لی ہے ہم دونون آفت زدون کو تمھاری
صدقے مین نجات ملی ہی یاسمن نی کہا یہ بھی اُسکی قدرت کے کارخانے ہین

کیا معلوم تھا قسمت مین راہ چلتونکے احسان اُٹھانے ہین اچھا یہ ہماری
ملک مین چلین اس احسانکا انعام لین مثل مشہور ہی خاطر سی خاطر ہی دولت
حشمت ملک مال سب حاضر ہی خورشید شاہ نی ہنسکر کہا کیون نہو آپ امیر
ہین یہان غریب ہین محتاج ہین فقیر ہین مگر جو فقیر ہمت کو نہین ہارتی ہین
وہ سلطنت کو ٹھوکر مارتے ہین جو انعام کا طالب ہو اُسی انعام دیجیے بس بس
زیادہ امیر بکی نہ لیجیے دنیا ہیچ ہی یہ طبیعت پڑھنی ہے شاہزادی صاحب فقیر
بھی دلکا غنی ہی وہ نازنین بولی مجھی کسی کی دلکی کیا خبر ظاہر مین آپ فقیر ہین
باطن مین ماشاء اللہ ملک گیری کی ارادی ہین کیا حضور بھی کہین کی شاہزادی ہین
گلبدن پری نی کہا ہائین ہائین یہ کیا ہی کچھ تجھے خبط ہوا ہے سودا ہوا ہی
یہ صاحبزادہ تو ہمارا سرتاج ہی خواہ فقیر ہی خواہ تونگر ہے اری دیوانی جو اینی اوپر
احسان کری وہ تمام دنیا کی بادشاہون سی بہتر ہی اور خورشید گوہر پوش سی
مڑکر بولی میان یہ دیوانی ہے تم اپنی دل مین کچھ ملال نکرنا سلامتی سے
سمجھدار ہو خدا کی لیی اس الڑھ کی بات پر خیال نکرنا بلا لون تمنی وہ بات کی ہی کہ

مین بھی لونڈی ہون یہ بھی تمھاری لونڈی ہے پھر یاسمن بولی خدائی ایک
بردہ خریدنی والا بھیجدیا اُس شخص نے قید سی کیا چھڑایا ین داموں مول لیا
اللہ کو یہ منظور تھا کسی نہ کسی کا آنا ضرور تھا یہ نہ آتے کوئی اور خدا کا بندہ آتا
اور ہمین اس آفت سی چھڑا جاتا اُسکی بے نیازی اور کبریائی کی قربان
یہ خدا کا احسان ہی یا ان صاحب کا احسان خورشید گوہر پوش نی کہا
جب مین احسان جتاؤن تو یہ فرمایئے آپ ہی آپ جامی سی باہر ہوئی جاتی
ہای معشوقوں کی باتین ہین تو قیامت ہوتی ہین یہی ادائین انسان کی ہوش
و حواس کھوتی ہین اُس تکلم اور تبسم نے ستم کیا اُن نیچی نگاہون نے دل
چھین لیا شاہزادے صاحب کا عجب حال ہوا طبیعت کا سنبھالنا
محال ہوا گلبدن پری تو جہاندیدہ تھی نہایت ہوشیار اور فہمیدہ وہ اِس
بگاڑ بناؤ کو سمجھ گئی قضای حاجت کی بہانے گوشہ صحرا کی راہ لی وہ کیا گئی
ان دونوں کی مراد آئی دل کھول کر باتین کرنیکی فرصت پائی دونوں عاشق
دونوں معشوق تھی خالی میدان پاکر کھل کھیلی وہ اسکی حقیقت سے

خبردار ہوا یہ اُسکی کیفیت سے آگاہ ہوئی حجاب کے پردے اُٹھ گئے حسن و عشق مین باہمدیگر راہ ہوئی اُسنے اسے نہ اسنے اُسے ناکام رکھا ایجاب و قبول کی نوبت آئی وصل وصال کا مزا چکھا نظم

ہوئی صورت وصلت روح و جسم	کھلے بند اسرار ٹوٹا طلسم
زہی صنعت کلک ندرت نگار	ہوا صفحہ گلرنگ آئی بہار
وہ پرکیف ساغر وہ شیشہ وہ مل	وہ منقار بلبل وہ ناچیدہ گل
وہ بوسون کی لذت وہ ترکیب وصل	وہ مستی کا عالم جوانی کی فصل
روا رو مین عشرت کا سامان ہوا	کوئی دُر فشان کوئی خندان ہوا

جب یاسمن لالہ زار بن چکی تو گلبدن پری نمودار ہوئی دیکھا کہ دونونکو سکوت ہی ہر ایک تصویر کی صورت ہی جیسے کیسکو نشہ کا خمار ہو جانبین مین یہ کیفیت ہی شاہزادیسے مخاطب ہوئی کہ صاحبزادے مین یاسمن کو تمھاری کنیزی مین دیتی ہون اسے قبول کرو اب تم میرے بھی اور اسکے بھی مالک و مختار ہوا سکے باپ نے اسے دودھ پیتیا چھوڑ کر دنیا سے رحلت کی

اور کوئی بیٹا تھا نہ بیٹی تھی ناچار مجہ ناقص العقل نے سلطنت کی جب یہ سن
تمیز کو پہونچی تو شادیسے انکار کیا سچ تو یہ ہے کہ برابر کا بر نملا لہذا میں نے بھی
سکوت اختیار کیا آج مالک ذی منہ مانگی مراد دی قید سے بھی چھڑایا دلکی
آرزو بھی پوری کی اب خانگی بندوبست سی بھی خاطر جمعی ہوئی اور ملک کی
انتظام کی بھی فکر نرہی یاسمن پری سے پوچھا کیون بیٹی تو بھی رضامند ہی
تجھے بھی یہ بات منظور ہی یہ نسبت پسند ہی تو اگر چاند ہے تو یہ نام خدا
آفتاب ہی تو یاسمن ہی تو یہ رشک چمن گلاب ہی اللہ رکھی جب اس سروقد
کی پہلو مین بیٹھو گی اسوقت بہار اس سنجوگ کی دیکھ لوگی یاسمن نے
شرما کر گردن جھکالی اور دبی زبان سے یہ بات کہی حضور کو اختیار ہے
مجھسے ارشاد کرنا بیکار ہی مگر بعضے صاحب تعریف سی پھول جاتے ہین
اپنی حیثیت اور حقیقت کو بھول جاتی ہین آپ نی تو آسمان پر چڑھا دیا حد سے
زیادہ بڑھا دیا تقصیر معاف میری کیا حقیقت ہی یہ شخص تو حضرت یوسف
سے بھی بڑھکر خوبصورت ہی انسانکی صورت ہو یا نہو سیرت اچھی ہو طینت اچھی ہو

طبیعت اچھی ہو اندرائن کا پھل ہوا تو کیا کس مصرف کا کس کام کا گلبدن
پری نی ہنسکر کہا اللہ ری باتونی چھوکری بھلا تجھسے اس غریب نے کون سی
برائی کی جو سیرت کو اسے گھٹنے لگی رئیس زادونکی جیسی صورت ہوتی ہی ویسی ہی
سیرت ہوتی ہی انکی ظاہر و باطن کی ایک کیفیت ہوتی ہی خورشید گوہر پوش
بولا جی انکی بہت بڑی نظر ہی اور سب ظاہر پرست ہین انھین لوگون کی
باطن کی خبر ہی کوئی کیسکی کہی سی کیا برا ہو جاتا ہی جو جیسا ہوتا ہی اُسی ویسا ہی نظر آتا ہی
جنکے دماغ مین فتور ہین جو عقل سی معذور ہین وہ جو جی چاہتا ہی کہتے ہین
صاحب فہم صاحب عقل سنکی چپکے ہو رہتے ہین وہ بولی میرے دشمن
عقل سی معذور ہون کہتی سنتون کے دماغ مین فتور ہون شاہزادی نی
اشارے سی کہا دیکھیے سنبھلیے آنکھین نہ نکالیے تیور نہ بدلیے جیسی تمنی کہی ویسی
مین نے کہی ہنسی مین بگڑنے کی نہین سہی یہ نوک جھوک یہ چھیڑ چھاڑ یہ راز و نیاز کی
باتین ہو رہی تھین کہ ایک پیر مرد لباس عربی پہنے سامنے سے آیا برسم اسلام
تقدیم سلام کی اور کلمات تہنیت زبان پر لایا پہلے تو شاہزادہ سمجھا کہ

کہ حضرت خضر فتح طلسم کی خبر لائی ہین پھر معلوم ہوا کہ حکیم صاحب طاؤسی
جامہ بدل کر بجامۂ بشریت آئی ہین خوش ہوکر دوڑا اور بغل گیر ہوا حکیم صاحب
نے کہا مبارک ہو طلسم ٹوٹا بندہ بھی آپکی بدولت بند بلا سی چھوٹا ساحر خاک سیاہ
ہوئی کافر برباد و تباہ ہوئی اب قلعہ مین کچھ جادوگر اور ہین اُنکی بھی غارت ہونیکی
طور ہین ضربان نے مرگ پسر مین حال اپنا غیر کیا ہی آمادہ مرگ ہوکر لشکر کشی کا
حکم دیا ہی بس اب ایک یہی مرحلہ ہی پھر بفضلہ تعالی فیصلہ ہی بندہ ذرا غریب خانے
تک جاتا ہی اور یاقوت شاہ سی بھی کہتا آتا ہی ادھر سی نیازمند اپنے شاگردون
اور عزیزونکی جماعت لائی ادھر سی ملک زرنگار کا لشکر ظفر پیکر آئے گلبدن پریپیے
کہا صاحب تم بھی پردۂ قاف مین جاؤ اور جنون کی فوج لیکر آؤ خورشید گوہر پوش
نے کہا یہ تو سب بجا اور جو کچھ ہونا ہی وہ ہوگا مجھے اپنے رفیقونکا خیال ہی خدا جانے
اُنکا کیا حال ہی حکیم صاحب بولی اُس ساحرہ ملعونہ نے یہ پیش بندی کی کہ قبل
بربادی نواح طلسم اُن دونون کو لیکر قلعہ مین جا بیٹھی آپکے رفیق اس سرحد مین
نہین ہین جہان ملکہ مہ جبین نظر بند ہی وہ دونون بھی وہین ہین خیر یہ کافرخاسر

کہان جاتی ہین انشاءاللہ ملکہ بھی آتی ہی وہ دونون بھی چھوٹ کر آتے ہین
سوت کا نام سنکر یاسمن کا ماتھا ٹھنکا دل کو پیچ و تاب ہوا سمجھی کچھ دال مین
کالا ہی یہ مردوا جو رو والا ہی کہا ای میان طلسم کشا ذرا ادھر منہ پھرایئے کچھ
ملکہ مہ جبین کی کیفیت بیان فرمایئے خورشید گوہر پوش بولا مین کیا جانون
یہ بھی کوئی گرفتار بلا ہوگی تمھاری طرح بیچاری مصیبت مین مبتلا ہوگی وہ بولی
اللہ ری ڈھٹائی اللہ ری دیدہ کی صفائی مین تو پہلے ہی کہہ چکی کہ اللہ
ان مردون کے فریب سے بچائے تقدیر کسی کو ان جعلسازونکی پھندی مین
نہ پھنسائی ہی ہی جتنے انکے جامہ مین گھیر ہین اتنے ہی انکے دل مین پھیر ہین
ایک کو ساتھ ایک کو بدھائی کسی سی ملاپ کسی سے لڑائی نگوڑے کیا کیا
چھل کرتی ہین پھر آنکھونمین خاک ڈالتے ہین اور مکرتے ہین دیکھنا اونٹ کی
چوری جھکی جھکی مین جو اپنی جان بچاتی تھی تو انھین باتون کے خیال تھے
ہان آپ ملکہ صاحب کی چھڑانی کو تشریف لائی ہین سلامتی سے معشوقہ خاص
کی تلاش مین آئی ہین راہ مین تیر تکے پر گذارا کیا جہان موقع ملگیا شکار کھیل لیا

لو امان جی مجھے انکی کنیزی مین دیتی ہین بھولا اور پاکدامن سمجھکر کیا کیا پشتی لیتی ہین گلبدن پری نے کہا ہای توبہ تجھے کسطرح سمجھاؤن کیا کرون کیونکر تجھ دیوانی کو ہوشمین لاؤن اری یہ طلسم ہے یہان بیسیون عورتین بیسیون مرد نظر بند ہین خدا نکرے اُن سب مین آشنائی ہے یا جورو خاوند ہین پہلی تو تجھی کو اس بندۂ خدا نے چھڑایا ہی اب کوئی کہدے کہ یہ شخص اسیواسطے آیا ہی کیا تدبیر تھی کیا تقریر تھی نسمجھی نہ بوجھی جھپ بگڑ گئی موئی تھکاری بلا کیطرح اُس غریب کے پیچھے پڑ گئی بس ہوشمین آ دم لے ذرا بات سننے دے حکیم صاحب سی مخاطب ہوئی کیا ارشاد ہوتا ہے مین جاؤن دیوؤنکا لشکر اور جنون کی فوجین لی آؤن حکیم صاحب نے کہا ہان صلاح وقت یہی ہے بس اب اسیقدر وقت رہی ہے وہ بولی بہت اچھا مین نے ابھی اسکا بندوبست کیا یاسمن سے کہا تو یہین رہ مین جاتی ہون تیرے چھڑانے کے بہانی سی فوج لیے آتی ہون یہ سنکے یاسمن نے ناک بھون چڑھائی مگر جب اُسنے آنکھ دکھائی تو کچھ بن نہ آئی غرض اُدھر تو گلبدن پری ادھر حکیم صاحب روانہ ہوئے

یہان فقط یاسمن اور خورشید گوہر پوش رہگئے حکیم صاحب نی شاہزادی سے چلتے چلتے کہا شاید میری آتی آتی قلعہ کی فوج آجائے تو گھبرا نجائیگا جسطرح سیس ناگ کی ہاتھ سے جان بچائی وہی حصار کی تدبیر عمل مین لائیگا یہ کہا اور رخصت ہوا

راہی شدن حکیم صاحب و گلبدن پری از برای آوردن لشکر یاقوت نگار و فوج قاف بعزم جنگ و قصد مصاف و رفتن ضربان جادو از برای آوردن کوہان جادو بارادہ مقابلہ شاہزادۂ نامدار و رہائی یافتن قمر طلعت و سیار و ملکہ مہ جبین از تدبیر ریحان جادو و گلستان جادو دختران آنساحر غدار و باز ملاقات شدن عاشق و معشوق ہمد گر و بر وقت رسیدن عساکر آتش و دیو و مدافت لشکر نکبت اثر

پلا جام اے ساقی نیک فام	کہ ہے آمد ابر کی دھوم دھام
مناسب ہے اب مے پرستون کی دھوم	حریفو نکا ہو میکدے مین ہجوم
اُٹھا لنگر کشتی زرنگار	نبھا سکہ بادہ خوشگوار

اُدھر لگے ابر ہون دَل کے دَل
اِدھر فوج در فوج مست ازل

اُدھر محتسب در پئے احتساب
ادھر رند سرخوش گزک اور شراب

سبو ہو صراحی ہو شیشہ ہو جام
یہی صف کشی ہے یہی انتظام

ہمین حلقۂ بزم ہے دور نیک
یہان رزم و آرزم دونون ہین ایک

رہے گرم صحبت تو کیا بات ہے
جماعت سے ساقی کرامات ہے

منتظمان فوج دریا موج بلاغت مہتمان لشکر ظفر پیکر فصاحت ترک کنندگان جنود فقرہ پردازی بخشیان سپاہ سخن طرازی خیمہ زنندگان عرصۂ بلند خیالی اور طاق برپا کنندگان صحرای تازہ مقالی خیمہ گردون مدار ہں حکایت ندرت نگار کو میدان بیان مین اسطرح برپا کرتے ہین الحاصل جب غضبان کے جہنم واصل ہونیکی خبر پہونچی تو قلعہ مین عجب طرحکی قیامت برپا ہوئی تمام شہر مجلس ماتم ہو گیا کارخانۂ سلطنت درہم برہم ہو گیا ساحرونکے مُنہ پر مردنی چھا گئی بھولی ہوئی موت یاد آگئی ہاتھون سے سیندور کے ٹیکے چھڑائے نیل کے ٹیکے لگائے گلونسے گل مہندی کے ہار نکالے نیلے پیلے گنڈے ڈالے سوگ کی نشانیان

ظاہر ہوئین سندرون پر سی سرخ جھنڈیان اُتارین کالی نصب کین شور نا قوس
نالۂ درد مند ہو گیا نوبت ایک طرف کالی کا دھونسا بھی بند ہو گیا ٹھاکر دواری
والون نے دو رو کر بدلے ہاتھون سی سینہ کو ٹا زندگی سی دست بردار ہوئی
پوجا سی جی چھوٹا ایسی جھانجہ مین آئے کہ جھانجہ کا نام بھی زبان پر نلائی قسمت کا
بگاڑ دیکھکر سدھ بدگنی ہاتھ پاؤن پھولی بھجن گیان ناچ رنگ سب بھولے
ضربان کا یہ عالم ہوا کہ زمانہ آنکھون مین اندھیر ہو گیا زیست سی تنگ اور جان سی
سیر ہو گیا آتش غیظ و غضب سی بُھننے لگا بل کھانی لگا سر دُھننے لگا دل اور جگر
دونون جلنی لگی مُنہ سی دھوان اور ہر بُن مو سی شعلے نکلنے لگے قصاص سیر کا
ارادہ کیا لشکر کی تیاری کا حکم دیا پھر اپنی جگہہ پر فکر کی کہ یہ کون شخص ہی جو تن تنہا
یہان آیا نہ صعوبات طلسم سے ڈرا نہ اہالیان طلسم سی کچھ خوف کھایا طرفۃ العین
مین محفل کی محفل کا نقشہ بدل گیا اسپر آنچ بھی نہ آئی اور تمام لشکر نواح طلسم کا
جل گیا ہو نہو یہ اُس حکیم کا فساد ہی قسمت کا پیچ ہی تقدیر کی افتاد ہی
دیکھا چاہیی انجام کیا ہوتا ہی آنکھین کیا روتی ہین دل بھی خود بخود در وتا ہے

یہ سوچکر کہا ہان ہماری پوجا کا تھیلا لاؤ اگیاری کرو گوگل سلگاؤ جب تھیلا آیا
تو ایک مردے کی کھوپڑی نکالی اور اُسکے جوف مین شراب ڈالی اُسکی ماتھی پر
ایک سیندور کا ٹیکا لگایا اور جنتر منتر پڑھکر کچھ بڑبڑایا دفعتاً وہ کھوپڑی گویا ہوئی
اِدھر اسنے آواز دی اُدھر اُسنے آواز دی کہا ای ضربان ہوشیار ہو رحلت پہ
کمر باندھ کوچ پر تیار ہو طلسم کشا آگیا حکیم رہائی پاگیا ایک کی بنتی ہے ایک کی
بگڑتی ہے دنیا کا یہی کارخانہ ہے اب اہل اسلام کی عملداری کا زمانہ ہے آخر مرنا ہے
اول مرنا ہے پھر بفایدہ پس وپیش کرنا ہے اگر سر کے سے قدم نہ ہٹاے گا
آبرو رہجائیگی نام رہجائیگا ورنہ ذلت وخواری سے جان جائیگی کوئی حسرت
ولکی نکلنے نپائیگی وہ گبر یہ فال دیکھکر اُٹھا اور شیرون سے کہا ابھی فوج کی
تیاری موقوف رکھو دو ایکدن توقف کرو مین ذرا کوہان کے پاس جاتا ہون
اُسے بھی اپنی کمک کی واسطے لاتا ہون کوہان اسکا بڑا بھائی ہے جبال شمال کی
سلطنت اسکی ہاتھ آئی ہے یہ سفلہ عمل سفلی مین غضب ہے اسکی سامنے سامری بھی
ایک طفل مکتب ہے الغرض ضربان کوہان کی پاس گیا یہان فوج ہبیر کی ہوئی

قلعہ بھی خالی ہوا یہ خبر محبوسان طلسم نے بھی پائی سنتے ہی جان میں ایک
جانسی آئی اب انکی کیفیت سنیے کہ یہ تینوں غریب ایک ہی جگہ محبوس تھے جان سے
بیزار اور زندگی سے مایوس تھے ضربان ملکہ مہ جبین کا خواستگار تھا اُدھر سے اصرار
اور ادھر سے انکار تھا ملکہ اُسے آج کل پر ٹالتی تھی آری بلا میں اپنا مطلب نکالتی
تھی اور ضربان کی دونوں بیٹیوں گلستان جادو اور ریحان جادو کی قمر طلعت
اور سیارہ سے آنکھ لڑی تھی غرض ہر شخص کو اپنی اپنی فکر تھی اپنی اپنی پڑی تھی
یہی ان اسیروں کی زندگی کا سبب تھا نہیں تو کب کا فیصلہ ہو گیا ہوتا جب ان
غریبوں نے یہ مژدہ پایا تو کچھ کچھ دلکو قرار آیا قمر طلعت نے ملکہ سے کہا کچھ آپ نے سنا طلسم کشا
آپہونچا وہ از راہ تجاہل بولی کون طلسم کشا یہ بولا میرا مالک و مختار میرا آقا اُسنے
ہنسکر کہا خوب تجے بتاتا ہے تو تو پہیلی بجھواتا ہے قمر طلعت نے کہا اے حضور خورشید گوہر پوش
آپہونچا آفتاب اُفق مراد سے طالع ہوا ملکہ بولی تیرے مُنہ میں گھی شکر کرکھائی
شکر کرو وہ بولا اب تو طبیعت بے اختیار ہے دل پُر اضطراب نہایت بیقرار ہے جی چاہتا ہے
جسطرحسے ہو وہاں تک جائیے اور اپنے ولی نعمت کو ایک نظر دیکھ آئیے یہ کہکر قمر طلعت

اور سیار دونون اُٹھے اور گلستان جادو اور ریحان جادو کی پاس گئی
گلستان جادو نے جو قمر طلعت کو آتے دیکھا بیتاب ہو کر یہ شعر پڑھا

بیا بیا کہ ترا تنگ در کنار کشم	تبنگ آمدہ ام چند انتظار کشم

ریحان کو بھی جذب خاطر نے بیتاب کیا بیساختہ سیار کیطرف دیکھکر یون خطاب کیا

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست	کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

قمر طلعت نے جاتے ہی گلستان جادو کے مُنہ پر منہ رکھدیا اور خوب بوچ دبوچ کر
پیار کیا ریحان نے جو یہ کیفیت دیکھی سیار کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے مین
جا بیٹھی گلستان جادو بولی کیا میری چنڈی پر مہربانی ہے آج تو ماشاء اللہ
طبیعت کو بہت جولانی ہے اس پیار مین کوئی نہ کوئی مطلب ہے اس اختلاط کا کچھ
سبب ہے جو فرمانا ہو فرمایئے بس زیادہ اخلاص نہ جتایئے قمر طلعت نے کہا مانو
تو کہین نہین کیا ضرور ہے دم بخود رہین وہ بولی نہین کہیے خدا کے لیے چپ نہ رہیے
یہ بولا سنو اگر تمکو مجھسے الفت ہے تو مجھے بھی تمسے محبت ہے بقول زید

بحمد اللہ محبت دونون جانب سے برابر ہے	ہم اُنپر جان دیتے ہین تو وہ بھی ہمپہ مرتی ہین

وصلت کی آرزو مین تم بھی بیقرار تھین مین بھی مضطر تھا مجبوری یہ تھی کہ ایک
سوزی کا خوف تھا ایک ظالم کا ڈر تھا اگر وہ کافر ذرا بھی سن لیتا تو ہمین تمھین
دونون کو دار پر کھینچ دیتا حق یہ ہے ان کافرونسے مسلمان اچھے انسان چشم انصاف سے
دیکھے وہان لڑکی کی ایجاب وقبول پر دار ومدار ہے یہان مان باپ کی جبر وظلم پر
اجرای کار ہے بردہ فروشونکی گرم بازاری ہے دلالون کی زبان سے سودا جاری
ہے کاش تم بھی آج اہل اسلام سے ہوتین تو کاہے کو اپنے نصیبون کو روتین لعنت
اس دین پر تف اس آئین پر خیر اب سنت پر قائم ہو مسلمانونکی مسلمانی کا کلمہ پڑھو
وہ بولی انھین باتون سے میری طبیعت جھلاتی ہے مطلب کی بات مین بھی نگوڑی
نوک جھوک چلی جاتی ہے تمھین سنت پر قائم ہو تمھین مسلمانی پر بیٹھے رہو ندی کافر بھی
چلو اسی بہانے عصمت رہی یہ بولا خیر جانے دیجیے مطلب کی بات سنیے غصہ نہ کیجیے
لو میدان خالی ہے نکل چلنا ہے تو نکل چلو صلاح وقت یہی ہے کہ اب یہان دم بھر
دم نلو وہ بولی مین تو مدت سے اسی فکر مین ہون مگر چلون تو کہان چلون کوئی
حامی ہے نہ مددگار ہے نکل چلنا سہل ہے مگر اُس سوزنی کے ہاتھ سے بچنا دشوار ہے

یہ بولا افضل معبود ہی حامی بھی موجود ہی تمنے نہین سُنا کھولنے والا اس طلسم کا آپہو نچا دیکھو تو وہ بہادر اس موذیکو کیسا ٹھیک بناتا ہی اب یہ ظالم بچکر کہان جاتا ہی میدان تمھاری ہاتھ ہے اب نہ ہاتھ ملو چلو اُس صاحبقران کے دامن مین چلکر پناہ لو بندیکو اُس سی علاقہ ہی وہ اولوالعزم میرا آقا ہے جسوقت یہ معلوم ہوا کہ یہ میری رفیق کی معشوق ہی تو کمال خاطرداری سے پیش آئیگا جب وہ خُلق و مدارات دیکھوگی تو ہمارے کہنے کا حال کُھل جائیگا اسمین دو فائدی ہین ایک تو یہ کہ مدت العمر ہماری تمھاری جدائی نہوگی جہان ہم رہین گے تم بھی ہمیشہ وہین رہوگی دوسری یہ کہ اس مملکت پر تباہی نہ آئیگی جب وہ کافر مارا جائیگا تو یہ سلطنت تمھین ملجائیگی سُنو صاحب ملک گیری مین کیسا باپ کیسا بھائی بی خونریزی ریاست کسی ہاتھ آئی بی ملک و مال وصل وصال کا کیا مزا بی اختیاری اور محتاجی کی نہ شادی اچھی نہ بیاہ اچھا ہای دولت عجب چیز ہی اسکے سامنی کوئی دوست ہی نہ کوئی عزیز ہی اُسپر ہیڑو کی آنچ پھر کیا سات پانچ گلستان جادو نی کہا بہتر آپکا حکم میری سر آنکھونپر چھوٹی بہن کو بلاکر اُس سی بھی

یہ مشورہ کیا اسے سیارنی بھر رکھا تھا وہ بولی میری بھی یہی صلاح ہی اب اسی مین
فلاح ہی یہ سُنکے اُسنے اُن دونون سے کہا کہ تم اپنی جگہ پر چلو مین ذرا لشکر کی
خبر لون کچھ سامان سفر اور بندوبست ضروری کر لون یہ کہا اور فوج مین جاکر
تین سو ساحر بچیان جنپہ تھین اور باغ سبز دکھا کر اُن سب سے اپنی رفاقت کی
قسمین لین اُن سب نے بالاتفاق عہد و پیمان کیا اور اپنی اپنی وفاداری کا
بیان کیا وہان سے کوٹھوئین آئی عمدہ عمدہ جواہر اور حسب دلخواہ نقد و جنس
نکال لائی اشرفیان تو ساحر بچیون کو بندھوا دین اور جواہرات کی تھیلیان
اپنے پاس رکھین قلعہ کے باہر ایک درخت تھا کہ نام اُسکا نخل مراد تھا اُسمین
یہ طلسم تھا اور یہ ایجاد تھا کہ جو اہل حاجت وہان جاتا تھا اُس کے سوال
کے موافق وہان سے جواب آتا تھا اسنے اس بات کی شہرت دی کہ مین وہان
جاؤن گی آج آئی تو آئی نہین کل آؤنگی غرض یہ خبر اُڑائی اور وہ جماعت لیے
قمر طلعت کے پاس آئی اشارے سے کہا تشریف لیجیے اب نہ توقف کیجیے سیارنی جو یہ رنگ
دیکھا اور اُس حال کا مشاہدہ کیا روغن عیاری اپنے منہ پر بھی مل لیا اور

قمرطلعت اور ملکہ کے مُنہ پر بھی مل دیا اب یہ لوگ بھی اُسی جماعت مین
شامل ہو گئے امردونکی صورت بناکر امردون مین داخل ہو گئے لباس مقتضائے
وقت گلستان جادو نے منگوادیا وہ رخت ہر ایک نیکبخت نے زیب تن کیا
جب سب درستی ہو چکی تو ہر متنفس کے لیے سواری کی تجویز ہوئی وہان تو
سحرکاری تھی ہوا کی سواری تھی پریون تو لوگون کے سرو نپر سوار ہوتی ہین یہ
زبردستین پونپر سوار ہوئین ایک تو آفت روزگار تھین اس ہیبت و ہیئت
سے اور آفت روزگار ہوئین ہاتھونمین تاش بادلے کی جھنڈیان شیر
چیتے گینڈے بارہ سنگھے زیر ران کیسکے ہاتھ مین سانپ کا کوڑا کیسکے پاؤن مین
راجہ باسک کے پاؤن کا توڑا کوئی پھول لیے کوئی ترسول لیے کیسکے ہاتھ مین
سانگ کیسکے ہاتھ مین ننگی تلوار کوئی شراب کی بوتل لیے سرمست و سرشار
کیسکے پاس تیر و کمان کیسکے پاس کالی کا نشان گلو نمین مونگے کی مالائین
کانون مین کنڈل وہ صندل کے قشقے وہ دھوان دھار کاجل مانگ مین
سیندور کی تحریر جیسے خونچکان شمشیر کمر مین بچھوے لگائے اکیس اکیس بانکی

بیڑی کھائی غرض سب اپنی کیل کانٹی سے درست وہ پھنسے پھنسے شلوکے وہ گاتیان چست چست ملکہ اور قمر طلعت اور سیار بھی انھین جادو کار بادپاؤن پر سوار ہوکر چلے حاشیہ بردارن نے ہوا کو اشارہ کیا کہ آن راہوار ونکے قدم لے

غرض اوڑ چلے وہ سمند ہوا	کھلا یک بیک سینہ بند ہوا
یہ خود رو ادائین دکھاتی چلین	فلک کو بھلاوے بتاتی چلین
کوئی سنگ سے گل کھلانے لگی	کوئی تیغ عریان ہلانے لگی
کسی نے لگایا ہوائی خدنگ	کوئی نے بجانی لگی کوئی چنگ
کوئی بن کے شعلہ شرر بار تھی	کوئی نور تھی اور کوئی نار تھی

خورشید گوہر پوش نے جو آسمان کیطرف آنکھ اُٹھائی تو قلعہ کی فصیل پر بجلی کوندتی نظر آئی سمجھا کہ یہ فوج ضربان کی فوج ہی اور یہ موج طوفان کی موج ہی یہ فوج ہوا کی گھوڑون پر سوار آتی ہی بلکہ ہوا بھی پیچھے رہی جاتی ہے عیاذاً باللہ کیا سحر کابل ہی ان ساحرونکا تو زمین سی آسمان تک عمل ہی سوار درندون سوار ہین اور درندی عجب درندی ہین کہ پردار ہین یہان ابھی تک نہ حکیم صاحب

تشریف لائے ہین نہ ملک زرنگار اور پردہ قاف کی لوگ آئی دیکھا چاہیے
کیا گذرتی ہی خدا ان بلاؤن سے جان بچائے یہ کہکر ایک گنڈ لا کھینچا اور یامن کو
لیکر اُس حصار مین جا بیٹھا وہان وہ موج آتی آتے اس صحرا کی کنارے تک
آگئی اور وہ بدلی فصل بہار کی تمام جنگل مین چھاگئی وہ ساحر بچیان سجے سجے
کرتی ہوئی اُترین اور طلسم کشا کی جویا ہوتین گویا تصویرین چین کی اور پتلیان
فرنگ کی گویا ہوتین قمر طلعت اور سیار نی آکر شاہزادے کو تسلیم کی
اور تبسم ہوکر یہ بات کہی خداوند نعمت کچھ تردد نفرمایئے حصار سے باہر تشریف
لائیے خورشید گوہر پوش دونون رفیقون کو دیکھکر حصار سے باہر آیا او
ایک ایک یار وفادار کو گلیسے لگایا اُن دونون نے عرض کیا کہ حضور
کی اقبال سے ملکہ صاحب بھی تشریف لائین خانہ زاد بھی آئے اور دو لونڈیان بھی
باین جلوس خدمت کے لیے ساتھ لائی یہ دونون والی طلسم کی نورنگاہ ہین
بلکہ بجاے خود بادشاہ ہین علم نیرنجات کی بھی عامل ہین فن آبائی ہین بھی
کامل ہین صاحبدل ہین جوہر قابل ہین معشوق صورت ہین عاشق تن ہین

حضور کی دوستونکی دوست ہین اور دشمنونکی دشمن ہین شاہزادی نے کہا
یہ کہیں حسن و عشق کی سحر سازی ہے یہ تم دونون صاحبون کی کارپردازی ہے
لو میرے معشوق کو تو مجھے دکھاؤ ذرا اُس جان جہان کو تو یہان تک لاؤ
سیار بولا حضور نے تو یہان اور ہی کچھ طلسم کیا ہے شاید ملکہ صاحب نے یہ رنگ
دیکھ لیا ہے اب آپ ہی جائین بگڑی بات بنائین خورشید گوہر پوش نے کہا
اچھا ہمین جائینگے روٹھے ہوؤن کو منا لائینگے القصہ رفیقون کو ساتھ لیا
اور لشکر نووارو کی جانب رخ کیا قمر طلعت اور سیار نے گلستان جادو اور
ریحان جادو کو چشمک کی کہ جلد آؤ حضور تشریف لاتی ہین دیکھتی کیا ہو
نذرین دکھاؤ اُن دونون نے بڑھکر نذرین دین شاہزادی نے ہاتھ رکھدیا
آخر بہزار اصرار قبول کین فرمایا تم دونون صاحبون نے مہمان نوازی کی
مروت اور آدمیت کی داد دی میرے رفیقونسے بہ محبت پیش آئین رسوم
خاطرداری بجا لائین ان غریبونکی راحت کا سامان کیا گویا یہ مجھپر احسان کیا
اُن دونون نے عرض کی حضور لونڈیون کی عزت بڑھاتے ہین جوانداہ

کنیز نوازی ایسا ارشاد فرماتے ہین سبحان اللہ جیسا سنا تھا اُس سے زیادہ
پایا اللہ ان قدمون کے تلے لایا اسیطرح نذرین سلام لیتا ہوا اُس طرف
پہونچا جسطرف ملکہ مہ جبین تھی اُس آئینہ رخسار نے جو اس محو دیدار کو
آتے دیکھا پیٹھ پھیر لی خورشید گوہر پوش نے سامنے جا کر کہا ذرا گردن
اُٹھائیے آپ ہی آپ نروٹھیے ناحق جلال مین نہ آئیے جب خدا کی
فضل سے بن آئی تو اپنی بگڑی صورت بنائی وہ بولی بس بس زبانکو
تکلیف نہ دیجیے جو اختلاط کی قابل ہو اُس سے اختلاط کیجیے سچ ہے اس گھڑی مین
آپ کی بن آئی ایک جڑ کھودی دوسری نیو جمائی دیکھیے بنی ہوئی بات
بگڑ نجائے کہین کارخانۂ عیاشی مین فتور نہ آئے جاؤ صاحب کوئی نارض
نہو جسمین فساد ہو وہ بات نکہو کسی پری کو جا کر شیشے مین اُتارو مین
اس نوازش سے درگذری سدھارو بس سدھارو مثل مشہور ہے آنکھ ہوئی جا
دل مین آیا پیار آنکھ ہوئی اوٹ دل مین پڑی کھوٹ خورشید گوہر پوش نے کہا
ہاے ری رکھائی اللہ ری کج ادائی بڑی بدگمان ہو کتنی نادان ہو

سے مجھے عیاشی منظور ہوتی تو یہ مصیبت کیون اُٹھاتا عیش سے غرض ہوتی
تو اِس آفت مین پھنسنے آتا سبحان اللہ خوب انعام دیا واہ واہ صاحب
اچھا انصاف کیا اِسکی کیفیت یہ ہے کہ جب مین اس نواح مین آیا تو اُسکو
اور اُسکی مان کو گرفتار بلا پایا ہان اتنا قصوروار ہون کہ ان بیچاریون پر
ترس کھایا ہے دو اللہ کے بندونکو قید سے چھڑایا ہے مان اسکی کمک لینے کیواسطے
اپنے گھر گئی اس غریب کو میرے سپرد کر گئی ملکہ بولی جی یہ آپکی خوشوقتی اور
خوشحالی بقول شخصے چوٹی کتیا اور جلیبیون کی رکھوالی حضور بڑے امین
ہین ہرگز امانت مین خیانت نکی ہوگی اور وہ نیک بخت بھی اپنی عصمت
لیے بیٹھی رہی ہوگی بھلا کوئی بات ہے عورت کا دامن اور مرد کا
ہاتھ معاذ اللہ آگ اور پھوس کا ساتھ شاہزادی نے کہا مین حلف اُٹھاتا ہون
اس امر کی قسم کھاتا ہون وہ بولی مین بھی مسئلے مسائل جانتی ہون ایسی
جھوٹی قسمونکو کب مانتی ہون ایسے محل مین قسم کا کفارہ نہین یہ بولے
پھر اب کوئی چارہ نہین گلستان جادو نے ملکہ کے کان مین جھک کر کہا

بس حضور اتنا لحاظ بھی بہت ہی اگر یہ بھی جاتا رہا تو کیا لطف رہا آپ تو اللہ رکھی
ہوشیار ہین سلامتی سے سمجھدار ہین بیبیان خاوندون سی اور خاوند بیبیو نسی
ڈرتی ہین بعضے موقع پر جان بوجھکر درگذر کرتے ہین بہت سی ایسی شفقلین
آتی ہین پھر کیا بی بی کی برابر ہو جاتی ہین خدا نکری اگر ایسا بھی ہو تو اسکا یہ وقت
نہین ہی ابھی خاموش رہو نگوڑی لڑائی جھگڑے پر خاک ڈالو چلو ہو چکا
اب یہ تمھین منا لین تم انھین منا لو ملکہ بھی کچھ سمجھی آنکھین جھکا کر چپکی ہو رہی مگر اتنی
بات کہی کہ انسی کہدوا سے میری سامنے نہ لائین خیر جھوٹ ہی یا سچ ہی اب سے
باز آئین گلستان جادو بولی بہت اچھا جیسا حضور نی فرمایا ایسا ہی ہوگا غرض
اُس جادو بیان نی سحر کا کام کیا دو ہی انچھرون مین عاشق و معشوق کو
ملا دیا ریحان جادو نی بڑی بہن سی کہا باجی امان بڑا دھوکا کھایا فراش خانیکا
کچھ اسباب ساتھ نہ آیا سنتی ہون کہ ابھی اور فوجین آئینگی پھر کیا اس جنگل مین
چادرین تانی جائینگی گلستان جادو بولی چلتے وقت کسی نی یہ بات نکہی ہان
بوا سچ ہی بڑی چال رہی ایک ساحر بچی بولی وہ جو کوہ فیروزی کا سوانا ہے

اُسکی دربند مین جمشیدی فراشخانہ ہی حکم ہو تو وہان جائین سے خیمے بیچ بے مارکیان قناتین لے آئین گلستان جادو نے کہا اسکا پوچھنا کیا جاؤ جو کچھ اسباب ضرورت سمجھو لے آؤ یہ سنکر ساحرجیون نے کارگذاریان دکھائین جن چارپاؤن پر سوار ہو کر آئین تھین انھین پر اسباب ضرورت لادلائین دم بھر مین بارگاہ شاہانہ استادہ ہو گئی اُجڑی بستی آباد ہو گئی وہ سراچونکا اوج وہ طنابونکی موج وہ سائر کی قناتونکا دور دورہ سنہرے روپہلے قبونمین چاند سورج کا طور کہین سلطانی بانات رنگ لائی کہین کاشانی مخمل سی بہار آئی

ہوئین جب یہ روداریان آشکا	اُٹھایا زمین نے سر افتخار
کیا عامل چرخ سی یون خطاب	کہ لے دیکھ یہ اوج ہے لاجواب
تری چاند سورج بھی اب ماند ہین	وہان اک یہان سیکڑون چاند ہین

صدر کی بارگاہ مین ملکہ مہ جبین اور خورشید شاہ کا نزول اجلال ہوا دیکھنے والونکو قران ماہ و مشتری کا خیال ہوا پہلوؤنکی خیمون مین قمر طلعت اور گلستان جادو سیارا اور ریحان جادو کی نزول ہوئی اور لشکری مارکیون مین فوج ہمراہی

داخل ہوئی خورشید گوہر پوش نے گلستان جادو سے کہا یاسمن بھی بڑی
بھلی ہے اُسے بھی سمجھاؤ جسطرح سے ہو کسی خیمے مین لیجا کر بٹھاؤ اور اپنی انیسون
مین سے دو ایک کو اُسکے پاس رکھدو کہ وحشت تنہائی سے پریشان
خاطر نہو گلستان جادو یاسمن کو بھی کہ سُنکے خیمے مین لے گئی اور
بہت سی تسلی اور تشفی کی دو چار ساحر بچیان خوش مذاق اور ادب شناس
ملکہ کے پاس بھیجدین اور دو چار یاسمن کے پاس بھیجدین کچھ اپنی مصاحبت
مین رکھین کچھ چوکی پہرے پر مقرر کین سوائے یاسمن کے سب نے وہ رات بعیش
وعشرت بسر کی صبح کو مقدمۃ الجیش چرخ چہارم نے آمد لشکر کی خبر کی
اُدھر سلطان خاور علم زرفشان لیے مشرق سے برآمد ہوا ادھر ملک زرنگار
اور پردۂ قاف کی فوج کا شور آمد آمد ہوا صدائے سم اسپان بلند ہوئی زمین
نعلون کی عکس سے آئینہ بند ہوئی ڈنکو نکے گرجنے سے گردون دہلنے لگا
بہرام گور گور مین کروٹین بدلنے لگا پھر ہرے نشانون کی ہوا پر لہراتی نظر آئی
نیزون کی نوکون نے شعاع آفتاب کی جلوے دکھائے سوار زرہ بکتر پہنے

چار آئینے لگائی باگین لیے پریان جاتے ہزار در ہزار بیحساب و بیشمار

نیرہ بہ نیزہ سپر بر سپر کچھ ہوا پر کچھ زمین پر نظم

وہ فوجین وہ لشکر وہ حشمت وہ اوج
کہ جس طرح ہو موج بالاے موج

محیط جہان حکم مین غرب و شرق
یہ دریا وہ بادل یہ طوفان وہ برق

وہ غازی شجاعت کا جنہیں وثوق
قشون در قشون صف بصف جوق جوق

اس لشکر کی ہالی مین ایک تاجدار آفتاب جمال اور اُس فوج کے دور مین ایک نقابدار مشتری خصال یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ دل ہے وہ جان ہے اس لشکر کی اس سے اور اُس فوج کی اُس سے شان ہے آگے آگے زنبورکون والے پیچھے پیچھے سوارون کے رسالے سانڈنیان زین چڑھی ہوئین راہوارون صبا رفتار سے بھی چند قدم آگے بڑھی ہوئین پہلے حکیم صاحب اپنی جماعت سے لیے ہوئے آئے اور کہا لیجیے اے صاحبقران اب اطمینان خاطر ہے ملک زرنگار اور پردۂ قاف کی فوج حاضر ہے یہ جو مثل سیلاب ہے یہ زرنگار کی فوج دریا موج ہے اور وہ جو مانند سحاب ہے وہ قاف کا لشکر عرش اوج ہے یا قوت شاہ

بیٹی داماد کی مفارقت میں لب گور تھا مین نے جو یہ مژدہ دیا تو زندہ ہو گیا محبت
اسکو کہتے ہین دم بھر کی تاب نہ لایا بخیال تعجیل فقط سوار آزمودہ کار ساتھ
لیکر سوار ہو آیا مگر یہ تو کہیے یہ سامان اور جلوس کیسا ہے یہ مضمون کیا ہے
یہ معما کیا ہے خورشید گوہر پوش بولا قمر طلعت اور سیار کے ساتھ بادشاہ طلسم کی
دونون بیٹیان نکل آئی ہین یہ جلوس اور یہ جمعیت وہ دونون فتنۂ روزگار
لائی ہین حکیم صاحب بولے ملکہ مہ جبین بھی آئی کہا ہان اسنے بھی رہائی پائی
الحاصل جب وہ لشکر نزدیک آیا اور وہ فوج قریب پہونچی خورشید گوہر پوش
نے رفیقونکو ساتھ لیکر بقصد استقبال سبقت کی یاقوت شاہ نے خورشید
گوہر پوش کو آتے دیکھکر آواز دی کہ بس جوانو باگین روکو شاباش بڑا کام کیا
بہت جلد منزل کو تمام کیا لو گھوڑون سے اترو آرام کرو یہ سنکر غازیون نے
رکابون سے قدم نکالے سئیسون نے دوڑ کر راہوار سنبھالے بادشاہ بھی اترا
سوار بھی اتر اتر کر آنے لگے چاکر گھوڑے ٹہلانے لگے نوبتی داخلے کا طبل بجانے لگے
گلبدن پری نے بھی اپنے ہمراہیونکو ٹھہرایا جنونکا لشکر بھی ہوا سے زمین پر آیا

خورشید گوہر پوش نے یاقوت شاہ کو سلام کیا اُسنے دوڑ کر چھاتی سے لگایا
کہا بڑے رنج اُٹھائے بڑی کڑیان جھیل کر آئے واہ وا اے بہادر واہ واہ

	این کار از تو آید و مردان چنین کنند	

مرحبا صد مرحبا غرض خورشید گوہر پوش یاقوت شاہ کو خیمے مین لیگیا
باپ بیٹی کو دیکھکر اور زیادہ خوش ہوا لشکر کی چھاوَنی میدان مین ہوئی گلبدن
پری یاسمن کے خیمے مین جاکر اُتری ہنوز یارون نے بستر نہ لگائے تھے
کہ لشکر مخالف نے سیاہا دکھایا بجائے گرد و غبار دھوئین کا ایک بادل نظر آیا
وہ کالی آندھی تھی یا سپاہ تھی اُسوقت آسمان کیطرح زمین بھی سیاہ تھی
وہ نیرنگی دلیل نیرنجات ہوگئی صبح شام ہوگئی دنکی رات ہوگئی ناواقف
حیران ہوئے نادانستہ پریشان ہوئے کوئی بولا اندھیر ہے قسمت کی گردش
ہے مقدر کا پھیر ہے ابتو فکر عاجز ہے ذہن کند ہے یہ دھوان ہے
یا ابر تند ہے بجلی کوندتی ہے رعد گڑ گڑاتا ہے ہوا کا شور ہے یا کوئی دیوانہ بڑبڑان
کھڑکھڑاتا ہے کسی نے کہا یہ آندھی نمونہ قیامت ہے حکیم صاحب نے کہا نہین

یہ مدعی کی لشکر کی علامت ہی آخر ہوا کو پردہ دری منظور ہوئی قریب آکر
وہ سیاہی دور ہوئی دیکھا کہ جمعیت کثیر اور جمع غفیر یعنی ایک لشکر
منحوس پیکر کالی کالی وردیان پہنے سرگرم رواروے ہے سواد عدم کی جستجو مین
دوڑ دھوپ ہی جہنم مین جانیکی تک و دو ہی سپاہ مور و ملخ کی سپاہ ہی
کوسون تک بھیڑ و بنگاہ ہی پیدل مطلق العنان سوار چرغ اور گینڈونپر
سوار ہین وہ سوار خر بدیم ہین وہ راہوار شترزی مہار ہین ایکطرف ساحرونکا
غول جیسے غول بیابانی تیرہ رو پیچیدہ مو کوتہ گردن تنگ پیشانی تن بدن مین
بھبھوت بدست و مبھوت کھار وکی لنگیان باندھے سیندور کے ٹیکے
لگائے اگھوریونکی صورت بنائی ہڈیون کی مالے گلونمین ڈالے ٹھر اشراب پیے
ہاتھونمین مردونکی کھوپریان لیے سوار اور بھینسے سواری مین شیطانی
جلوداری مین ایک طرف ساحر گروہ گروہ ایکطرف سپاہی صف بصف
ایک جانب دھونسے دمامے ایک جانب دورو اور دف سیاہ سیاہ نشان
نیلی پیلی جھنڈیان آگے آگے مرد پیچھے پیچھے رنڈیان بیچ مین دو لعین فیل نشین

سرخ لباس پہنے سفاکی کا دم ماری جیسے باروت کی تودون پر انگاری شطرنج کی
بادشاہ کیطرح گھرسی نکل کر رخ اور ششدر ہوتے پیش نگاہ مات ہونا پیش نظر

وہ فوج اراذل وہ بلوائے عام
وہ انبوہ وہ بھیڑ وہ ازدحام
وہ رخ تھے کہ نقشے شب تار کے
وہ قامت کہ خاکے تھے ادبار کے
زبان پر سبق مکر و تلبیس کا
وہ مجمع کہ لشکر تھا ابلیس کا
پھرتی ہوئے رنگ لاتی ہوئے
غرض آئی گاتے بجاتے ہوئے

اسی میدانمین اُس لشکر کا بھی گذارا ہوا ادھر یہ فوجین بھین اُدھر اُن فوجونکا اُتارا ہوا

سپاہ نجیگری نمودن خورشید سکندر طالع خود از طرف خویش و شاہزادہ را شناختن خسرہان ناعاقبت اندیش و ریختن جادوان بران شیر دلیر با گرز و شمشیر و مردانہ بدر آمدن شہریار ازان ہنگامہ دار و گیر و پیروزی یافتن بر لشکر حریف بعد جنگ و جدال در میدان خسرہان و کوہان بسزای اعمال و مسخر شدن جملہ عجائبات و مسلم داشتن بادشاہی سرزمین طلسم بنام گلستان جادو و ریحان جادو و خاتونان جادو بین صنعات

پلا آج ساقی مئے پرتگال | کہ پیدا ہین آثار جنگ و جدال
قدح خوار بگڑے ہین برہم ہین رند | ادھر رند ہین اور ادھر ہین لوند
ہجوم سپاہ بد اندیش ہے | صف آرائی رزم درپیش ہے
دل آویز ہے میکدے کا حصار | یہ ہے قلعہ پیر مغان قلعدار
نہین دخل اس دور مین غیر کا | اسی دور مین لطف ہے سیر کا
جوانان خوشدل جو سرمست ہون | فلک زیر ہو مدعی پست ہون
سیہ ابر ہو اور زمین لالہ گون | برس جائے لوہا بھی ہو سیل خون
سیاہا دکھائی حریفون کی فوج | بڑھے نشہ اسطرح جسطرح موج
مئے ناب ہو جوش زن خم بخم | کہ ہون ہوش قاضی و مفتی کے گم
بس اب محتسب کی نہ پگڑی بچے | لنڈھے می پڑے رن بندھین مورچے
پریشان نہو فکر انجام سے | الٹ دے صفین گردش جام سے

جرأت آزمایان رزمگاہ جادو بیانی نیزہ گذاران حربگاہ معانی مردان معرکہ بلاغت دلیران عرصۂ فصاحت سرکردگان سپاہ سخن سرداران لشکر فسانہ کہن

رستم دلان میدان داستان سرائی شیر زوران بیشۂ سخن آزمائی یعنی شہسواران
عرصۂ رقم و نیزہ بازان قلم کارزار اظہار مین اسطرح نیزہ بازی کرتے ہین
کہ جب تمام جنگل فوجون سے بھر گیا کثرت جمعیت کا حساب سے درجہ گذر گیا
سپاہیون نے کمرین کھولین بستر لگائے منزل کے مارے امید و بیم مین
آئے لین ڈوری کے حساب سے استاد بھی ہوئے اور فوج بھی اُتری مگر
ان فوجونکی نمود دیکھکر سبکی جانون پر بن گئی اُدھر مورچہ بندی ہوئی
جہانگیان کھدین دمدمے تیار ہوئے ادھر دلاور جنگ آزما اور صفدر
کشور کشا مستعد کارزار ہوئے یاقوت شاہ نے کہا ہمین آڑ پکڑنے سے
عار ہے اسقدر کد و کاش بیکار ہے انشاءاللہ حبیب علی علی کہکر باگین اُٹھائینگی
یہ مورچے چونٹیون کی طرح پامال ہو جائینگے روپوشی بُودون کا شعار ہے
گھونگھٹ عورتون کو سزاوار ہے ہان بیلدار میدان کارزار صاف کرین
زمین کو مثل آئینہ شفاف کرین یہ سنتے ہی تبرداروں نے درخت حائل گام
کاٹ کاٹکر گرا دیے بیلدارون نے جھاڑی جھنڈی صاف کی

ٹیلے ٹیکڑے برابر کیے جاروب کشون نے صفائی کا جوہر دکھایا سقون
نے چھڑکاؤ لگا کر گرد و غبار بٹھا دیا خورشید گوہر پوش نے یاقوت شاہ اور
حکیم صاحب سے مصلحت کی اس امر کا مشورا کیا اسبات کی مشورت کی
کہ اول صلاح کار ہی بعدہ کارزار دشمن ہزار سر چڑھی یہان جادۂ شریعت سے
قدم نہ بڑھے مجھے اختتام حجت منظور ہے نافہمونکو سمجھانا ضرور ہے پہلے
دعوت اسلام ہو پھر لڑائی کا اہتمام ہو یہ کہکر قلمدان منگوایا اور یہ نامہ
تحریر فرمایا بسم اللہ الذی جعل الاسلام حصن الحصین وبطل السحر
باعجاز الانبیاء والمرسلین ہو السمیع البصیر انہ علی کل شئے قدیر رسولہ
محمد دافع الکفر والظلم ووصیہ علی صاحب السیف والعلم اما بعد ای
ضربان آگاہ ہو کہ مین صاحبقران روزگار ہون اور شکنندۂ طلسم حصار
دین میرا برحق ہی اور حکم میرا سراسر حق حیات حباب ہی دنیا خواب ہی
جمعیت لشکر پر نہ پھول وقت کو غنیمت جان موت کو نہ بھول دیکھ
نمرود و شداد کا کیا حال ہوا فرعون و ہامان کا کیا مآل ہوا

بت پرستی سے درگذر معبود حقیقی کو سجدہ کر حق آخر حق ہے باطل باطل ہی مذہب حقاً اختیار کر اگر عاقل ہے خون بندگان خدا کا سر پر نہ لی بحالت کفر و زندقہ جان نہ دے صلاحیت سے ہر شخص نے نام پایا الصلح خیر قرائتین آیا ہی فارجع الی اہل الدعا والسلام علی من التبع الہدی بعد ترقیم پیشانی اس نامہ کی بمہر خاص مزین کی اور بمصداق بلغ ما انزل الیک آپ تبلیغ رسالت پر کمر باندھی نظم

زرہ بر تن آراست مغفر بسر	کمر چیست کرد از کمر بند زر
بہ پشت مبارک سپر رو نہاد	بشب خسرو خاوری نور داد
در آویخت شمشیر خارا شگاف	زخفتان قدم زد بدر بند قاف
بیک دوش ترکش بیک دوش چرخ	ازین چرخ ہم چرخ آمد بچرخ
با ورنگ زین بر شد آن نوجوان	بدستی سنان و بدستی عنان
روان شد لقصد مبارز گری	سکندر علم زد بہ پیغمبری
تو گوئی نسیم بہاری وزید	بیک دم ازین سو بآن سو رسید

لشکر مین ایلچی کے آنے کی دھوم ہوئی ضرباں بے ایمان کو بھی خبر
معلوم ہوئی دربار عام کا حکم دیا سفیر کو طلب کیا خورشید گوہر پوش نے
اس فصاحت و بلاغت سے نامہ پڑھا کہ حاضرین جلسہ کو سکتہ ہو گیا سب نے
ایک سر پیش سر تسلیم جھکایا بجز دم بخود ہونے کے کسیکو کچھ جواب نہ آیا بعد قرات
کتابت اُس بہادر نے راس الرئیس سے آنکھ ملائی اور بکمال سطوت و
صولت تحذیر و تہدید فرمائی کہا ای بادشاہ شکنندۂ طلسم سحر مقابلہ خلاف دانائی ہے
غور تو کرا او لوالعزم پر کسنے فتح پائی ہے دارا نے سکندر سے بگاڑ کر اپنی
دارائی کھوئی ضحاک نے فریدون سے لڑکر شکست فاش اُٹھائی فضلنا
بعضکم علی بعض یعنی دنیا مین ایک پر ایک غالب ہی بالآخر مرد آخر بین
وہی جو حقیقت کا طالب ہے ہمارا شہنشاہ دنیادار نہین ملک و
مال کا خواستگار نہین اُسکو فقط ہدایت سے کام ہے ملت بیضا کی
پیروی ہی شریعت غرا کا التزام ہے ایسے خدادوست کا دشمن بنا
کونسی دانشمندی ہی امر معقول کو نہ پسند کرنا عین خود پسندی ہے

بھلا جسنے زمین آسمان بنایا کل مخلوق کو پردہ عدم سے بعرصۂ شہود دلایا
ہر حال مین حاضر و ناظر مرگ و زیست پر قادر وہ پرستش کا سزاوار ہی
اور وہ خدا ہی یا پتھر کو معبود جاننا اور اُسکا پوجنا بجا ہی بتون نے کیا بگاڑا
کیا بنایا انکے قبضہ قدرت مین بھی کوئی امر آیا یہ کسیکی سنتے ہین کچھ اپنی
کہتے ہین یا یونہین بت بنے رہتے ہین جنھین اپنی شناخت ہی نہ اور کو پہچانین
پتھر پڑین اس عقل پر کہ ہم انکو خدا جانین قاعدہ ہی کہ جب مدعی جواب سے
عاجز آتا ہی تو وضع سے دست بردار ہو کر آستینین چڑھاتا ہی ان باتون نے
اس نارکیو برافروختہ کر دیا غصے مین آکر ہونٹھ چبانے لگا

برآشفت ضربان ازین قیل و قال	یکی گفت ای پیر دیرینہ سال
سنہ دل برین پند و اندرز سرد	بچشم آب دیدہ ای جہاندیدہ مرد
بہمت بزرگی و بدعوی درست	چہ بینی ہمین قاتل پور تست
فلک سازگارست و بختت بکام	کم افتد کہ خود صید افتد بدام
مدہ کار از دست و سستی مکن	برانداز این نخل از بیخ و بن

یہ سنتے ہی اُس کافر نے ایک نعرہ مارا اور اپنے مددگارون کو پکارا کہ
ہان لینا اس اجل گرفتہ کو جانے نہ دینا یہ اُس شخص کے بیٹے کا قاتل ہے
یہ جواب دینے کے قابل نہین قتل کرنیکے قابل ہی تمام دربار مین ہلڑ ہو گیا
کسی نے سپر کھڑکھڑائی کوئی تلوار کھینچکر دوڑا خورشید گوہر پوش نے بھی مثل
شیر غضبناک ہمہمہ کیا اور ابر نیام سے برق دشمن سوز کو کھینچ لیا ضربان
تو سر پر پاؤن رکھکر بھاگا دربار کا یہ حال ہوا کسی نے چاندنی اوڑھلی
کوئی کرسی کے تلے چھپ گیا کسی کی پگڑی رہگئی کسیکا شملا کوئی چت
ہوا کوئی پٹ کوئی گرا کوئی سنبھلا کسی صاحب کا جو بھاگنے مین
ٹپکا کھل گیا تو مانند کٹے ہوئے پتنگ کی جھپّاتے چلے کوئی سایہ پروردہ
خدمتگارونکی آڑ مین ہانپتے کانپتے ڈگمگاتے چلے ایک بیچاری صافدل
بھولی دلکو ٹھہرا کر بولی تم سبکی کتنی عقل موٹی ہے میان امتیازیون کی
کچی روٹی ہی تم کیون ڈرتے ہو تمھین کون مارتا ہے بہادر بہادر کو للکارتا ہی
کوئی حرلا خبطا جو اندھون کی طرح بھاگا تو محلات کے خیمے مین جا گھسا

وہان خواجہ سراؤن نے ڈیوڑی کی چار طرف سے مار پڑنے لگی قرار واقعی جوتی کھاڈا اور بعد پاپوش کاری باہر آئے کہا خیر جوتیان کھائین یا ذلت اٹھائی خدا نے جان تو بچائی یہ کس احمق کا قول ہی جان کا صدقہ مال اور آبرو کا صدقہ جان ہے یہان جان پر سے مال بھی قربان ہے اور آبرو بھی قربان ہے بعضے گھبراہٹ مین جو تلوار ہی کے مُنہ پر جا رہے گر گڑا کر دانت نکال دئیے اور اسطرح گویا ہوئے خدا سلامت رکھے ہم لوگ منگلامکھی ہین کچھ گا بجا کر مانگ کھاتے ہین مجرے کی دُھن مین آئے تھے دو چار نئی چیزین بنا کر لائے تھے سو پیرو مرشد اب کلیجہ اُلٹ پلٹ ہی بھاگے جاتے ہین یہ تو نامردونکے تذکرے تھے اب مردونکا حال سُنیے جو غریب تلوار کی روٹی کھاتے تھے وہ چار ناچار سامنے آئے بعضون نے زخمکاری کھا کر جان دی بعضے مجروح ہو کر خون مین نہائے اُسوقت خورشید گوہر پوش کی یہ صورت تھی جیسے کانٹون مین پھول اور دانتون مین زبان مگر واہ رے بی جگر دلاور

وا ہ رے شیر دل جوان جدھر تلوار تو لکر جھپٹا کائی سی پھٹ گئی جب جانچ کر ہاتھ مارا سپر گردہ پنیر کی طرح کٹ گئی فتح نصیب ایسے ہوتے ہین اللہ ری پھرتی پھرت اللہ ری ہاتھ کی صفائی کتنون کو زخمی کیا کتنون کو مارا مگر فضل خدا سے اپنے اوپر لہو کی چھینٹ بھی نہ آئی غرض لڑتا بھڑتا اُس مجمع سے نکلا اور گلگون صبا دم پر سوار ہوا اب کون آتا ہے کوئی ہوا کو بھی پاتا ہے

وہ توسن طرارے جو بھرنے لگا	تو اُوڑا اوڑ سکے برچھون اُترنے لگا
پریزاد تھا یا وہ رہوار تھا	ہوا تھا چھلاوا تھا اسرار تھا
چھلاوہ بتاتا وہ آہو چلا	نہ افسون چلا اور نہ جادو چلا
بڑھے روکنے اردلی کی سوار	وہ غل وہ صدا ئے بگیر و بدار
چکا چوند مین آ گئے اہل نظر	وہ برق جہان چھپ گئی کوند کر
ادھر آنکھ ملتے رہے لشکری	اُدھر جا ملا فوج مین وہ جری

دونون طرف کمر بندی ہو گئی تلنگون مین طنبور ہوا انجیبون مین

وردی ابجی صوبہ داران نے تلنگونکی کمپنیون سے گل لالہ کھلایا سنگین
سے سنگین کندہ سے کندا کاندھے سے کاندھا قدم سے قدم ملایا کمیدانون
نے نجیبونکا پرا جمایا دستے دستے کو گلدستہ بنایا توپین دارابیونپر چڑھ گیتین
کچھ پیچھے ہٹ گیتین کچھ آگے بڑھ گیتین یہان ایک طرف پردۂ قاف کے
جرارون نے پرتولے ایکطرف یا قوت شاہ کے ہمراہیون نے نشانونکی
شقے کھولی ہر بہادر نے دریای آہن مین غوطہ لگایا نہنگ مردم خوار بنکر
معرکہ مین آیا وہ سوارونکی شوکت وہ پیدلونکی صولت وہ صف آرائی
تھی یا شاہنامے کی سطر بندیکا التزام وہ بندوبست تھا یا نظم فردوسی کا
انتظام خورشید گوہر پوش بھی اپنے مہاجر وانصار لیکر قلب لشکر مین آیا
چتر بردارون نے دوڑکر سر پر چتر زر لگایا ادھر کوس افراسیابی پر ادھر
طبل اسکندری پر چوٹ پڑی نگاہ سے نگاہ اور آواز سے آواز لڑی صدائے
بوق تا بایوق پہونچی دمامے کے دمدمے نے نقارۂ گردون پر چوٹ
کی پھریرے علمون کے کھل کر ہوا پر لہرائے گویا دریای حرب وضرب

طبیانی پر آئے نقیبون نے للکار کر کہا ہان بہادران واقعہ دیدہ صفدران جنگ آزمودہ ہوشیار میمنہ میسرہ قلب جناح ساقہ کمین گاہ سے خبردار لشکریون نے شہانی دھن مین کڑکا شروع کیا دلیرون اور دلاورون کے دلون کو لڑائی کی طرف رجوع کیا آواز دی کہ سورما جوانون تلوارین تولو برچھیان تانو پیٹھ پھیرنا ہیجڑون کا کام ہے سر کھو نا سپاہیون کا

کام نامردون کا وہ نام ہے مردون کا یہ نام

ایک اگر پت ہے اور ایک پیچھے پت جاے	نامی کامی رن چڑھے ترو رچھا نہین دیا

سن چلے اُولوالعزم اس دھن پر سر دُھننے لگے نشہ جرأت کے مخمور دل جیت رن سور مست ہو ہو کر شُسنے لگے یعنی شجاعت کے دھنی جھوسنے لگے اور تلوارون کے قبضہ چومنے لگے کوئی نیزہ ہلانے لگا کوئی ترک چرخ سے آنکھین ملانے لگا کوئی تیغ کے ہاتھ نکالنے لگا کوئی باڑھ شمشیر آبدار کی انگلیون پر دیکھنے بھالنے لگا کسی نے ترکش سے تیر لیا اور کمان کا چلہ چڑھایا کسی نے بقصد سبقت گھوڑے کو چچکار کر بڑھایا ایک نے ایک سے کہا ہان بھائی آج بہادر کا

امتحان ہی یہی شیرون کا جنگل ہی یہی دلیرونکا دنگل ہی یہی گوی
یہی میدان ہی دیکھین کون مُنہ پر تلوارین کھاتا ہے دیکھین کون آقا
کے پسینے پر لہو گراتا ہی خدا بات رکھلی سر رہے یا جائے جب تک
جان مین جان ہی آن بان مین فرق نہ آنے ایک بولا انشاء اللہ
کُشتونکی پشتے لگا دینگے دم بھر مین ان دنبکیون کو نوک دُم بھگا دینگے

اُسوقت کا عالم بھی بس دید کی قابل تھا
جو صفدر و غازی تھا بشاش تھا خوشدل تھا

ڈھالونکی سیاہی سی گھنگور گھٹا چھائی
چمکین جو اُپی تیغین بجلی کو نہ تاب آئی

نیزونکا نیستان تھا میدان سنانونکا
وہ دور کمانون کا وہ اوج فشانونکا

خونخوار جوانونکی خونخوار نگاہین تھین
نعرے تھے دلیرانہ شیرانہ صدائین تھین

اور نامردمردونکی پیچھے جی چھپائے کھڑے تھے اناچھوچھوکی سی سے
نوکر ہو کر غضب مین پڑے تھے آنکھین بند کیں کہ بجلی تلوارونکی نہ دکھائی دی
اور کانون مین اُنگلیان دیلے کہ آواز توپ بندوق کی نہ سُنائی دے
بعضے دائی جنبیلی کی مرزا موگرا چکنی چپڑی صورت بنانی والی ماما بختریاین کھانی والی

کمر بندیکا ذکر سنکے زرد ہو گئے دل مین ہول سمایا پیٹ مین گھوڑے دوڑے
منہ پر ہوائیان اڑین ہاتھ پانون سرد ہو گئے بعضونکا اس حال سے
بیخانہ خطا ہو گیا بعضے لیسے بولائے کہ مارے ڈر کے کھڑے موت دیا
بعضے بزدلونکو یہ گرما گرمی دیکھکر جاڑے کی تپ چڑھی کانپنے لگے تھرانے
لگے لحاف تو اسوقت ممکن نہوا گھوڑے کی گردنی اوڑھکر دانت سے
دانت بجانے لگے ایک صاحب بولے ہے ہے میرا تو جیتا ہو دیکھکر
دم نکلتا ہے کلیجہ بانسون اچھلتا ہے کبھی مرغی حلال ہوتے دیکھی
ہے تو غش پر غش آئے ہین احیاناً اگر بلبچ پورے مین جانکلے
ہین تو وہان سے دوست آشنا اُٹھا کر لائے ہین اسی خیال سے
عمر بھر خلال نہین کی گوشت کھانے کی قسم کھائی ہم نہین جانتے
جونکین کیسی ہوتی ہین پچھنے کیونکر لگوائے ہین فصد کے نام سے
خون خشک ہوتا ہے دانت بیٹھ جاتے ہین جب دو لھن بیاہ کر لائے
تو یارون سے بکرا حلال کروایا تخت کی رات ہم تو فلک سیر کے نشہ مین

پڑے رہے ہیں پروسیون نے آکر گڈھی کو فتح کیا صف جنگ مین تو اُن
لوگونکا کام ہے جو دلکے کڑے ہین ہمتو ہمیشہ تھپڑی لڑی ہین یا جگت
لڑے ہین ڈھول دھپے مین اوقات کٹی ہے رات دن یارون سے
دال چپاتی بٹی ہے ہای پیٹ کا برا ہو جسکے سبب سی لپیٹ مین آگئی
بلانوشونکی ساتھ پڑکر ناحق اس جھپیٹ مین آگئی لو بھیّا جان ہمتو چلتی ہین
اس جان جوکھون سی نکلتی ہین جی بچین گے تو گھاس کھود کھائینگے
ٹوکری ڈھوئینگے ٹوکرا اُٹھائینگے یہی نہ لوگ ہنسین گے بلا سی اس بلا ہین
تو نہ پھنسین گے غرض مردون کا وہ رنگ تھا اور نامردون کا یہ رنگ
کوئی جویاے صف نعال تھا کوئی مشتاق صف جنگ خورشید
گوہر پوش قلب لشکر مین کالشمس فی وسط السما اور انصار گرداگرد کالنجوم
فی دور بدر الدجی ایک طرف حکیم صاحب حکمت شعار ایکطرف قمر طلعت
اور سیارا ایک جانب پریزاد قاف ایک جانب سامری نزاد قلعہ طلسم
مردانہ لباس پہنے تیار مردانہ وار گلبدن پری نے کہا اجازت ہو تو مین

اپنی ہمراہیونکو حکم دون اپنی اذیتونکا ان موذیون سے کچھ کچھ عوض لون خورشید گوہر پوش نے کہا کیا کہون مین ایک بات سوچ رہا ہون کل کو صاحبزادی آپکی بیری صاحبقرانی مین بٹا لگائین گی ہزارہا صورت سے آوازے کسین گی سو سو طرح سے منہ آئین گی اور غیر بھی کہین گے کہ طلسم کشائی کوئی بہادری نہ کھائی پائی بھی تو عورت کی بدولت فتح پائی قطع نظر اسکے وہ انسان ہین یہ بنی جان ہین یہ لڑائی شجاعت کے خلاف ہے اور یہ امر بعید از انصاف گلبدن بولی اِنکے سحر سے جن بھی بریز بریز پکارتے ہین یہ وہ کافر ہین کہ سامری کی طرح خدائی کا دم مارتے ہین گلستان جادو نے کہا اسکا بندوبست مین کیے لیتی ہون ابھی ان سب موذیون کی زبان کیلے دیتی ہون خورشید گوہر پوش نے کہا لو اس سے بھی اطمینان ہے اب کس بات کا خلجان ہے یہ کہکر آپ تن تنہا گھوڑا بڑھایا اور صف لشکر سے نکل کر میدان کارزار مین آیا

رجز خوان ہوا اس طرح وہ جری	سنم ضیغم بیشۂ صفدری

بہ اوج صاحبقرانی منم	تہمتن نیم بلکہ روئین تنم
برآرم چو شمشیر کین از نیام	زہیبت فتد لرزہ در روم و شام

کہان ہی ضربان نکلکر سعرکے مین آئے دعوی مردی ہی تو جوہر مردانگی دکھائی پیش ازین بھی متنبہ کر دیا ہے کہ خون بندگان خدا کا سر پہ نہ لے اگر تاب مقاومت ہی تو خود بر سر مقابلہ آ اگر جواب دی اس مبارزطلبی سی ضربان بد ایمان آپ مین نہ رہا و بد ماغی دماغ سے نکل گیا وہ گھوڑی پر اور شیطان اُسکے سر پر سوار ہوا ابل کرتا ہوا وارد میدان کارزار ہوا پہلے اُس فتنہ خوابیدہ نی اپنا جادو جگایا کچھ ہاتھون سے اشارہ کیا کچھ بڑبڑایا خورشید گوہر پوش نے اسمای رد سحر پڑھ کر دستک دی گلستان جادو نی بھی بطور خود تردید کی مقدر اس مردود کا اُلٹ گیا آیا ہوا جادو پلٹ گیا بھنجلا کر اُس شقی نے نیزہ لیا اُس نی بند باندھا اس نی کھولدیا

ہوئی خوب رد و بدل دیر تک	کہ حیرت مین آئے سمار و سمک
وہ نیزونکی چھونکین وہ ڈانڈونکی چھوٹ	وہ گھوڑونکا دی وہ چل پھر وہ دوڑ

ہوا بند تھی تھا وہ حلقہ و دور | صدا آرہی تھی زنہے دور دور
چلے بعد نیزون کے اک دفع تیر | وہ بولا بدہ یہ پکارا انگیر
کمانین ہوئین حرف زن یک بیک | گئے کھچ کے چلے بنا گوش تک
اُڑے آشیانون سے شہباز مرگ | ہوا تیر باران کہ برسے تگرگ
جو نوبت بشمشیر و خنجر رسید | سرافیل صور قیامت دمید
اُدھر اسنے توسن کو کوڑا کیا | اِدہر باگ کا اسنے پودھالیا
دلیرانہ نعرہ کیا ایکبار | بڑھا شیر غرندہ سوئے شکار
گریزان ہوا زخم کھا کر حریف | پھر آخر کار ہو کر خفیف

خورشید گوہر پوش نے تعاقب کیا غازیان اسلام نے بھی ہلہ کر دیا
گلستان جادو نے بھی اپنی سہیلیونکو آنکھ بتائی اُس مردانی فوج نے
بھی ایک مرتبہ باگ اُٹھائی ادھر ساحر بچیون نے ساحرون کو رول لیا
دلون مین جانچ لیا نگاہون مین تول لیا ناریل اُچھلنے لگے آتشی حقی
چلنے لگی چھو چھا کی صدائین بلند ہوئین بلائین کھُل کھیلین ہوائین

نظر بند ہوئین چوٹ پر چوٹ آنے لگی پون پر پون جانے لگی زرد زرد
آندھیان اٹھین کالی کالی گھٹائین آئین کبھی پتھر برسائے کبھی بجلیان
گرائین ساحرونکی سٹی بھولی اندھونکی آنکھونمین سرسون پھولی کوئی
قلابازیان کھانے لگا کوئی سر دھنے لگا کوئی بت بنکر رہگیا کوئی تنکے
چننے لگا کسی نے دونون ہاتھون سے کلیجہ سنبھالا کسی نے ابکائی لیکر منہ سے
لہو ڈالا کوئی چلایا ارے جلا جلا کوئی سر کے بل جہنم مین چلا غرض وہ ساحر
دیر تک آتشبازیکے سپٹے بازون کی طرح لڑے آخر ان شعلہ رخسارون کی
ہاتھ سے مارے پڑے اُدھر دلاوران تہور شعار کے دھاوے نے آفت کردی
اُس ترک تازنے رستخیز قیامت کی خبر دی بزن بزن سوارون کے بزن بزن
کہکر چھاگئے ہل چل مچ گئی بھاگڑ پڑگئی سپاہی فوج مخالف کے گھبرا گئے

ہوئی اژدہا دم زمین و زمان	لگی کوندنے برق کی بجلیان
برابر سے تلوار چلنے لگی	زمین ڈر کے کروٹ بدلنے لگی
ہوا بسکہ بسمل پہ بسمل طپان	دہلنے لگا خوف سے آسمان

یہ لشکر بڑھا صورت تند میغ	چلے سن سے ناوک پڑی زن سے تیغ
سمندر تھا یا آب شمشیر تھا	یہ طوفان آفت جہانگیر تھا
اگرچہ یہ سیلاب تھی تا گلو	مگر ڈوبتا تھا ہر اک کینہ جو

وہ رفیقون کو حملے وہ خورشید گو ہر پوش کے ہمہ دمبدم یہ آواز دیتا تھا کہ ہان غازیو ہاتھ نہ تھمے جلال اس آفتاب عالمتاب کا خورشید قیامت کا جلال تھا آنکھین بھی غیظ وغضب سے سرخ تھین چہرہ بھی غصے سے لال تھا لاکھ سے جھپکتا تھا نہ دولاکھ سے جھپکتا تھا پیشانی سے عرق اور کہنی سے خون ٹپکتا تھا کبھی یہ بہادر اس سرے تھا کبھی اُس سرے فوج دشمن مین مورچے بندی تھی نہ صفین تھین نہ پرے اُسکی تلوار کے سامنے خود ایک نقطہ موہوم تھا اور قرص سپر سواد معدوم چار آئینہ اُس برق دشمن سوز کے عکس سے بیتاب تھا زہرہ زرہ کا ہیبت سے آب آب تھا اللہ ری تیزی کہ ایک چشم زدن مین سپر سے خود مین خود سے سر مین سر سے گردن مین کیا جوشن کیا بکتر کیا سینہ کیا کمر سبکو کاٹ کر

نکل جاتی تھی اُسپر یہ صفائی تھی کہ آتے جاتے نظر نہ آتی تھی ہر ضربت مین
یہ رنگ تھا کہ سوار مع راہوار چو رنگ تھا

ہوا قہر چمکی وہ بجلی جدھر	پڑے سر پہ بوسہ دیا خاک پر
زہے ضرب وقت تھی وقت شمار	ہوئی دس کے سوا ور سو کے ہزار

یہ وہی ضرب ہی کہ رستم کو آج تک قبر مین کرب ہی آسمان وہی کڑیان
اُٹھائی ہی کہ ابتک بدن چپرائی ہی زمین کو اُسی ہیبت سے سکون
دشوار ہے زلزلہ اُسی ہل چل کا یادگار ہی دم بھر مین لہو کے دریڑون سی
جل تھل بھر گئی موج دریای خونکی سر و نسی گذر گئی وہ طوفان تھا اور نا وتھی
نہ بیڑا تھا بھاگنی والونکا ٹھکانا تھا نہ تھل بیڑا تھا القصہ اُسی ہلہ مین ضربان
مارا گیا اور کوہان کا بھی سرتن سے اُتارا گیا باقی تمام فوج بھاگ
نکلی نہ زندون نی دم لیا نہ مردون نے سانس لی بھگوڑے بھاگنے کو
غنیمت سمجھی اور غازی مال غنیمت پر جھکی دینداروں کو لوٹ پر مستعد دیکھ
زمین نی قارون کا خزانہ اگل دیا مجاہدون نی مال حلال پاکر بے تردد

اور بی تکلف لیا وضعدار و نمین جیسے ہوئے اور بد وضعون مین قصے
کہین لوٹ مین لوٹ ہونی لگی شام گھات ہوتی تھی چھوٹ ہونے لگی
نوبتی نی فتح کی نوبت بجائی شادیانون سے صدائے مبارکباد آئی یہان
شہیدونکے مزار سے فاتحہ خوانی ہوئی وہان کافرون کی لاشون پر چیل
کوؤنکی مہمانی ہوئی لومڑیان اور گیدڑ روہ گوشت کے لوتھڑے کھا کھا کر
پھک گئے کتے منہ مارتے مارتے تھک گئے ایک طرف ساحرون کی
جھلسی ہوئی لاشین جیسے کالے پہاڑ یا سا کھو کے جلے ہوئے لٹھے یا
برق زدہ تاڑ لنگور کی طرح منہ کالے زرد ٹینون کی طرح دانت نکالے
تتر گردنی لم ٹنگے اوندھے سیدھے ننگے دھڑنگے بعضے سوکھے سہمے بعضے سوجے پھولے
اندھے کانڑے لنگڑے لولے وہ کل مونہے وہ غنر تھے یا جھٹکے کے بھینسے
پڑے تھے جانور صحرائی وہ ڈرانی صورتین دیکھکر ڈرتے ہوئے دور دور
کھڑے تھے ہمزاد بھتنے بنے ہوئے کھیون کی طرح بھنبھنا رہے تھے چیلین منڈلا
رہی تھین کوے غل مچا رہے تھے غرض وہ میدان مہابھارت کا میدان تھا

کُشتونکی پشتو نپر لکڑیونکی ٹھیکیونکا گمان ہزارون مردے خونکے ڈر پڑ دیکہ زمین

یہ گئے ہزارون اُسی دلدل مین سڑ گل کر رہ گئے المختصر خورشید گوہرپوش

نے بعد تسلط گلستان جادو اور ریحان جادو کو تاج بخشی کی یعنے وہ سلطنت

نصف نصف اُن دونون پر تقسیم کر دی گلبدن پری کو پردۂ قاف

کی جانب رخصت کیا یاسمن پری کو سمجھا بوجھا کر رکھ لیا آپ بسمت یاقوت نگار

عزیمت فرمائی قمر طلعت اور سیارنے گلستان اور ریحان سے پھر آنیکی قسم کھائی

بادشاہت فرمودن خورشید گوہرپوش باتفاق مہ طلعت یاقوت نگار

و رسیدن یاسمن پری از مقام جانب شہر یاقوت نگار و باہم

رسیدن آمدن بسوی شہر و خوشحالی اہالیان آن دیار و جشن ہفت روز

فرمودن یاقوت نگار و بعد تقریب وطالع شدن خورشید در محل

ہمراہ شہزادہ و ملکہ شدن یاسمن پری و وزیرزادی حجاب عجیبہ

ہوا افضل ساقی پلا جام مے		دم عیش ہے نوبت جشن ہے
بجے فتح کے شادیانے بجے		سبھے پیر مغ میکدے کو سجے

دکھلائے باغ چیدہ ہو وہ انجمن | دکھا دے بہشت برین کا چمن
ہوائی وطن صحبت دوستان | دکھا دے بہار گل و بوستان
رہی باز گردش سے گردون دون | زمان سعادت ہو دور زبون
بنے جام خورشید جام شراب | ضیا بار ہو طلعتِ آفتاب
پڑھین شعر مستانہ رندان مست | کرین شوخیان بادہ خوار الست
چھڑین ساز دمساز ہون اہل ہوش | دل افزا ہو آوازۂ نا و نوش
ہوا غم غلط آئی عشرت کی بار | زہی فتح و فیروزی سازوار

مسافران دیار مطالب ارجمند عازمان امصار مدعیات خاطر پسند منزل آشنایان ملک فرحت تازہ مرحلہ پیمایان شہرستان بہجت بی اندازہ یعنے جادہ نوردان مملکت تقریر و رہروان قلم و تحریر با دل شادان و فرحان اس افسانۂ خوش بیانکو اسطرح اظہار فرماتے ہین غرض وہ روز ترک و تاز مین تمام ہوا شبکو اُسی میدان مین مقام کیا صبح کو جب سلطان اللیل اور افواج کواکب کی سرخیل نے مع جمعیت ہمراہی

ملک مغرب کی راہ لی اور تاجدار زرین کلاہ یعنی خسرو خاور سپاہ کے قدوم میمنت لزوم سے چار طرف روشنی پھیلی طیور صبح تسبیح خوان ہوئے بلبل گلدستہ اسلام سرگرم اذان ہوئی نسیم نے سبک روی کی تحریک کی باد بہاری نے سواری کی خبر دی وردی بجی گجر بجا کوچ کا نقارہ ہوا اس عزیمت سے غازیون کے غنچہ دل کھلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے صبح کھاتی چل نکلے

بفیروزی و فتح غازی چلے
نمازین پڑھین اور نمازی چلے

وہ تڑکا وہ عکس شفق چارسو
ہر اک مثل گل خندہ لب سرخرو

مسافر ہوئے رہگرای وطن
وہ شوق وطن وہ ہوای وطن

ہوا کی طرح منزلین قطع کین
کہہ تو زمین کی طنابین کھنچین

باوجود این رواروی افسرونکے یارونپر جلد چلنے کی تاکید تھی ہر منزل مین جشن تھا ہر مقام مین عید تھی شتر سوار لال تھیلی لیکر پیشتر جا چکا تھا ہر شخص خبر فتح و فیروزی کی پا چکا تھا تمام شہر یاقوت نگار

آئین بند تھا ہر طرف غلغلہ نوبت شادی بلند تھا دوکانداروں نے
دکانیں رنگین تھیں مکانداروں نے مکانوں کی تیاریاں کیں تھیں دیوار و
در کی سفیدی سے ہر گلی چاند تھی دنکی دھوپ اور رات کی چاندنی مانند
تھی بازاروں کی گرم بازاری سے مصر کا بازار سرد تھا راہوں کی شفافی
سے آئینہ حلبی کیسا خود حلب گرد تھا تماش بینوں نے کمرے سر راہ
روک لیے تھے کرائے دونی چوگنے پیشگی دیدیے تھے ہر ایک شاد حال تھا
ہر شخص کو بناؤ کا خیال تھا گوٹا کناری بر سون کا رکھا ہوا ایک گیا
ریشمی کپڑا کیا سوتی کپڑا بزازوں کی دوکان پر نرہا بادشاہی محلوں مین
عجب طرح کی خوشی تھی صاحبات محل نے سب سے زیادہ تیاری کی تھی
ماما اصیلوں اور دوتوں کی بن آئی ایک ایک سیٹھ ہو گیا اسقدر
دستوری پائی ملکہ زہرہ جبین ایک ایک سے پوچھتی تھی کیوں صاحب
سواری کتنی دور رہی محل سے ڈھیوڑی تک اصیلوں کی ڈاک بیٹھی
ہوئی تھی گھڑی گھڑی کی خبر پہنچ رہی تھی مسافروں کے آنے کی

امیدواری تھی صحنک کا اہتمام تھا کونڈونکی تیاری تھی کسینی مشکل کشا کا کھڑا دونا مانا تھا کسینے بی بی کی پڑیا مانی تھی غرض محل والی نذر نیاز کی فکر مین دیوانی تھی ارکان دولت نے چند منزل بڑھکر استقبال کیا کوتوال نے کل رعیت کو ناکے تک جانیکا حکم دیا فوج پایۂ تخت نے نئی نئی وردیان پائین گولندازون نے سلامی کی توپین لیجا کر ناکے پر لگائین ناگاہ ایکدن قریب شام ایک لفافہ آیا اُسمین وزیر کی طرف سے کوتوال اور افسران فوج کو یہ حکم تھا کہ صبح کو حضرت ظل سبحانی داخل دارالامارۃ ہونگی پہر رات رہے سے سب جلوس اور کل فوج اور تمام رعایا ناکے پر آکے حاضر ہو کسیکا دل میلا ہو نہ کپڑے میلے ہون زرق برق ہو شہری ہو یا مسافر ہو سقے نصف شب سے چھڑکاؤ لگائین دروازے شہر پناہ کے تمام رات کھلے رہین کہ آیندو روند بے تکلف آئین جائین لفافہ آتے ہی یہ کیفیت مشتہر ہو گئی کارخانوںمین حکم پہونچ گیا گھر گھر خبر ہو گئی وہ رات جوانون کے لیے برات کی رات تھی اور اطفال کے لیے شب برات اُس شب جوانون کو نیند آئی نہ بچون نے پلک سے

پلک لگائی ہر شخص کو صبح کا انتظار تھا ہر ایک سیر اور تماشے کو کمر باندھی
تیار تھا ماہتاب چاہتا تھا کہ منزل مغرب مین نجائی آفتاب کا ارادہ تھا
کہ برجعت قہقہری پھر آئے ستارونکی انکھین زمین سے لگی تھین حورون نے
کھڑکیان بہشت کی کھولدی تھین تماش بین آدھی رات سے چل نکلے
غول کے غول اور غٹ کے غٹ چلے وہ جلوس وہ فوج شاہی سب اپنے طور پر
راہی سواریون کی ہٹو بچو نے دلی لکھنو کو گرد کیا پیدلون کی کثرت سے
ٹیڑی دل کو بھولا دیا نالکیان پالکیان کھچپلے فنسین تامدان بوچے
ہوادار وہ گھوڑے راس در راس وہ ہاتھی زنجیر در زنجیر وہ سانڈنیان
قطار در قطار آگی ٹم ٹم فٹن چرٹ بگھیان صبا شتاب اُڑن کھٹولے
اور تخت رواں کا جواب رتھین بہلیان منجھولیان منزل در منزل ہودج
اور محل سے بڑھکر چرٹ اور بگھیون کی مد مقابل بعضے صاحب تانگے پر
سوار اور سیر کا ولولہ بقول شخصے مانگے تانگے کام چلے بیاہ کرے بلا
بعضی خانگیان مفلس آپ تو ڈولی مین اور ڈولی دہون کی ماری

ڈانوان ڈولی مین اراذل گنوار لڑکو نکو کاندھونپر چڑھائی بھینٹے باندھی بلھری لٹکائی بعضے یارون کے ساتھ بعضے اکیلے وہ کشمکش وہ چپقلش وہ دہکا پیلی وہ ریلی جب ریل آئی پاؤن زمین سے اُٹھ گئے ہزارون اس سری آرہے ہزارون اُس سری جارہی کوئی جماعت بڑھ گئی کوئی جماعت پھر پڑی کیسکی پگڑی گرپڑی کیسکی ٹوپی گرپڑی کوئی کچل گیا کسیکا بھرتا نکل گیا کوئی چلایا ارے مین دبا کوئی پکارا ہای میری اطلس کی قبا آشنا کو آشنا اور بھائی بھائی کو پکارتا تھا اُدھر باپ چلاتا تھا اِدھر بیٹا چیخین مارتا تھا ایک کہتا تھا اری بھبی رستم خان کہان ہو دوسرا آواز دیتا تھا میان دَل تھمن جواب دو غرض عجب طرح کا میلا تھا عجب طرحکا تماشاے عام تھا بھیڑسی بھیڑ تھی اژدہام سا اژدہام تھا ناکا عیدگاہ تھا ہر تماشائی رو براہ تھا دوکاندار پالین کمل تانی دورویہ دوکانین لگائی ہر طرحکے کھلونی ہر طرحکی چیزین جوجی چاہے خریدی جوجی چاہی کھائی جا بجا مجمع جا بجا سیر و کیفیت کہین مداری کا تماشا کہین ناچ رنگ کی صحبت

بڑھیان ٹھڑیاین چادرین سر راہ بچھائی داد دہش کی امیدوار تماش بینونکا
گھٹاٹوپ کوڑی پیسون کی بوچھار اتنے مین ڈنکا ہوا سلامی کی باری آئی
ایک غل ہوا دیکھو وہ سواری آئی گولندازون نے شلکین اڑائین
توپیون نے نوبتین بجائین یاقوت شاہ داماد کو لیے داخل شہر ہوا
اُسوقت کا احتشام یادگار دہر تھا سبکے آگے جلوس اُسکے بعد پلٹنین
اور رسالی اُنکے پیچھے توپونکے بالدے اور توپخانے والے بیچ مین ایک
ہاتھی پر خورشید گوہر پوش اور یاقوت شاہ گرداگرد ہاتھیونپر تمام
رفقای دولتخواہ میدانی بولتے نقیب آواز لگاتے لیساول بصدای طرقو
بیٹھے ہوئونکو اُٹھاتے وہ ملکہ مہ جبین کا سکھپال وہ دور مین کہاریان
پری تمثال اُسی سکھپال سے ملی ہوئی یاسمن کی سواری اُسکے محافی کی
بھی کچھ ایسی ہی تیاری آخر مین داروغہ دیوانخانہ اور خزانے کے ہاتھیونپر
خزانہ اشرفیونکی توڑونکی منہ کھلی ہوئے لٹانے والی لٹانے پر تلی ہوئے شہدونکا
ہجوم زر ریزیکی دھوم اُدھر اشرفیونکے چھرّے اِدھر گالیون کے چھرّے

وہ اُن القتونکی بولیان وہ لب لہجے وہ روز مرے ایک دوسرے کے کاندھے پر
چڑھکر غل مچاتا تھا ایک ہاتھی کا رستا پکڑے چڑھا جاتا تھا ہر بار یہ آواز تھی ادھر آ
دو آنکھونکے اندھے ادھر پھیک اری دولت کے کیڑے پھیک مٹھی نہ بند کر ہر چھپر مین یہ
بیسیون پیکتی تھے ایک ایک کے پیچھے سو سو لپکتے تھے کہین بُت چل گیا
کہین ڈگ چل گیا کوئی اشرفی پاتے ہی جھپ نگل گیا کسی نے کسی کے کلے مین
انگلیان ڈالین کسی نے کسیکی جھولی پھاڑکر وہ خوزادیان نکالین کوئی چھینا جھپٹی
مین بازی لیگیا کوئی پھنس گیا کوئی رو بین ہوا کوئی لوٹ مین اگر زمین پر
لوٹ گیا غرض خراماں خراماں چاندنی چوک تک سواری پہونچی وہان ایک
تو رونق تھی اس جلوس سے اور رونق ہوئی یہان بیاولون نے حد سے زیادہ اہتمام
کیے دوکاندارون نے اُٹھ اُٹھ کر سلام کیے کسبیون نے چلنین اُٹھا دین ہاتھون پر
پانچے لیکر کھڑی ہوئین یہ گل لالہ دیکھکر مارے خوشی کے پھول گئین ایسی محو ہوئین
کر سیو پنے ٹیٹھنا بھول گئین تماش بینو نسے گلیان بھری تھین چھتین بھی بھری تھین
اکثر زمین پر تھے اکثر فلک نشین قدرت خدا کا تماشا تھا ہر شخص دیکھتا رہگیا

تماشائی واہ واہ کرتی رہی اور سیّار سبک سیر در دولت پر پہونچے یاقوت شاہ
اور خورشید گوہر پوش نے دیوان خاص مین جاکر اجلاس کیا زنانی سواریونکا
محل مین داخلہ ہوا اندر سے باہر تک سب نے تہنیت کی دھوم مچائی دربار مین
ارباب نشاط نے اور محل مین ڈومنیون نے مبارکباد گائی ملکہ کی مان ملکہ کو چھاتی
سے لگاکر اسقدر روئی کہ دونون کی ہچکی بندہ گئی محل والیان آکر صدقے
قربان ہوئین ایک ایک نے شاہزادی کی سر سے پاؤن تک بلائین لین
سب اپنی اپنی جگہہ پر خوشیان کرنے لگین نذر نیاز ہونے سنتین اُترنے لگین
کل عمائد کی مان بہنین بہوین بیٹیان حاضر تھین سب نے ملکہ زہرہ جبین کو
مبارکباد دی نذرین دین وزیرزادی جب بڑی حضور کو نذر دے چکی تو چھوٹی
حضور کی طرف متوجہ ہوئی پہلے نذر دکھائی پھر چپکے سے یہ بات سنائی کہیے
حضور بڑی بڑی سیرین کین سلامتی سے خوب غائب رہین فقیر بادشاہ
سبکا مزا چکھا اللہ رکھے کسیکو محروم نرکھا ماشاءاللہ پختہ کار ہوگئین اب
آنکھین دو سے چار ہوگئین دوسرا تکلف یہ ہے اکیلی گئین اور دوجی سے آئین ایک

ایک جوڑی دار کو ساتھ لیکر تشریف لائین کہیے وہ بیگم صاحب جو تشریف
رکھتی ہین وہ کیا حضور کی مُنہ بولی بہن ہین انکا کہانسے ساتھ ہوا یہ کوئی
ہمراز ہین یا ہم فن ہین لونڈی انھین بھی جا کر نذر دی اُنسے بھی کچھ حال
پوچھی کچھ باتین کرے ملکہ بولی پھر خدا نے تجھ گنہگارہ کا منہ دکھایا مقدر پھر چلی
گئی سنو انیکو یہان لایا ہی ہو تو میری نصیبونکی ساس تند ہی وقت پر بند ہی
نہ بیوقت پر بند ہی موئی خانگی اپنا سا سبکو تصور کرتی ہی نگوڑی آپ بدایمان
ہی تو دلمین بدایمانی گذرتی ہی صبر کر صبر کر دم بھر مین سب کچھ بتا دونگی
اپنی سرگذشت بھی کہونگی اُن بیگم صاحب کا بھی پتا دونگی اری پانون کی
پھپھو ندر بیقرار بی آرام تجھے کیسکی پاس آنے جانیسے کیا کام وزیرزادی سمجھی کہ یہ
خورشید گوہر پوش نے گل کھلایا ہی ہو نہو وہی یہ فساد لگا کر لایا ہے یہ سوچکر
چپکے نذر دیکر مسند کی کنارے بیٹھ گئی بس جب اندر باہر نذرین ہو چکین
تو یاقوت شاہ داماد کو لیکر محل مین آیا ساس نے اُٹھ کر بلائین لین اور دولھن
دولہ کو ایک مسند پر بٹھایا اپنے بیگانے تصدق لائے ہر جگہ سے تیل ماش

اور بکرآئی کہین سے اسکے عوض نقدی آئی کوئی سونیکی خاصدانین روپیہ
کوئی اشرفیان لائی چھوٹی امت کی قسمت لڑی وہ تصدق کیا آیا
اُن لوگون کی بن پڑی سب نے ہاتھ پھیلایا اور آنکھین بند کرلین ایک ایک
نے روپیہ اشرفیون سے جھولیان بھرلین جب سب باتون سے فرصت ہوئی
تو زہرہ جبین نے بیٹی سے تمام سرگذشت سُنی آخرمین یاسمن کا بھی ذکر آگیا
مہمان اور تذکرے ہوئے یہ تذکرہ بھی ہوا ملکہ نے کہا جی یہ میری
سوکن ہین نام مین بھی یاسمن ہین خوشبو مین بھی یاسمن ہین پرستان کی
رہنے والی ہین بڑی بھولی بھالی ہین آدم زاد سے راحتین پائی ہین خیر ذرا لک
کے ساتھ نکل آئی ہین آنا مجھسے سن لیجیے باقی حال لانے والون سے
دریافت کیجیے زہرہ جبین تو جہاندیدہ تھی مصلحت اندیش اور فہمیدہ یہ سُنکے
ظاہر مین تو داماد کی طرف داری کی اور باطن مین بیٹی کی پشتی لی خورشید
گوہر پوش کی طرف دیکھکر کہا نہین یہ تمھین رنج نہ دینگی تمھارے سامنے اور کا
نام نہ لین گی تم دونون مین عاشق و معشوق کی کیفیت ہے اللہ رکھے

انھین بھی عشق ہی تمھین بھی محبت ہی ایک دل سو سو جگہ نہین آتا ہی ہر جا ئی
مردوا نھین اُٹھاتا ہی یون تو بنو مردوُن کی نکہو جنھین چار چار کرنیکا حکم ہو ہر
ہی اس بات کی امیرونہین بہت کثرت ہی ہم لوگون کو اِس کی
عادت ہی کاش وزیر بادشاہ بھی خدا سے ڈرتے غریبون کی طرح
ایک کی سوا دوسری نکرتے عورت کو مکھی کا بیٹھنا سیج پر ناگوار ہوتا ہی اپنے
مرد کی پہلو مین غیر کی پرچھائین دیکھکر خار ہوتا ہی یہی مردُون کا حال ہے
یہ تو قیامت کا کوڑا اٹھاتی ہین ہوا کی بھی سنگ پاتی ہین تو کالے ناگ کی طرح
بل کھاتی ہین دنیا مین انصاف نہین شرع کی معلملے بھی صاف نہین
عجب اندھیر کا کارخانہ ہی عجب حساب ہی مردُونکی چاندی ہی عورتونکی مٹی
خراب ہی مرد وہ ہی جو عمر بھر ایک طرح پر بنا ہی کوئی ہزار چاہے مگر یہ بی بی
کے سوا اور کو نچاہے اور دولہ دولھن کی چاہ و پیار کو کہین چاہ و پیار کہتے ہین
چار دن تو گائی بھیس کے بھی ہاتھ پانُون لال رہتے ہین داماد سی مخاطب
ہو کر پوچھا کیون میان یہ کیا بات ہی کیا ماجرا ہے کیا واردات ہے

خورشید گوہر پوش نے سر جھکا لیا کچھ جواب نہ دیا زہرہ جبین اُٹھ کر با قوت شاہ
کے پاس گئی اور یہ ساری کیفیت بیان کی لڑکی کا مقدمہ تو نہایت نازک
ہوتا ہی یہ سُنکر پہلے تو وہ دم بخود ہوا پھر تھوڑی دیر کے بعد کچھ سوچکر کہا
یہ صاحبزادہ تو بہت سیدھا تھا ان رفیقون نے اگر یہ کردار کیا خیر اب اس
مقدمہ کو اُسکی راے پر رہنے دو زیادہ چھیڑ چھاڑ نکرو بھلا مقدر کے بگاڑ کی
کیا تدبیر لڑکا اچھا ہو کر بُرا ہو جاوے یہ بھی لڑکی کی تقدیر اب مصلحت یہ ہے
کہ یہ جبر اُٹھاؤ کچھ ہو مگر شکایت کا کلمہ زبان پر نہ لاؤ ایسا نہو صاحبزادے
کہین کہ آخر یہ لوگ غیر تھے ذرا سی بات مین برہم ہو گئے اپنے ماں باپ ہوتے تو
اس عیب کو چھپاتے ہر طرح کی بگڑی ہوئی بات کو بناتے زہرہ جبین نے
کہا ہان پھر اب سوا خاموش رہنے کے کیا چارا ہے مثل مشہور ہے مول سے
بیاز پیارا ہے چار ناچار سب طرح کی نرم گرم اُٹھاینگے کچھ ہو دلجوئی اور
خاطر داری سے باز نہ آینگے وزیرزادی کو بلوا کر کہا کہ بی بی مجھسے تو وہ
صاحبزادی شرماتی ہین بغلین جھانکتی ہین آنکھین چُراتے ہین

تم سی ذی تکلف ہین تم جاؤ جس طرح مناسب سمجھو اُس طرح
اس مقدمے مین سمجھاؤ کہو خیر جو تم نے کیا اچھا کیا مگر اب ہر وقت
کی چوٹ بیٹھ سے کیا فائدہ دو محل ایک جگہ نہین رہ سکتے جہان وہ دونون
رہین وہین یہ دوسرا محل رہی وزیرزادی نے جاکر خورشید گوہر پوش کو
خوب آڑی ہاتھون لیا باتون باتون مین قرار واقعی قائل کیا کہا ای بیان
جھوٹے عاشق اس عشق پر پھٹکار حقیقت مین عیاش مرد کی باتکا کیا اعتبار
مین یہ گُن جانتی تھی جبھی تو اس پارسائی کو نہ مانتی تھی غیرت ہو تو
چلنی بھر پانی مین ڈوب مرو اسے شاہ صاحب چلترباز ذرا آنکھ چار کرو
ہی ہی عادت دھوئے دھائے سے جاتی ہی علت نہین جاتی ہے بُرا کام
تو آنچ کیا شرم مجھے آتی ہی شاہزادی نے کہا چلو تمنے تو زبان صاف
کرنیکا موقع پایا بھلا اسکا کیونکر یقین ہوا کہ مین سنے دوسری طرف عشق
جمایا سچ ہی عورتین ناقص العقل ہوتی ہین اپنی بھی بات کھوتی ہین دوسری کی
بھی بات کھوتی ہین علی الخصوص تمپر تو بیوقوفی کا خاتمہ ہے تمنے تو

آنکھین بند کر لین ہین اور مُنہ کھول دیا ہی اے بی بی صاحب اگر تمھارے
مُنہ پر ناک نہوتی تو ضرور گُہ کھاتین مین تو بُری کام مین نہین پکڑا گیا
مگر تم بیشک پکڑی جاتین فرض کیا اگر کوئی شخص دوسرا نکاح
کر لے تو وہ بُرا کام کہلاتا ہے ایک پر عاشق ہو کے دوسرے پر
عاشق ہونے سے کچھ ذات مین دھبّا لگ جاتا ہے ہاے اندھے کے
آگے رُوئے اپنی آنکھین کھوئے خدا جانے اسمین کیا مصلحت تھی تمھین
باتین بنانے کے لیے دست آویز ہو گئی مین نے تو بضرورت ایک وقت گا نٹھا
تم سبکے نزدیک ایک کو چھوڑ کے دوسری کا عشق ہو گیا یاسمن نے جو یہ سُن گن
پائی جھلا کر اُس صحبت مین آئی خورشید گوہر پوش سے خطاب کیا
کیون صاحب تم نے اپنے ساتھ مجھے کیون خراب کیا وزیر زادی سے
بولی یہ چونٹیون بھرا کباب تمھین صاحبونکو مبارک مین نے اس نعمت کو سلام
کیا خدا اس فریبی سے سمجھے جسنے مجھے دھوکا دیا ملکہ بولی بی بی کوستی کیون ہو
خواہ تمنے دھوکا کھایا خواہ اور نے اب تو جو کچھ ہوا آسپر شاکر رہو انھین

اپنے فعل کا اختیار ہے اور ونکو کیا سروکار ہے چاہین ایک کرین چاہین
ہزار کرین بڑی نادان ہین جو اسمین تکرار کرین وہ بولی نہین صاحب
مین اپنے گھر جاتی ہون اب اِن باتون مین کب آتی ہون وزیرزادی
بولی بوا یہ تو وہ بات ہوئی ایک بولا اُسی شخص کی مان نے خصم کیا کہا
اچھا کیا دوسرا بولا کرکے چھوڑ دیا کہا بہت بُرا کیا گھر بار ہو چکا دنیا مین
آچکین چلو بیٹھو سُسرال سے میکے مین جا چکین یہ وہی مثل ہے کھائی
سغل کی تہری اب کہان جائیگی بہری یہ تو بادشاہون کا کارخانہ ہے
عشق مشک بھی ایک دل لگی کا بہانہ ہے ملکہ پر تم آئین تمپر اور کوئی آئیگی
یہ تو بڑھتی دولت ہے یونہین بڑھتی جائیگی خورشید گوہر پوش کیطرف دیکھکر
بولی ہے ہے یہ رنیدھا پھیلا کر کیسے غٹر غٹر سن رہے ہو ہاتھون کے طوطی
کیون اوڑگئے لو انکی دلجمعی کرو دیوان خاص کی مجلسرا خالی ہے وہان لیجاؤ
اور چھاتی پر کوندون دلنا ہو تو ویسا فرماؤ غرض خورشید گوہر پوش نے
قمر طلعت کو بلوایا اور اُسے اس مقدمے کا ثالث ٹھہرایا اُس مصلحت اندیش نے

پھر نوع اصلاح کی دن یاسمن کا ٹھہرا اور رات ملکہ کی ٹھہری یاسمن
دیوان خاص کی محلسرا مین اُٹھ گئی ملکہ اپنے محل خاص مین رہی صبحکو جشن کا
اہتمام ہوا دربار عام ہوا اذن عام ہوا گلنار پوشی کا اشتہار ہو گیا اسقدر سرخ
جوڑون کی تقسیم ہوئی کہ تمام شہر گلزار ہو گیا امیر امرا غریب غربا شہری
قصباتی چارون طرف سے سمٹ آئی وکیل سفیر بادشاہون کی طرف سے
تہنیت نامی لائی چکلے کا داروغہ بھی کل ارباب نشاط کو لیکر حاضر ہوا
عیش کی اسباب اور عشرت کی سامان کا رنگ ظاہر ہوا بھانڈ بھگتی کلانوت
قوال سرودی ربابی بین نواز سرگرم ساز باز ہوتے ساز انکی دمساز ہوئے
اور وہ اہل بزم کی دمساز ہوئی کنچنیان کیا پاگرنیان کیا ڈیرے دارنیان
سب کی طائفی سبکی سنگتین جمع ہوئین اُسدن نوچیونکا بناؤ دیکھکر نائکائین بھی
بنی تھین وہ نوچیونکا نکھار وہ جوبن کا اُبھار وہ پوشاکون کی تیاری
وہ نائکائیونکی برزخین وہ بد قوارہ پن وہ جسم ڈھلڈھلے اور بھاری بھاری
ہر نائکا اگری کا کریزی ڈوپٹہ اوڑھی کاجل لگاتے مسی ملے وہ اُن کے

پرانی نحری وہ بڈھے چوچلی نوجوانین اُن بڑھیو نکا بڑھبس دیکھکر ہنستی تھین
کیا کیا مُنہ آتی تھین کیا کیا آوازے کستی تھین سپڑ دائی کہ رہے تھے
یہ اسّی برس کے ریزے نایاب ہین یہ ٹوٹنے پھلجھڑیونکے جواب ہین
غرض سات دن تک ناچ رنگ کا جلسہ رہا سبحان اللہ عجب لطف تھا
عجب سمان تھا شاگرد پیشہ اور سپاہ نے انعام پایا اتیبار یون نے خلعت پائی
خدا کی فضل سے امیدونکی راتین اور مرادون کے دن آئے بادشاہ بھی
بیغم ہوا رعیت بھی چین کرنے لگی ہر شخص کی چہل پہل اور چہچہون
قہقہون مین گذرنے لگی

عاشق شدن قمر طلعت وسیار بر خورشید آرا و مہتاب آرا دختران وزیر خوش تدبیر و بعد دستوری دستور در سلک مواصلت در آمدن این ہر چہار گوہر گرانمایہ بحسب مشیت تقدیر

پلا ساقیِ گلبدن جامِ مُل	کھلا چاہتا ہے اب ایک اور گل
کیا مست دورِ فرحناک نے	لگی دختِ رز جھانکنے تاکنے

لگاوٹ کی چتون ہین دلکش نگاہ ۔ اشارونمین کرتی ہے مستونسی راہ
سمجھ دیکھکر رنگ صحبت ذرا ۔ مبارک ہو یہ جشن ہے دوسرا
چٹکتے ہین غنچے کھلا لالہ زار ۔ ہوئین بلبلین مست آئی بہار
لڑی آنکھ نرگس کی شمشاد سے ۔ کیا ربط بندی نے آزاد سے
یہان شیشہ و جام مین ربط ہے ۔ نہ اب تاب نے طاقت ضبط ہے
یہ قلقل ہے پیغام عیش و سرور ۔ دم بے حجابی ہے اے ذی شعور
دکھایا جوانون کی صحبت نے رنگ ۔ اِدھر ہے ترنگ اور اُدھر ہے ترنگ
جدھر دیکھیے دید وا دید ہے ۔ صراحی کے ہین قہقہے عید ہے
نہ ہے محتسب بر سر احتساب ۔ نہ قاضی کا ڈر ہے نہ فکرِ حساب
یہی وقت ہے جام دے جام پر ۔ خدا کے لیے اتنو صرفہ نکر
غنیمت ہے یہ ولولہ یہ شباب ۔ یہ صحبت یہ جلسہ یہ دورِ شراب

خورشید گوہر پوش کے لیے خاص محل اور خرد محل سے قران ماہ و مشتری تھا
ایک محل حور تھا اور ایک پری رفیقون کو شاہزادی سے اتحاد جسم و جان تھا

بیگمونکو بھی اُن صاحبو نسے نہ یہان پردہ تھا نہ وہان تھا ملکہ کا جو اُن عزیزون
سے طلسم مین سامنا ہوچکا تھا لہذا بیٹی کی خاطر سے زہرہ جبین نے
بھی پردہ نکیا المختصر قمر طلعت اور سیار کی دونون محلون مین آمد شد تھی
سب سے الفت محبت تھی رات دن چہلین تھین ہنسی دل لگی کی صحبت
تھی ایک شب چاندنی مین تختونکی چوکے پر ملکہ اور وزیرزادی اور خورشید شاہ
بیٹھا تھا اتفاق سے قمر طلعت ماہ سریع السیر کیطرح سیر کرتا ہوا آگیا وزیرزادی
اوہ اوہ کرتی بھاگی اور اوٹ کی آڑ مین جا کر چھپ گئی اور اس طرح
گویا ہوئی واہ واہ صاحب یہ آنا عجب طرحکا آنا ہے تمکو یہ بھی نہ معلوم ہوا
کہ یہان پر زنانا ہے انسان جہان جاتا ہے دیکھ بھال کر جاتا ہے اور آتا ہے
تو پکار کر آتا ہے نہ کہ اونٹ کیطرح مُنہ اُٹھایا اور گھس آئے خدا ایسے
بلڑون کی پرچھائین سے بچاتے قمر طلعت نے کہا تم اونٹ سے ڈرتی ہو
اللہ ری پاکدامنی کہ مرد کے سائے سے پرہیز کرتی ہو یہ نشتر غمزے سنئے ہین
یہ چھانولیان نرالی ہین ہم نے ایسی اونٹنیان بہت دیکھ ڈالین ہین

وہ بولی بس کچھ اور اول فول نہ نکالیے مین ایسی ہنسی نہین ہنستی ذرا زبان
سنبھالیے خورشید گوہر پوش نے کہا یہ نیا مناظرہ ہی تمنے اُسے اونٹ بنالیا
جب اُسنے جواب دیا تو کھسیانی ہوگئین رو دیا یہ مین نہین ہون جو جی چاہے
کہلو اب کچھ چرکو اب کچھ ریز کر و یہ کہکر دوڑا اور اوٹ کی آڑ مین سے کھینچ لایا
کہا کیون صاحب ایک کلہ توڑنے والا آیا تو آپ نے منہ چھپایا لو صاحب
آپکی عصمت کچھ ملکہ سے بھی سوا ہی جب وہ نہین چھپتین تو تمکو چھپنا
کب روا ہی مجھے اس کافر پردیسے نفرت ہی آدمی چھپے تو اچھی طرح چھپے
تمہین کیا ضرورت ہی وزیرزادی نے منہ بناکر کہا صاحب یہ بھی کچھ
ضرور ہی کہ جسکے سامنے ملکہ صاحب آئین مین بھی آؤن وہ تو بیباک
ہوگئین ہین مجھے کیا خبط ہی جو بیباک ہوجاؤن ملکہ بولی لو اب میرے
اوپر منہ آئی اب اس طرف طبیعت لہرائی وزیرزادے سے کہا ہان بھائی
تمہین اسکو ٹھیک بناؤگے یہ شہکارہ کسی طرح نہین سمجھتی بس تم سمجھاؤگے
قمر طلعت بولا نہین حضور یہ بہت معقول ہین یہ جو جی چاہین کہ لین

مجھے انکی سب مُنہ زوریان قبول ہین وہ بولی لو دور پار یہ میری عاشق ہین کہ ساری کڑیان جھیلین گے ہنسی ہنسی مین آبرو سے ہاتھ دھو بین گے جان پر کھیلین گے یہان تو آنکھ چار ہوتی ہی کلیجے پر تیر پڑ چکا تھا بس عشق کا نام سنتے ہی دل قابو مین نرہا وزیرزادہ بولا کچھ نپوچھو مین کون ہون کس بلا مین آکر پھنس گیا آہ کیا کہون یہ کہکر آنکھون مین آنسو بھر لایا عشق صادق کی تاثیر سے وزیرزادیکا بھی کلیجہ مُنہ کو آیا گویا دو جام لبریز چھلک پڑے اِدھر اِسکی آنکھون سے اُدھر اُسکی آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے نظم

عشق دمساز جان زار ہوا — تیر غم دو دلون کے پار ہوا

آئی دونون کی دل کہ موت آئی — دفعتاً مُنہ پہ مردنی چھائی

جذب خاطر نے اہتمام کیے — آہ نے آکے ہونٹھ چوم لیے

دیدو وادید نے اُڑائے ہوش — شکل تصویر رہ گئے خاموش

خورشید گوہر پوش نے ملکہ کو اور ملکہ نے خورشید گوہر پوش کو دیکھا یعنی دل لگی دل لگی مین یہ کیا ہو گیا شاہزادے نے وزیرزادے کا

شانہ ہلایا اور شاہزادی نے وزیرزادی کو خواب مدہوشی سے چونکایا
کہا ہائین ہائین باتون باتون مین یہ کیا کیفیت ہوگئی بت کیون بنگئی
چپ کیون لگ گئی اگر وصل وصال کا خیال ہے تو یہ کیا مشکل ہی
یہ کیا محال ہی یہ بھی کیا ہم لوگونکا عشق ہے جسمین آفتین ہون ہرطرحکی
مشکلین ہون ہرطرحکی مصیبتین ہون تمھین کچھ دشوار نہین کون سی
مجبوری ہے کس بات پر اختیار نہین یہ تو گھر ہے یہان کس کا ڈر ہی
ملکہ نے وزیرزادی سے کہا کیون خانم صاحب جیسا ہم پر ہنسین ویسی ہی
دیدہ و دانستہ مصیبت مین پھنسین اب اس درد کا مزا پایا اب دلکی آنیکا
یقین آیا وہ بولی ہان حضور بجا ہے یہ میری نافہمی کی سزا ہی بقول زکی
پیش ازین ہنستی تھی ہم اُسپر جو روتا تھا کوئی چوٹ جب اپنے لگی قدر مصیبت ہوگئی
ملکہ نے کہا تم میری مشاطہ بنی تھین مین تمھاری مشاطہ
بنون گی خاطر جمع رکھو ہر طرح کا اہتمام کردون گی
حیرت زدون کی طرح کیون دیکھا بھالی ہے

بسم اللہ تشریف لیجائیے بارہ دری خالی ہی آپ وہان جاکر دل بہلائیے
مجھے پہری پر چھوڑ جائیے وزیرزادی بولی حضور نی حرام کیا تھا جو مین حرام
کرون دم بھر کیواسطے کیون نام بدنام کرون ملکہ ہنسی اور کہا لو آپ بھی
نکاح کی امیدوار ہین سلامتی سے وصل حقیقی کی خواستگار ہین بہت اچھا
یہ کون سی بڑی بات ہی کل سانچق ہی پرسون برات ہی قمر طلعت سی کہا
لیجیے بھائی صاحب آپکی معشوقہ صاحب کو حرام سی انکار ہے حق کی راضی ہین
حلال کا انتظار ہی اب ذرا دم لیجیے دو چار دن صبر کیجیے مین آپکی بابا صاحب کو
رضامند کرلون کل وہ آئین تو اس نسبت کا پیغام دون خدا نی چاہا
تو وہ بھی نہ انکار کرینگی برابر کی نسبت ہے خواہ مخواہ اقرار کرینگے قمر طلعت نے
کہا کچھ حضور کو سیار کی بھی خبر ہی اُسکا حال مجھسے تبر ہے وہ بولی اوہ بھائی
ایک انار اور دو بیمار دو چھڑیان ایک میان مین دو تیر ایک کمانین
وہ بولا جی نہین درجہ بدرجہ الفت ہی مجھے اِنسے اُسے انکی چھوٹی بہن سی
محبت ہی ملکہ بولی اب وقت کا کام ہے یہ البتہ تردد کا مقام ہے

خورشید گوہر پوش نے کہا تردیجا ہی سیارا اور قمر طلعت مین فرق کیا ہی یہ بھی
صاحب ارادہ ہی وہ بھی صاحب ارادہ ہی یہ وزیرزادہ ہی وہ رئیس زادہ ہی
وہ نہ عیار بچہ ہی نہ عیار ہی امرای کرسی نشین مین اسکا بھی شمار ہی اس راہ مین
میرا ساتھ دیا ہی اُسنے میری خاطر سی یہ پیشہ اختیار کیا ہے امیرزادے
ہر باتکا خیال رکھتے ہین ہر فن مین کمال رکھتے ہین یہ لوگ ہم لوگونسی فیض پاتی ہین
اہل کمال اگر ہمسی سیکھ جاتے ہین اور بالفرض وہ عیار ہی پھر عیار کی کوئی ذات ہی
یہ کیا امر لاطائل ہی یہ کیا واہیات بات ہی مین تو اُسی اپنی برابر کا بھائی جانتا ہون
وزیر لاکہ انکار کرے مین کب مانتا ہون قمر طلعت کی نسبت کا تو حال
ظاہر ہی خیر اب اسمین ہماری خاطر ہے بقول سعدی

بنی آدم اعضای یک دیگر اند	کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

شرعاً تو یہ نسبت ممنوع نہین عرفاً ہو تو ہو صبح کو تم شوق سے دونونکا
پیغام دو اور جو کچھ ہمنے کہا ہے یہ سب حرف حرف بیان کر دینا جسطرح سے
ہو سمدھی صاحب کو راضی کر لینا ملکہ نے کہا مین تو کچھ اٹھا نرکھون گی

سب اونچ نیچ سمجھا دون گی ہر طرح سے کہونگی مگر بیگا نے دلپر میرا کیا
اختیار ہے میری مان باپ میرے مختار تھے وہ ان دونون کا مختار ہی
خورشید گوہر پوش بولا مین بڑی بڑونکی سعی اُٹھواؤن گا آخر کار بڑی
حضور سی اور حضرت سی کہلواؤن گا ملکہ بولی بھلا صاحب کچھ زبردستی
ہے ہر کسی پر عاشق ہو جانا یہ بھی ان لوگون کی خر مستی ہے وہان
بادشاہ طلسم کی بیٹیونکو لگا لائے اور پھر چھوڑ کر چلے آئی یہان ان بیچاریونپر
ڈورا اُڈالا ایسے ہر دم خیالی مردونکا مُنہ کالا حضور کونسی نیک پاک ہین
کونسی وضعدار ہین آپ کی بھی یہی وتیرے ہین یہی اطوار ہین کچھ آپ نی
مجھے چین سی رکھا کچھ یہ ان دونون کو چین سے رکھین گے چار دن مین
حلال کو چھوڑ کر حرام کی لقمی چکھین گے خورشید گوہر پوش بولا لو اور شگوفے
چھوڑنی لگین تمتو اپنے جلے پھپھولے توڑنے لگین خدا کے لیے کل کہین
اس اُدھیڑبن مین نہ رہنا بس جتنا سمجھا دیا اتنا ہی کہنا وزیرزادی بولی
پھر کیا کیجیے مردونکا یہی حال ہے جو بات آپ ڈھونڈتی ہین وہ

خواب و خیال ہی ہمارے زمانے کے یہی مرد ہین یہ سب سنگدل ہین
سب بیدرد ہین چار دنکی زندگی کسی نہ کسی طرح بسر کرنا ہی آخر انھین
لوگونکے ساتھ مرنا بھرنا ہے ملکہ نے کہا تو تو مردونکی ندیدی ہے اس طرح
گڑگڑاتی ہی جیسے کسی کی زرخریدی ہی وہ بولی حضور ہی نے یہ راہ نکالی ہی
مجھپر بھی آپ نے اپنی پرچھائین ڈالی ہی مین نے تو آپکا ساتھ دیا ہی لونڈی نے
حضور کو دیکھکر یہ سودا کیا ہی ملکہ بولی بھلا ہوا اب مجھے سودا ہوا تھا تجھے بھی سودا
ہوا دنیا بھیڑیا دھسان ہے ایک بھیڑ کو کنوین مین گرتے دیکھکر سب
گر پڑتی ہین جبھی یہ خرابیان ہوتی ہین جبھی تو بنی ہوئی باتین بگڑتی ہین وزیرزادی
بولی مرد مردون کا اور عورتین عورتون کا ساتھ دیتی ہین وہ اپنے
مطلب کی سمجھ لیتے ہین یہ اپنے مطلب کی سمجھ لیتی ہین خورشید گوہر پوش
نے قمر طلعت سے کہا رات بہت آئی ہی لو آپ تو اب جائیے آج پہلا دن
ہی بس اسقدر پاؤن نہ پھیلائیے رہجانے مین کچھ مضائقہ نتھا مگر خیال یہ ہی
کہ صبح کو چرچا ہوگا منظور یہ ہی کسیکو کانون کان نہ معلوم ہو اور یہ معاملہ

طی ہو جائی ہزار دوست ہین ہزار دشمن ہین کوئی کچھ لگائی بجھائی نکرنی پائی
یہ سنکر وہ دونون عاشق و معشوق روتی ہوئی اُٹھے اور محزون و مغموم اپنی اپنی
جگہ پر گئی دونونکو اتنی رات کاٹنا دشوار ہوا ایک تو اضطرار تھا اور اضطرار ہوا
بیتابی خاطر نے تمام رات کانٹو پر لٹایا اسی چین آیا نہ اُسی قرار آیا جب نیند
آئی مردم دیدہ نی آنکھ دکھائی یعنی جا دور ہو اسکی پاس جا جسی سونا منظور ہو
یہان کروٹین بدلنی سی کام ہی جدائی کی رات مین یہی آرام ہی قمر طلعت کا
جب زیادہ سودا بڑھتا تھا تو دل بہلانے کو یہ غزل پڑھتا تھا غزل

خواب کی حسرت رہی دیدۂ بیخواب کو
دیکھ چکے ای زکی عالم اسباب کو

آگ محبت کی ہی اور دل بیتاب ہی
عشق نی اک جا کیا آتش و سیماب کو

چشم سی کہتا ہی غم اشک کا دریا بہا
ضبط سی کہتا ہی دل روک لی سیلاب کو

چاہتا ہون ای فلک لطفِ جوانی مٹے
آرزوی برق ہی مزرعۂ شاداب کو

رشتۂ مہر و وفا بال سی باریک ہی
سب پہ مقدم سمجھ خاطر احباب کو

ذرہ نوازی حسن قاف سی تا قاف ہی
چشم حقیقت سی دیکھ مہر جہانتاب کو

کانپ رہی ہے زمین عرش تزلزل مین ہے	خاک مین ملتا ہے آج کس دل بیتابکو
آئے نہ یارب کبھی ہجر صنم کی گھڑی	دن نہو پروانے کو شب نہو سرخابکو
بند ہے گر سیکدہ ہے در توبہ کھلا	یاد کرواے زکی فاتح الابواب کو

وزیرزادی بگوش دل یہ آواز سنتی تھی اور یہ غزل پڑھکر سر دھنتی تھی

لیل ونہار چرخ سے کام یہان تمام ہے	کسکو امید صبح ہے کسکو یقین شام ہے
عشق عجب عذاب ہے کام ہر اک خراب ہے	وصل بیان خواب ہے عیش خیال خام ہے
ہائے غضب کی بات ہے غمسے کہان نجات ہے	گور کی پہلی رات ہے ہجر کی پہلی شام ہے
بات ہو جسمین درد کی شعر وہ ہے غزل وہی	طرز سخن یہ ہے زکی یہ روش کلام ہے

غرض جب روتے روتے آنکھین سفید ہو گئین تو صبح کی سفیدی نے جلوہ دکھایا اُس نور کے ظہور سے گیا ہوا نور آنکھوںمین پھر آیا دونون نے دوگانہ صبح کا اور دو دو رکعتین نماز حاجت کی پڑہین رات کے کٹنے سے اور صبح کے ہونے سے دل بھی بڑھا امیدین بھی بڑہین ملکہ بعد بیدار ہونے کے جب بڑی حضور کو سلام کرنے گئی تو اس مقدمے مین صلاح کی وہ بولین اچھا تو ہے دستورالمعظم کو

بلا بھیجو بات یہ بری نہین شوق سے بات چیت کرو کہو سنو ملکہ نی نواب ناظر کی معرفت وزیر اعظم کو طلب کیا اور جب وہ آیا تو محل مین بلا لیا یہ تو اسکی گودون کی کھلائی ہوئی تھی یہ پردہ برائے نام تھا بیچ مین ایک اوٹ کھڑا ہو گیا اُدھر ملکہ کرسی زرنگار پر بیٹھی اِدھر وزیر اعظم بیٹھا ملکہ بولی عمو جان مین نے آپکو اسواسطے تکلیف دی ہی کہ بہن خورشید آرا بیگم اور مہتاب آرا بیگم کی لیے ایک بات تجویز کی ہی مین چاہتی ہون قمر طلعت اور سکندر حشمت کی ساتھ اِن دونون کی شادی ہو جای میری نزدیک تو سب طرح سی بہتر ہی بشرطیکہ آپ کی بھی راے مین آئے وزیر بولا قمر طلعت کو تو مین جانتا ہون سکندر حشمت کا پتا دیجیے ان صاحبزادے کی حسب نسب کی کیفیت بیان کیجیے وہ بولی سیار کا نام سکندر حشمت ہی یہ بھی ہمسایۂ قمر طلعت ہی میری سسرال مین بارہ سو کرسی نشین ہے اُسکا باپ بھی اُسی سلطنت کا ایک رکن رکین ہے اُسکا فریدون جاہ نام ہے اِسکا سکندر حشمت نام ہی خدا کی فضل سے سب طرح کی حشمت ہی سب طرح کا احتشام ہی

صاحب عالم کی محبت نی اسے بھی گھر سی نکالا بہ مصلحت اور ضرورت وضع بھی بدل ڈالی نام بھی بدل ڈالا چاہیے اُنسی بھی یہ کیفیت دریافت کیجیے ہر طرح سی اپنا اطمینان کر لیجیے مین نے آپ سی زیادہ اسکی چہان بین کی ہی شب کو اس مقدمی مین بہت گفتگو ہو چکی وزیر اعظم نے کہا مرشدزادی ان غلام زادیونکا حضور کو اختیار ہی خانہ زاد بہر صورت فرمانبردار ہے غلام بھی چاہتا ہے کہ بار سی سبکدوش ہو جای اور جسطرح سی ہو اس مصیبت سے نجات پائی زندگی کا کچھ اعتبار نہین مرنی جینی پر اختیار نہین یہ فرض ہی اسکے ادا کرنے مین تعجیل بجا ہی ذرا غفلت ہوئی پھر قضا ہی خانہ زاد لب گور ہی مگر تقدیر سے کیا زور ہی قمر طلعت کا تو معاملہ صاف ہی لیکن دوسری نسبت مین جلدی کرنا مصلحت کی خلاف ہی ملکہ نی کہا نہین دو ایک دنکی مہلت ہی تحقیق کر لینی مین کیا قباحت ہی غرض بعد گفت و شنود وزیر رخصت ہوا اور ملکہ نی خورشید گوہر پوش سے اگر اس ذکر کا اعادہ کیا شاہزادہ بولا معلوم ہوا جس نسبت مین ہمین اصرار ہی سمدھی صاحب کو

اُس سے انکار ہی خیر کہان جاتی ہین دیکھو آج ہی راہ پر آتے ہین یہ کہکر پوشاک مانگی سواری مانگی دربار مین گیا اور بادشاہ سے کہلوا کر وزیر کو راضی کر لیا کوئی حجت اُٹھا نرکھی دن اور تاریخ بھی ٹھہرا دی جھٹ پٹ بیاہ برات کا سامان کیا ہاتھو نپر سرسون جما کر دیکھنے والونکو حیران کیا ساتھ ہی دونون کو مانجے بٹھا دیا ساتھ ہی دونون کو بیاہ لایا رفیقون کی بھی خانہ آبادی ہوئی دوہری لطف ہوئے دوہری شادی ہوئی

عاشق معشوق یکجا ہوئی فرائض حلال ادا ہوئے

ہوئی جمع عشرت کے اسباب کل
وہ ایک ایک بلبل وہ ایک ایک گل

مزا چہچہون قہقہون کا ملا
اِدھر نوک ڈوبی اُدھر گل کھلا

بہار جوانی کا اظہار تھا
عجب باغ تھا طرفہ گلزار تھا

محبت کی باتین محبت کے ذکر
نہ صیاد کا ڈر نہ گلچین کی فکر

دل آویز تھی عشق کی تختگاہ
مصاحب اور آقا تھے نوشاہ و شاہ

شب و روز شادی تھی بی رنج و طیش
وہ خلوت وہ جلوت وہ صحبت وہ عیش

وہ تینون کی تیون غرض مست تھے	زبر ستیون پر سر دست تھی

دیدن خورشید گوہر پوش خواب ہولناک و یافتن ویران واقعہ صورت ہا در گریہ آلود و قبای پر تا بدامن چاک جستن یاقوت شاہ از معبران تعبیر این خواب و رسیدن شاہ صاحب در عین اضطراب و عزیمت فرمودن شاہزادہ جانب وطن باسینہ داغدار و خاطر پرمحن

سناتا ہون ایک عبرت افزا غزل	لگا کان ای ساقی خوش عمل
اندھیرے اُجالے مین رویا کیا	رخ و زلف پر جان کھویا کیا
مین جاگا کیا بخت سویا کیا	کہون کیا ہوئی عمر کیونکر بسر
وہ اشکون سے مُنہ اپنا دھویا کیا	پڑا غم کے کھانے کا جسکو مزا
خدا نے بتون کو نہ گویا کیا	برہمن کو باتون کی حسرت رہی
مجھے دل کنوئین مین ڈبویا کیا	زنخدان سے آتش محبت رہی
بس اب چند اشعار پڑھ لا جواب	تجھے بھی مناسب ہے اسکا جواب

وہ افسانۂ خواب نوشین سنا
اُسی سُنکے مین جان کھویا کرون
کہ یارون نے ہو دفترون سے چنا
ہمیشہ تصور مین رویا کرون
نظر آئی کیفیت انقلاب
سہون رنج دورِ فلک پے بپے
بنے چشم تر جام آنسو شراب
پیون خون کے گھونٹ بیکر وہ مے
کبھی مثل شیشے کے لون ہچکیان
یہ مستی کہ غفلت کا اسباب ہے
کبھی درفشان ہون کبھی خونفشان
عجب ہوشیاری عجب خواب ہے

مُعبّران خواب پرہول حسرت و پریشانی مخبران کیفیت دیای صادقہ حیرت و سرگردانی راویان روایات غم و الم حاکیان حکایات گریہ و ماتم اس ماجرای خفتہ بختی و ناکامی کو بادل پردرد و آہ سرد یون بیان کرتے ہین کہ چندے اُن عاشق تنون نے اپنے معشوقون کے ساتھ بسر کی آخر چرخ حسد پیشہ نے اس عیش و عشرت پر نظر کی بجای خود نیلا پیلا ہوا یہی رشک تفرقہ اندازی کا وسیلا ہوا ایک شب خورشید گوہر پوشش بعالم خواب اپنی دارالسلطنت مین گیا اور بربادی اور تباہی

اسکی دیکھکر بہت پریشان ہوا کیا دیکھتا ہے کہ تمام شہر عزاخانہ ہی
ہر بستی مین ویرانہ ہی دروازی بند ہین صدائین آہ و شیون کی
بلند ہین سب چھوٹی بڑے سیہ پوش ہین رونیکا شور ہے ماتم کے جوش ہین
گلیان سنسان ہین آیندوروند پریشان ہین بازارون مین ہرتال ہی
خریدار ہی نہ دلال ہی چاندنی چوک مین گتے لوٹ رہے ہین چوکیدارونکی
انگھون سی آنسوؤن کی دریا بہے ہین بزازہ صرافہ چاندی بازار جوہری بازار
سب بند ہی بادشاہ کے دردمند ہونی سے کل رعایا دردمند ہے
نانبائیون کے تنور اور حلوائیون کی بھٹیان سرد ہین لوگون کے
غم کھانی سے اسباب گرم بازاری گرد برد ہین دیوان خاص مین کوئی
درباری ہے نہ مجرائی ہے درو دیوار پر اداسی چھائی ہے ہر ستون
مداآہ ہی ہر روزن چشم دادخواہ ہی محرابین بار الم سے خمیدہ ہین
درپردون کے تار تار ہونے سے گریبان دریدہ ہین شیشہ آلات بی نور ہی
ہر شیشہ سنگ حوادث سی چور ہے سامان تکلف خاک تھر ہین

جھاڑ جنگل کی جھاڑیون سے بتر ہین جھابے جلگی ہین نہ ہانڈیان جگگی ہین
آئینون کی آنکھین چھت سے لگی ہین ھر کنول بجھا ہوا کنول ہی
روشنی دیکھنے والا آنکھون سے اوجھل ہے فرش چین بجبین ہے
قالین اُلٹے پڑے ہین پہرے والے بشکل تصویر سکوت مین کھڑے ہین
پائین باغ مین خزان کے سامان ہین بلبلون کی زبان پر مرثیہ ہے
مصیبت کی بیان ہین سنبل پریشان حال ہے سبزہ پایمال ہے
گل بیرنگ ہین غنچے دلتنگ ہین سوسن سوگوار ہے داؤدی عزادار
ہی یاسمین بھی پژمردگی مین مثل یاسمن ہے نہ بو باس ہے نہ رنگ
وروغن ہے لالے کے جگر مین داغ ہے دل مین درد ہی گیندے کا
لہو خشک ہی رنگ زرد ہی نرگس کو حیرت ہی سرو و شمشاد کو سکتا ہے
ہر مرغ چمن مرغ نیم بسمل سا پھڑکتا ہی نہال سوکھکر کانٹا
ہوے ہین پھولتے ہین نہ پھلتے ہین ٹہنیان سر دھنتی ہین پتے
کف افسوس ملتی ہین نہرین چشم پُرآب ہین موجین دلیل اضطراب ہین

محلات شاہی مین صاحبات محل کی جانون پر بنی ہی نوحہ خوانی ہی سینہ زنی ہی ایک کہہ رہی ہی ہای میری گود کا پالا ایک کہہ رہی ہی ہای میرا گیسوؤن والا ایک کا بیان ہی ہی ہی میرا خوزادہ ایک کی زبان پر ہی ہی میرا شہزادہ مان دیوارون سی سر ٹکراتی ہے کبھی روتے روتے بیہوش ہو جاتی ہی کبھی ہوش مین آتی ہی ہر مرتبہ یہ بین این ہی ہی میرا اکڑیل جوان سہے ہے میرا پرارمان اری میری یوسف کو کس کوئین مین گرا دیا اری میرے آفتاب کو کس بادل مین چھپا دیا ہای میرا نازون کا پالا کہان گیا ہای میرے گھر کا اوجالا کہان گیا ہاے میری آنکھون کا تارا ہای میری ضعیفی کا سہارا ہای کس جنگل کو چھانون کس دشت کی خاک اوڑاؤن ہای اپنے لاڈلے کو اپنے پیارے کو کیونکر پاؤن صاحبو ذرا رمنے تک جاؤ میرے بچے کی خبر لاؤ اری کوئی دیکھو صاحبزادے شکار کھیل کر آئے شکارگاہ سے دیوانخانے مین تشریف لائے ہی ہی مین اسی دنکو ڈرتی تھی ہی ہی مین اسیواسطے منع کرتی تھی کیا جانی میرا لال کدھر نکل گیا کیا جانی میری مود ھو کو

کون چھلاوہ چھل گیا ہی ہی بیٹا بندی کی جان پر کیسی تنگیٔ ہی ہی گھر سے
جنگل کی راہ لی یہ کیا دلپر ٹھن گئی ہای بیٹا کبھی پالنے والی کی یاد نہ آئی
ہای بیٹا کبھی خواب مین بھی صورت نہ دکھائی شاہزادی نے بھی یہ بین سُنکے
مُنہ آنسوون سے دھویا یعنی عالم رویا مین بہت رویا ملکہ پہلو مین سج ہی
تھی اُسنے جو ہچکیون کی آواز سنی تو گھبرا گئی شانہ ہلا کر بیدار کیا اور اس
کیفیت کا استفسار کیا خورشید گوہر پوش نے کہا کیا کہون
مین اک خواب پریشان دیکھکر پریشان ہون میرے مان باپکا
میری جدائی مین بُرا حال ہے ملکہ بولی صاحب یہ خواب و خیال ہی
وہ بولا بھلا کہین ایسے خواب جھوٹھ ہوتے ہین حقیقت مین میرے
چاہنے والے میری فرقت مین جان کھوتے ہین وای مجھ کمبخت پر
کبھی بھولے سے انھین یاد نہ کیا تمھارے عشق مین ایسا مبہوت ہوا
کسی کا نام نہ لیا اس وقت دل کے ٹکڑے ہو رہے ہین ابھی مین دیکھ رہا
تھا کہ اپنے بیگانے سب رو رہے ہین یہ کہکر آنکھون مین آنسو بھر لایا

آپ بھی رویا اور ملکہ کو بھی رولایا باری داریون نے زہرہ جبین کو جاکر
یہ وردی سنائی وہ بھی گھبرائی ہوئی آئی واماد کو چھاتی سے لگاکر بولی
کیون واری کیا ہے صدقے گئی یہ رونا کیسا ہر ہے ہے میرے بچے کو
کسنے رولایا واری گئی کیا یاد آیا ملکہ نے کہا ابھی اپنے مان باپکو خواب مین
دیکھا ہر بس اسی کا رونا ہر اور کیا ہے زہرہ جبین بولی ہے ہے سچ ہے
عزیزون کی جدائی قیامت ہے علی الخصوص جو کبھی نہ چھوٹا ہو اُسکا
چھوٹنا اور آفت ہر اول تو یہ صاحبزادی کبھی گھر سے نہین نکلے اور نکلے
تو اسطرح نکلے کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہین عجب طرح کا تفرقہ پڑا ہے
یہ کہین ہین عزیز و اقربا کہین سلامتی ہو انکی جان کی مان باپ کو
کیا معلوم کہ انکا کیا حال ہے حق تو یہ ہے کہ اسحالت مین صبر کا آنا محال
ہر بیٹی ہو یا بیٹا انسان اپنے کلیجے پر ہاتھ رکھکر دیکھے سچ مچ وہ بیچاری
پال پوس کر مایوس ہو گئے میان تمنے بھی تو کان مین تیل ڈال لیا اپنی
خیر و عافیت سی بھی اُن غریبون کو آگاہ نکیا خیر اب خط لکھو بھلا

اُن صاحبون کو تمھارا حال تو معلوم ہو خورشید گوہر پوش بولا جی نہین
مین آپ جاؤن کا پھر راہ کی صعوبتین اُٹھاؤن گا زہرہ جبین بولی واری
مین روکتی نہین تم بھی جاؤ اپنی بی بی کو بھی لیجاؤ اچھا تو ہے مان باپکو
بھی صورت دکھاآؤ صبح کو اپنے خسر سے بھی رخصت ہو لو اب اتنی
رات چین سے سوؤ بیٹھو ہنسو بولو غرض ساس داماد کو سمجھا کر اپنے
مقام پر پلٹ گئی یہان اُتنی رات آنکھون مین کٹ گئی صبح کو یہ
حال سنکر قمر طلعت اور سیار بھی آئے وزیر بھی آیا پادشاہ نے
شاہزادے کو بھی بلوایا معبترون کو بھی بلوایا کہا اس خواب کی تعبیر کیا ہی
عرض کی سب نے یہ خواب بہت اچھا ہی پیر و مرشد خواب وہ آئینہ ہی جسمین
شکل برعکس نظر آتی ہے حضور یہ وہ صنعت مقلوب کل ہی کہ سیدھی
بات اُلٹی ہو جاتی ہی اسکی تعبیر یہ ہی کہ عزیز و قریب صاحب عالم کے
یہان آئینگے رونے کے عوض ہنسین گے تکلیف کے بدلے راحت
اُٹھائینگے خورشید گوہر پوش نے کہا بمقتضائے مصلحت نہ کہو

یہ کلیہ نہین کہ ہر خواب کی تعبیر اُلٹی ہو جسکی تعبیر راست براست ہوتی ہی
اُسے رویاے صادقہ کہتے ہین ناتجربہ کار اور ناواقف آیات واخبار سے
غفلت مین رہتے ہین سورۂ یوسف مین بھی بیان خواب ہے اُسمین
کونسا انقلاب ہی جو کچھ کہ دیکھا ہو ہو وہی ہوا یہ بھی اُسی طرح کا خواب ہی
اسواسطے طبیعت کو اضطراب ہی اگر اب مین جانے مین دیر لگاؤنگا تو
اُن لوگون کو زندہ نپاؤنگا یا قوت شاہ نے کہا اچھا یہی سہی جو بات
تمنے کہی مگر یہ تو کہو جانے کی کون راہ ہے العظمۃ للہ بعد المشرقین
ہی مسافت جانکاہ ہی فرسخونکا حساب نہ منزلون کا شمار وہ دریا ہولناک
وہ پہاڑ دشوار گذار دنیا کا ایک یہ کنارہ ہی ایک وہ کنارہ مقام مجبوری مین
کیا اختیار دردلا علاج کا کیا چارہ اور تمھارا آجانا قضیۂ اتفاقیہ تھا
اگر کوئی اسکی نظیر دے تو اسکا اعتبار کیا شاذ کا معتبر ہونا معلوم
سنا نہین النادر کالمعدوم خورشید گوہر پوش نے کہا خداوند عالم
قادر و توانا ہی اپنا جس طرحکا آنا ہے اُسی طرح کا جانا ہے سامع الدعا

دعای عالم اضطرار سن لی گا جس خدا نی یہان پہونچا دیا ہی وہی پھر وہان
پہونچاویگا یا قوت شاہ نی کہا بابا تمھین اختیار ہے ہمین تمھاری
تکلیف ناگوار ہے غرض یہان سے بھی رخصت اجمالی مل گئی گھبرا کر
شاہزادے نی بجای خود فکر کی زانوی تفکر پر سر جھکا یا وقت مشکل پھر
شاہ صاحب کا دھیان آیا نام لینے کی دیر تھی کہ وہ مرشد کامل موجود تھی
بعد ذوق شوق ہر طرح کی ذکر و اذکار ہوے جب عزیمت وطن کا ذکر
آیا تو شاہ صاحب نی سر ہلایا کہا حسن و عشق سے فرصت پائی گھر کی
یاد آئی بھلا صاحب تنہا جائیے گا یا حشم خدم دکھائیے گا برسون مین
پہونچنا منظور ہی تو بکھیڑا ساتھ لیجیے اور تعجیل ہے تو بطور خود ارادہ کیجیے
خورشید گوہر پوش نے کہا جلد پہونچنے کی سبیل بتائیے ہان یہ صورت
ارشاد فرمائیے شاہ صاحب بولی آپ کے چاہنے والے آپ کو
چھوڑ دین گی وابستہ دامن رفاقت سے مُنہ موڑین گے قمر طلعت
اور ستیار نی کہا حاشا حضور تنہا جانے کا نام لین پھر دیکھین تماشا

سبحان اللہ کیا انصاف ہے جو لوگ اپنے ساتھ مصیبت اُٹھائین
جب زمانہ راحت کا آئی تو وہ چھوٹ جائین علی الخصوص ہمین تو نہ دعوی
رفاقت ہی نہ وطن کی محبت تھے خیر مجذوب ہی یا سالک ہے سبکا خدا مالک ہی
یہ تشریف لیجائین ہم لوگ جائین یا نجائین مگر ملکہ صاحب سے تو رخصت
ہو آئین ہنوز سخن در دہان تھا کہ نواب ناظر نے اگر مجرا کیا شاہ صاحب
کی طرف دیکھکر بولا کہ چھوٹی حضور نے آپ کو تسلیم کہی ہے اور بڑی حضور
نے سلام کہا ہی اور خورشید گوہر پوش سے بولا ذرا محل مین تشریف
لیچلیے وہان عجب طرحکا ہلڑ ہو رہا ہے پیر مرد نے کہا لیجیے پہلے محل مین
ہو آیئے پھر کہین آیئے جایئے شاہزادہ محل مین گیا ملکہ مہ جبین نے کہا
مین نے سنا ہے کہ آپ کا عزم بالجزم ہو گیا مگر سلامتی سے تن تنہا
خیر مجپر توجہ فرمایئے گا یا نفر ملیئے گا یہ تو کہیے اپنی پری صاحب کو کسکی
پاس چھوڑ جایئگا یہان تو سوت سوتیلون کا کارخانہ ہے دشمنون کا
زمانہ ہے معشوقۂ خاص کو کمر سے باندھ لیجیے پھر کہین آنے جانے کا

ارادہ کیجیے خورشید گوہرپوش نی کہا جی ایک کو ہنساؤن ایک کو
رولاؤن اُسی ساتھ لیجاؤن تمہین چھوڑ جاؤن یہ کیون نہین کہتین کہ مجھی اپنی
مان باپ کی جدائی گوارا نہین وہی پیاری ہین اور کوئی پیارا نہین ملکہ بولی
جی آپ نے اصرار کیا مین نی انکار کیا ذرا ادھر دیکھیے ادھر یہ خفت
میری سر آنکھون پر وہ بولا مجھے تمھاری مان باپ کے ملال کا خیال تھا
اسوجہ سی تمھاری آنی جانے کے باب مین کچھ نہین کہا اچھا اب کیا
گفتگو ہی یہ تو میری عین آرزو ہی ملکہ زہرہ جبین سے پوچھا کیون حضور آپ
انکی رخصت پر راضی ہین حضرت کی رضامندی ہی مجھی تو آپ صاحبونکی
حکم کی پابندی ہی وہ بولی میان فقیر بادشاہ کسی نے بھی بیٹی کو بٹھایا ہے
مین نی انکا گھر بسایا ہی یا اپنا گھر بسایا ہے جب بیٹی کو بیاہ دیا پھر اُسکا
شوہر مختار ہی انکا تمپر دعوی ہی تمکو اپنر اختیار ہے ہم لوگون سی کیا پوچھتے ہو
جو کچھ کہنا ہو انھین سے کہو جہان چاہو بٹھاؤ جہان چاہو لیجاؤ غرض یہان
ملکہ اور شاہزادے مین تقریر ہوئی وہان وزیرزادی قمر طلعت کی

گریبانگیر ہوئی آخر کار جب گفتگوؤن کا طول ہوا تو شاہ صاحب نے
خورشید گوہرپوش سے کہا میان دنیاداری مین تجربہ کیا پابندی مین
آزادی کجا اچھا ان صاحبونکو بھی ساتھ لے لو اب جیسی پڑے ویسی جھیلو
تنہائی مین یہ مصلحت تھی یہ حکمت تھی کہ بعمل طی الارض پہونچ جاتے
مرحلۂ دشوار گذار پیش نہ آتا اب عورتون کی ہمراہی ہے اس عمل کی
مناہی ہے مرشد نے کہدیا ہے کہ حد فقر سے نگذرنا عورتون پر اس عمل کا تصرف نکرنا
خیر اب ایک اور سبیل ہے یہ بھی گویا طی الارض کی دلیل ہے ان مائیون سے
کہدو کہ مردانی سواری سنگوائین اور مردانے لباس مین آئین پس جو
شاہ صاحب نے فرمایا اُسی صلاح نے قرار پایا

برآمدن شاہزادہ بتہیۂ سفر از شہر یاقوت نگار و روانہ شدن بہمراہی
شاہ صاحب مع ملکہ مہ جبین و یاسمن و خورشید آرا و مہتاب آدا و قمر طلعت
و سیار و رسیدن بعد طی کوہ و بیابان برلب دریای عمان بعد ہدایت روانہ
شدن فقیر روشندل الہام بیان و برجہاز سوار شدن این مسافران

وحشتِ غربت و طوفانی شدن جہاز حسب مشیت ناخدای حقیقت

عزیمت ہی رندون کی ساقی بہوش ۔ پلا جام رخصت دم نای و نوش
نہ دست کرم اور دم بھر رُکے ۔ کہ یاران صحبت کمر کس چکے
روارو کا عالم ہے رحلت کا عزم ۔ کہان پھر یہ مجلس کہان پھر یہ بزم
پریشان ہین دل منتشر ہمنشین ۔ زمانی کی گردش سی راحت نہین
خرابی ہی دنیا مین انجامِ کار ۔ پی نشہ لازم ہے رنج خمار
طلاطم مین کشتی مَی تھامنا ۔ غضب ہی تباہی کا ہی سامنا
دمِ کوچ بھی کہدے ای باکرم ۔ کہ مل لین صراحی و ساغر بہم
لبالب ہو پیمانۂ آرزو ۔ خم بادہ ہو دست بوسِ سبو
نہ ہی دور مستی نہ وقتِ سماع ۔ پڑھی آکے پیر مغان الوداع

قاطعانِ راہِ فرحت و سرور رہروان طریق بہجت و سرور جادہ پیمایانِ منازل کامرانی قدم کشایانِ مراحل شادمانی یعنی جویندگان طریق خوش بیانی و پویندگان جادۂ تیز زبانی اس سرگذشت کو بزم سامعین مین

یون جلوہ گر کرتی ہین کہ جب تجویز شاہ صاحب بالاتفاق روانگی ٹھہر گئی
دن اہتمام سفر مین گذر گیا رات ایک ایک سے رخصت ہونے مین
گذر گئی قریب صبح منہ اندھیرے ساتون مسافر برآمد ہو کر سوار ہوئے
گویا سبعہ سیارہ نمودار ہوئے شاہ صاحب کو بھی ایک راہوار سبک رفتار پر
سوار کیا اور جو اُس مرشد کامل نے کہا وہ مسلک اختیار کیا چلنے والے
چلے دیکھنے والون نے ہاتھ ملے صدمۂ مفارقت سے عزیز و قریب سب
اشک فشان ہوئی مسافر روان ہوئی یا آنسو روان ہوئے ناکے سے
نکل کر آفتاب کو منہ پر لیا اور راہی ہوئے آبادی سے بچ کر جنگل مین
پہونچے وہ صحرا تھا یا عدم کا صحرا ای وحشت انگیز تھا وہ میدان
تھا یا عرصۂ رستخیز تھا چار دن مین مرحلے اُس جنگل کے طے کیے
پانچوین دن دو پہاڑ دکھائی دیے وہ پہاڑ تھے یا شبیہ برج دو پیکر
جڑ اُنکی زمین مین اور چوٹی اُنکی آسمان پر راہ اُنھین کے درمیان کی
حد فاصل تھی آیند و روند کو نہایت دقت اور مشکل تھی عرض مین دو آدمی نکلا

برابر جانا غیر ممکن تھا اندھیری کی یہ کیفیت تھی کہ وہان رات تھی اور جگہہ
دن تھا اُس کوہ دو پیکر کے اتصال سے متردد راہ غربت حیران
ہوئی اور وہ تنگناے دیکھکر بہت پریشان ہوئے شاہ صاحب بولے
اس پہاڑ کو جوزا کوہ کہتے ہین نبی جان پردۂ قاف کے اکثر اسکے
دامن مین رہتے ہین اسکے اُس طرف دریای عمان کی لنگرگاہ ہے
وہان سے ملک گوہر نگار کی سیدھی راہ ہے انشاء اللہ جہاز پر سوار ہوئے
اور سیدھے وطن پہونچے اب کچھ فکر کی جگہ ہے نہ تردد کا مقام ہے بشرط
بادمراد ایک چلے مین یہ چلہ تمام ہے مگر عجب قدرت خداوند تعالی ہے
دنکو اِس راہ مین اندھیرا ہے رات کو اُجالا یہ جو جڑی بوٹیان نظر آتی ہین
شبکو یہی شمع و چراغ بنجاتی ہین حاصل اِس بیان سے یہ ہے
کہ اتنا دن اُس درے مین دم لو بعد مغرب مین روشنی مین نکل چلو
یہان تو اتباع حکم تھا پس جو شاہ صاحب نے فرمایا اُسپر عمل کیا ابیات
کیا ناگہان چرخ نے انقلاب ڈھلا دن چھپی طلعت آفتاب

ہوئی محفل افروز گردون شفق	کہے تو کھلے گل طبق در طبق
پہاڑون نے پائی تجلی طور	وہ پھولون کی ضو بوٹیون کا وہ نور
زمین پر نظر آئی تارون کی صف	چراغان ہوا ہر جگہہ ہر طرف

وہ تنگنای ظلمت اُس روشنی سے ایسی روشن ہوئی کہ چونٹی تک
زمین کی نظر آنے لگی ان مسافرون نے مغرب عشا کی نماز پڑھی اور کچھ
دعوت عشا کی گھوڑی وہین چھوڑے پیروی پامردی کی یعنے پیدل
ہوکر رہ نوردی کی راتون رات وہ مرحلہ سر ہوا صبح ہوتے لنگرگاہ
مین گذر ہوا دریا کے شور نے کان کھولے آدمیون کی آہٹ
پاکر ترائی کے جانور بولے پانی کی طغیانی نے نوح کا طوفان یاد
دلوایا موجون کو گرداب سے اور گرداب کو موجون سے دست و گریبان
پایا جہازون کا جھومنا دیکھکر دل لہرائے مستولون پر بوٹے نشانون کی
اُڑتی نظر آئی اتفاق سے ایک جہاز کا سمت مشرق لنگر اُٹھا چاہتا تھا
شاہ صاحب نے ان سبکا بھی نول دیدیا پس ان لوگونکو مرکب آبی پر

سوار کیا اور آپ رخصت ہو کر تجرد اختیار کیا ادھر لنگر اٹھا بادبان کھلا وہ راہوار دریائی ایک مرتبہ گرم رفتاری پر تلا جزر و مد نے آکر استقبال کیا جس وقت وہ مرکب بڑھا خورشید گوہر پوش نے آسمان کی طرف دیکھکر یہ شعر پڑھا

درین دریای بی پایان درین طوفان شور افزا	دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

دو دن تک تو باد مراد رہی تیسرے دن ہوا خلاف ہو گئی مرکب طوفانی ہوا سامان تباہی و پریشانی ہوا معلم بھی گھبرایا ناخدا بھی گھبرایا نہ اسے کچھ بن آیا نہ اسے کچھ بن آیا جاشوون نے شور کیا لنگر ڈالدیے شری کو گرا دیا جہاز کروٹین لینے لگا موجہ مستول کو شکست دینے لگا مسافرون کو طرح طرح کے صدمے اندیشے گذرنے لگے بلک بلک کر دعائین کرنے لگی خورشید گوہر پوش نے قمر طلعت سے کہا عافیت مین فتور ہے دیکھا چاہیے اب تقدیر کو کیا منظور ہے آسمان فی عین مجھدھار مین دغا دی اب نہ ویرانہ ہے نہ آبادی غرض وہ طوفان کھاکر

کشتی نشینون کا دل اُلٹ گیا جہاز کا بھی اس صدمی سی سینہ پھٹ گیا
تختہ تختہ جدا ہو گیا گویا شیرازہ اجزای بدن کا وا ہو گیا شناورون کے
ہاتھ پانٔون پھول گئے اس تلاطم مین پڑکر ساری شناوری بھول گئی
ہر ایک اپنی تباہی پر آنسو بہانے لگا ہر شخص غوطے کھانے لگا کوئی
ڈوب کر ابھرا کوئی تہ نشین ہوا کسی کو نہنگ وسوسمار نے زیر حلق کیا
کسی کو بھنور نی چکر دے کر بٹھا دیا بعضے مستول سے لپٹے اور غلطان
پیچان ہو کر رہ گئے بعضے اُن ٹوٹے ہوے تختون پر کہین سے کہین بہ گئے
شاہزادی کی ہمراہیون کا یہ حال ہوا کہ مرد ایک تختے پر رہے اور عورتین
ایک تختی پر رہین موجونکی تھپیڑون سے یہ کسی طرف بہ گئے وہ کسی طرف بہ گئین

درپے جور وستم چرخ جفا کار ہوا	تفرقہ عاشق ومعشوق مین یکبار ہوا
پھر بنی جان پہ پھر ساعت فرقت آئی	پھر مقدر نے جدائی کی گھڑی دکھلائی
اہل دل مورد آفت ہین فلک ہو کہ زمین	سچ ہی تقدیر سی عاشق کو کہین چین نہین

خورشید گوہر پوش ملکہ کا نام لے لیکر روتا تھا قمر طلعت اور سیار

وزیرزادیون کے لیے اشکبار ہوتا تھا اُدھر وہ چارون عورتین گرفتار
بلا تھین نئی مصیبت مین مبتلا تھین کبھی گریہ وزاری تھی کبھی سکوت تھا
وہ تختہ اُن مردہ دلون کے حق مین گویا تختۂ تابوت تھا انھین اپنے ڈوبنے کا
نہ انھین اپنے ڈوبنے کا ملال تھا عاشقونکو معشوقونکا اور معشوقونکو عاشقونکا خیال تھا

رسیدن شہریار مع قمرطلعت و سیار بر یک تختہ طوفان زدہ کنار صحرا
بیابان سبزہ زار و خوردن سہ ثمر از درخت و از جامۂ انسانی بقالب
طوطی درآمدن و تیر خوردہ بدست سوداگری گرفتار شدن و گویا شدن
بحکم پروردگار و رفتن بجزیرۂ اسکندریہ ہمراہ تاجر باین حال زار

تلاطم ہے ای ساقی مہ لقا
نہ ہی نوشدارو نہ آبِ بقا

قدح خوار گرداب آفت مین ہین
خبر لے کہ میکش مصیبت مین ہین

فلک نے پھنسایا ہے مجھدھار مین
ڈبویا ہے دریاے ذخار مین

اُٹھاتی یہ افتاد وقت خمار
کہ مستی مین سوچے نہ انجام کار

بڑا قہر ہے آشنا ڈوب جائین
وہ تدبیر کر رند غوطے نہ کھائین

یہ ہین بیچ مین اور گرداب ہے | ہجومِ بلا دور گرداب ہے
کہان جوشِ مہ اور کہان جوشِ آب | پریشان موجین ہین بیدل حباب
نہین جز تری اب کوئی ناخدا | دمِ دستگیری ہے ای باخدا
یہ طوفان یہ جزر و مد تابکے | لگا دے کنارے پہ کشتیِ مجر

کشتی نشستگان محیط طلاقت و روانی مرکب سواران دریای تیز زبانی معلمان معبر فصاحت ناخدایان فلک بلاغت بسم اللہ مجریہا خوانان سفینۂ فسانۂ کہن کشتی کا غذرانندگان بحر سخن جہاز اس احوال شوریدہ مآل کا قلزم بیان مین اس آب و تاب سے روان کرتے ہین کہ جبسے وہ دونون رفیق تھے اور شاہزادہ تھا ساتوین دن وہ تختہ ایک پہاڑ کی تلے جا لگا بیچ کوہ مین جو درخت تھے اُنکی ٹہنیان پانی مین لٹکتی تھین گویا ان تباہی زدون کے آنکی راہ تکتی تھین یہ آفت کی ماری اُن ٹہنیون کی سہارے پہاڑ پر گئے مگر سات دن سے بیخور و خواب تھے خشکی مین پہنچتے ہی غش کر گئے کسل طبیعت نے ایسا سولایا کہ آٹھ پہر کی بعد ہوش آیا

خورشید گوہر پوش نے آنکھین ملکر سر اُٹھایا اور یہ مطلع پڑھکر آنسو بھر لایا

رسیدہ ایم بجائی کہ کس بما نرسد	باوج بیکسی ما پر ہما نرسد

قمر طلعت نے بھی شکوۂ انقلاب کیا اور آسمان سے اس طرح خطاب کیا

تو ظلم کردی و خواہم ترا سزا نرسد	خدا کند کہ بفریاد من خدا نرسد

سیار نے کہا اس سے کیا فائدہ جو تقدیر مین لکھا تھا وہ ہوا شکر کرو آفت سے نہ ڈرو ع

بر سر فرزند آدم ہرچہ آید بگذرد	ہو اگر آسمان کو دشمنی ہے دنیا گذشتنی ہے

اور مصیبت دنیا بھی گذشتنی خورشید گوہر پوش نے کہا بھائی مین اپنی مصیبت پر نہین روتا ہون ہائے ملکہ مہ جبین کی مفارقت مین جان کھوتا ہون خدا جانے اُسپر کیا گذری بچی یا ڈوب گئی یہ کہتے ہی دل پر قابو نرہا بی اختیار کلیجا ہاتھون سے تھام کر یہ کہا

چھوٹ جائین غم کی ہاتھونسے جو نکلے دم کہین	خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

سیار بولا اللہ قادر ہے اُسکی رحمت کا حال ظاہر ہے مسبب الاسباب نے اُس بیڑے کو بھی سنبھالا ہوگا جس طرح تمکو اس طوفان سے نکالا

اسی طرح اُسکو بھی نکالا ہوگا وہ جامع المتفرقین ہے اُسکی عنایت سے
پھر ملنے کا بھی یقین ہے الحاصل سیارنی اُن دونون کو سمجھایا اور
باتون مین لگا کر آگے بڑھایا چند قدم آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہین کہ
ایک تختۂ زمردین ہی گویا نمونۂ بہشت برین ہی وہ ہری ہری دوب ہی
یا سبزۂ روی محبوب ہے ہر شجر اہل جنت کی طرح حلہ پوش ہی ملاحت کا
شور ہی لطافت کا جوش ہی ہر جڑی بوٹی زمرد کا آویزہ ہی خوردۂ مینا ہی
جو سنگریزہ ہی زمین آسمان کی ہمسر ہی بلکہ سرسبزی مین اُس سے
بہتر ہی اُس سرزمین کی طرفہ تاثیر ہی جو طائر ہے طوطی نظیر ہی صانع قدرت
کی عجب صناعی ہے ہر مرغ خوش الحان کی زبان پر یہ رباعی ہی

غنچون مین نمو گلو نمین رعنائی ہی	سبزہ کیفی ہی سرو مینائی ہے
اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھو	ہر آنکھ وہی جسے کہ بینائی ہے

سامنے ایک چشمہ چشمۂ خضر کا جواب ہی جس سے آب حیوان کو حجاب ہے
اُس مین کسی چیز کی آمیزش نہ کائی ہی مگر قدرت خدا سے پانی کا ہی ہی

اُسکے کناری پر ایک انار کا درخت ہی وہ بھی سراسر سبز بخت ہی
پھل کا کیا ذکر سرسبزی کا یہ حال ہی کہ پھول اور پتی مین تمیز محال ہے
ٹہنیان اُسکی مثل پیوندی درخت کی زمین پر لوٹ رہی ہین انصاف
کہ رہا ہی کہ طوبی کی ڈالیان یہی ہین قرینے سے پایا جاتا ہے کہ یہ انار ہی
ورنہ شناخت دشوار ہی سیارنی اُسکی قریب جاکر تین انار توڑے
اور علی السویہ تقسیم کیے کہا بقدر سدرمق کچھ کھانا ضرور ہے آدمی قوت
لایموت سی مجبور ہی اللہ کی قدرت دیکھیے اُن انارون کے دانے
بھی سبز تھی وہ دانے کھائی اُس چشمے کا پانی پیا اور انقلاب
روزگار نی قلب ماہیت کا پیغام دیا لباس جسم سے مثل برگ خزاندیدہ
کے گر گیا سبز بختی کی تاثیر سے مُنہ پر پانی پھر گیا کلیان پھوٹین پر پرزے
تیار ہوئی طرفۃ العین مین آدمی طوطے بن گئے مگر واہ ری قسمت
طوطے کی صورت ہوتے ہی زبان لال ہوگئی طلاقت امر موہوم اور
گویائی خواب وخیال ہوگئی گھبرا کر ایک ایک کا مُنہ دیکھنے لگا

لیکن خواہش تقدیر سے چارہ کیا تھا کچھ دیر وہین بیٹھے رویا کیے آخر اُڑ کر
ایک درخت پر جا بیٹھے ہای ہای عجب صدمہ تھا عجب اضطراب تھا
یہ واقعہ ہویا گویا گونگے کا خواب تھا زبان کی بند ہونی سے دم گھٹا جاتا تھا
ہر مرتبہ کلیجہ مُنہ کو آتا تھا رہ رہ کر آنسو بہاتے تھے پھڑک پھڑک کر
ٹہنیون سے سر ٹکراتے تھے جب دانی پانی کا خیال آتا تھا تو پہلا
دھو کا کھانا یاد آجاتا تھا آہ آہ اُس صورت مین کھانا پینا کیسا عالم احتضار
اور حالت سکرات مین جینا کیسا مگر عقل و فہم مین تو کچھ قصور نتھا دل و دماغ
مین کسی طرح کا فتور نتھا باوجود این کیفیت یاد معشوق ہر گھڑی تھی عشق
کی پھانسی گلے مین پڑی تھی اُس چشمے سے کنارہ کش ہوئے ترک
آب و دانہ کیا وہ درخت جو بیچ کوہ مین تھے اُنپر جا کر آشیانہ کیا یعنے
جہازون کے عبور و مُرور کی وہی راہ تھی بس یہین خیال آٹھ پہر پانی پر
نگاہ تھی کہ شاید وہ نازنین اُس تختۂ شکستہ پر ڈوبتی اُچھلتی ادھر آنکلین
تو وقت آخر پھر ایک نظر وہ صورتین دیکھ لین واحسرتا وہ آرزو بھی پوری

نہوئی چرخ ستم پیشہ نے اس ظلم پر بھی کفایت نکی زمانہ اپنی نیرنگی سے نہ باز آیا وہ تختہ تو ادھر نہ آیا مگر ایک سوداگر کا دودی جہاز آیا مالک جہاز عرشے پہ سیر آب کرتا اور شکار کھیلتا چلا آتا تھا مچھلیون کو شست سے کھینچتا تھا اور طائرونکو تیر سے گراتا تھا شاہزادہ تو خدنگ حوادث کا نشانہ تھا اُس جہاز کا برابر آنا تھا کہ تیر کا آنا تھا ایک تو دلپر صدمہ تھا تیر کا دوسرا صدمہ سہا بیچارہ بازو کا زخم کھاکر جہاز مین جا رہا صیاد نے شکار پایا معاً چھری لیکر برابر آیا خورشید گوہر پوش نے دل مین کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ذبح ہونا ہے یا راہ دوست مین شہادت کا شگون ہے

زخمی جگر پہ تیر لگا ایک نشد دو شد		مرتی ہوئی کو ذبح کیا ایک نشد دو شد

غرض اُدھر صیاد نے قصد تکبیر کیا اِدھر شاہزادے کے رفیقون سنے شاہزادے کو آکر گھیر لیا کبھی سوداگر کے ہاتھ پر پنجے مارتے تھے کبھی بزبان بیزبانی اس طرح پکارتے تھے کہ اے شخص للہ اس غریب کو چھوڑ دے خدا کے واسطے خون ناحق گردن پر نہ لے ارے طائر نہین ہے ارے یہ آدمی ہے

اری یہ آفت کا مارا ہی اری یہ آقا ہمارا ہی ہای یہ آپ مرتا ہی ہای ظالم کیا کرتا ہی
یہ سب سوداگر نے اُس بیتابی و بیقراری پر کچھ التفات نکیا تو ان جانبازون نے
شاہزادی کی گلی پر گلا رکھدیا یعنی پہلے ہم دونون کو ذبح کر پھر اُسکے
خون مین ہاتھ بھر یہ ماجرا دیکھکر تاجر کو نہایت تعجب ہوا اب سنیے اِ فصل
اُس زبان بندی کا علاج تھا وہ تیر بازو پر کیا لگا فصد سر رو کھل گئی بمجرد
اُس فصد کھلنے کی گویا زبان گفتگو کھل گئی اُس اسیر پنجہ تقدیر نے آہستہ
کہا ای شخص ہاتھ روک ورنہ پچتائے گا بھلا ایک مشت پر کے ذبح
کرنی سے کیا ہاتھ آئے گا سوداگر بھیانک ہوکر ادھر اُدھر دیکھنے لگا کہ
یہ کسکی آواز ہی شاہزادہ پھر دوبارا گویا ہوا کہ بھائی متوحش نہو خداوند عالم
بڑا کارساز ہی تجھے شکار کا جویا کیا مجھے اس بہانے گویا کیا اللہ اللہ چشم زدنین
مجھ بیزبان کی گویائی کا سامان ہوگیا پیکان تیر گویا میری حق مین زبان ہوگیا

اللہ رہی بندہ نوازی اُسکی	ہی لائق حمد بے نیازی اُسکی
خالی نہین حکمت سی کوئی فعل حکیم	مشہور جہان ہی کارسازی اُسکی

سوداگر نے یہ طلاقت و فصاحت سنکر اُس صید پر شکستہ کو ہاتھ پر بٹھا لیا اور بکمال شفقت و مرحمت استفسار حال کیا کہ اے بیزبان لبس زیادہ حیران مکر بتدا اپنی سرگذشت بیان کر خورشید گوہر پوش نے جستہ جستہ اپنا افسانہ سنایا آپ بھی رویا اور تاجر کو بھی رلایا سوداگر نے کہا پھر بھائی اب تو اپنے جامے مین کیونکر آئے شاہزادے نے اک آہ سرد کھینچکر کہا خدا لائے اے برادر صورت اصلی کیسی مجھے تو زبان کھلنے کی بھی امید نہ تھی خیر خدا مسبب الاسباب ہے وہ صورت بھی دکھائیگا انشاء اللہ ایک دن یہ پیرایہ بھی بدل جائیگا اُسکی رحمت سے ہر شخص نے مژدہ پایا ہے لاتقنطوا من رحمتہ اللہ قرآن مین آیا ہے اگر تیرے ذہن مین کوئی اِسکا تدارک ہو تو بہتر ورنہ نظر بر رحمت ایزدی تامل کر لیکن میرے ان دونون رفیقون کی بھی فصدین کھل جائین کہ یہ بیچارے بھی صدمۂ زبان بندی سے نجات پائین سوداگر نے اپنا بکس طلب کیا اُسمین سے ایک ڈبیا مرہم سلیمانی کی اور ایک نشتر نکال لیا اُن دونون کے بازو کی بھی فصد کھولدی اور

ہر ایک کے زخم پر مرہم سلیمانی لگا دیا وہ نشتر تھا یا کلید گنجینۂ اسرار کہ بات کی بات مین قفل کام وزبان کھل گیا یا انگشت شہادت تھا جسکے ناخن تدبیر سے عُقدۂ عقد اللسان کھل گیا وہ بیزبان بشاش و فرخناک ہو کر برنگ بلبل ہزار داستان غزلخوان ہوئی یعنے خدا کی حمد مین اور صیاد کے شکریۂ احسان مین تر زبان ہوئی کہتے ہین کہ وہ تاجر جزیرۂ اسکندریہ کا رہنے والا تھا اور وہین جاتا تھا ان عاشق تنون کو بھی اپنے ساتھ وہین لیتا گیا وہان پہونچکر شام سے صبح تک یہی داستان دردانگیز تھی اور یہی کہانی وحشت خیز تھی کبھی ذکر عیش کبھی بیان مصیبت کیا کسی مقام پر اُس صاحبدل کو ہنسا دیا کسی مقام پر رولا دیا سوداگر ہر شخص سے یہ ذکر کرتا تھا کسی کو یقین آتا تھا کسی کو نہ آتا تھا مگر جس سے یہ صورت بدلتی کوئی ایسی تدبیر نہ بتاتا تھا

بسیدن نسخۂ طوفان خوردہ خاتونان عصمت بعد سہ روز کنار

صحرای هولناک و از تشنه بر آمده بیهوش افتادن بروی خاک
و بعد ساعتی از عطر بیزی نسیم آمدن بهوش و گریان شدن از
درد هجران یاد خورشید گوهر پوش و دیدن اراتن حبشی که تاج بر سر
سیر کنان در عین حال و بردن این هر چهار را بپاس عاشق تن بجانب
بید قال متقال و فرستادن گلبدن پری جنیان تیز رفتار سوی شهر
بتلاش نمودن در بلاد و امصار و صحرا و کهسار و رسیدن یکی از انها
در شهر اسکندریه بخانه سوداگر و شنیدن گفتگوی آن هر سه مطلبان
از مرزبین منقار سبز پر و بعد اظهار حال زمام اختیار خود بدست خورشید شاه
سپردن و حسب استجازت شاهزاده هر سه عاشقان را بجانب کوه قاف
بردن و باز ملاقات عاشق و معشوق با دل ریش ریش و بحالت
خویش آمدن شاهزاده و قمر طلعت بیار از امداد درویش حقیقت کیش

بیا ساقیا دخت رز کا نشان	کہ ہی رنج فرقت سی ہونٹھون پہ جان
گیا نور تاریک ہی سب جہان	کہان ہین وہ یاران صحبت کہان

گدھر ہی وہ بدستِ رندون کی صف
نہ شیشہ بغل مین نہ ساغر بکف

سنا ہے کہ باد مخالف چلی
ہوے فاش رازِ خفی و جلی

گھٹا یاس و اندوہ کی چھا گئی
تباہی مین کشتیِ مے آگئی

مےِ آتشین نے کیا سوز و ساز
ہوا لخت لخت وہ دودی جہاز

وہ تختے ہین رندون کے لخت جگر
خدا جانے موجون مین پہونچے کدھر

پریشان ہین دیوانے انکے بخت
وہ تختے شکستہ ہین یونکے تخت

بس اب کشف اسرار کی دی خبر
کھلے باغ آئے وہ تختہ نظر

پلا بادۂ ارغوا نے پلا
مگر پہلے بچھڑے ہوؤن کو ملا

یہ محفل نشین ہین کہ ماتم نشین
نہین لطف صحبت کا بے ہمنشین

کشتی شکستگان بحرِ ذخار شور بختی و سر گردانی طوفان آشنایان قلزم ناپیدا کنار حیرانی و پریشانی آفت رسیدگان باد مخالف بدبختی تباہی زدگان نسیم ناساز سختی طپانچہ خوردگان چار موجۂ غم بے پایان دریا بردگان سیلاب الم فراوان اس ماجرای طوفان انگیز اور سرگذشت

تباہی آئیر کو بچشم اشکبار و دل بیقرار اس طرح گوش آشنا نے سنا عین
کرتے ہین عاشقون کا تو یہ حال ہوا اب سنیے کہ معشوقون کا کیا مآل
ہوا وہ تختہ جسپر وہ نازنین تھین کبھی بہاؤ مین اگر بڑھجاتا تھا کبھی
بھنور مین پڑکر گردش کرتا ہوا پھر آتا تھا دن کو دھوپ اور لو ستاتی تھی
رات آتی تھی تو اور آفت آتی تھی وہ شب کی تاریکی وہ سناٹا وہ
ہوائین وہ کرارون کا گرنا وہ پانی کی ہیبت وہ جانورون کی صدائین
موجین مینڈھے لڑاتے تھے حباب آنکھین دکھاتے تھے دھاری
سے جو قہقہ کی صدا آتی تھی روح ان بیچاریون کی تحلیل ہوئی جاتی
تھی ایک دوسری سے کہتی تھی اس اندھیری سے ساون بھادون
کی اندھیری مات ہے کیا دنیا مین جدائی کی یہی رات ہے
اُسی حالت مین چکئی چکوے کے سوال و جواب سنکر اور صدمہ ہوتا تھا
گویا کوئی کلیجی مین برچھیان چھبوتا تھا ہمدرد کی فریاد پر کان لگاتی تھین
یہ کہکر آنسو بہاتی تھین انھین بھی ہماری طرح اضطرار ہے ہای ایک اس پار ہے

ایک اُس پار ہی مالک سب کی بچھڑے ملائی اللہ یہ رات کیسکو نہ دکھائی
اگر انھین ملنی کی آس ہی ہم بدنصیبون کی طرح نہ یاس ہی ہماری چاہنی والی
خدا جانی کس موج مین پڑ گئی ہی ہی بسے بسائی گھر اُجڑ گئی غرض تین
دن کی بعد اس تختے نی بھی جا کر ساحل سے سر ٹکرایا کشان کشان
ان غریبون نی آپ کو خشکی مین پہونچایا زمین پر قدم رکھنا تھا کہ بدن
سنسنایا آنکھون کے تلے اندھیرا آیا ملکہ نے وزیر زادی کے شانے پر
ہاتھ رکھدیا اور وزیر زادی نے ملکہ کے سبنھالنے کا ارادہ کیا مگر جب
دوران سر آنکھون پر بیہوشی کا پردہ نہ ڈالتا تو البتہ اُس حالت مین
ایک دوسری کو سنبھالتا کسی نے کیسکو سنبھالا نہ کچھ دیکھا بھالا چلین نہ
پھرین جہان تھان تھین وہین تڑاق تڑاق غش کھا کھا گرین پھر
دوپہر کے بعد جو ہوش آیا تو دیکھا کہ ایک جنگل ویرانہ ہی عجب ہو کا مقام ہی
عجب وحشت کا کارخانہ ہی درخت ہین نہ جھاڑیان ہین چارون طرف
ریت کی پہاڑیان ہین راہ کی ملنی کا وہم وگمان نہین زمین پر سبزی کا کیا ذکر

کہین پگ ڈنڈی کا بھی نشان نہین یہ دیکھکر اور اُن غریبون کو قلق ہوا
مُنہ پر مُردنی چھائی رنگ فق ہوا ملکہ نے وزیرزادی سے کہا آہ کیا اندھیر ہی
مقدر کا پھیر ہی یہ میدان ہی یا وہی طوفان ہی اب یہان سی کدھر جائینگی
یونہین پھڑک پھڑک کر مر جائینگی یاسمن نے کہا بہن جدھر مُنہ اُٹھجائے
اُدھر چلی چلو کیا عجب ہی زمانہ کروٹ لی شاید اُن بچھڑون سی کوئی
آملے اتفاقی بات ہی جب ہر طرف سے یاس ہوتی ہی اور نہایت شدت
ہراس ہوتی ہی یعنی زمانہ تہلکے مین ڈالتا ہی تو اللہ کوئی نہ کوئی صورت نکالتا ہے

مشکل کو کسی طرح سی مشکل نہ سمجھ	ہر نقش کو داغ جگر و دل نہ سمجھ
دریا ہو کہ دشت و کوہ حافظ ہی وہی	ای محو بلا خدا کو غافل نہ سمجھ

پس ادھر تو ان بیچاریون کو اضطراب تھا اور کوئی مشورہ قرار نپاتا تھا
اُدھر ارماس جنی کو کا یاسمن کا لب دریا سیر کرتا چلا آتا تھا وہ یاسمن
کی آواز سُنکے گھبرایا قریب آیا تو عجیب واقعہ نظر آیا دیکھا کہ یاسمن
باحال تباہ رو رہی ہے یعنی خاک پر بیٹھی آنسوؤن سے مُنہ دھو رہی ہے

بیتاب ہوکر چلایا کہ ای بہن تو کہان اری میری شاہزادی کہان یہ ٹاپو
کہان خدا کے لیے جلد کہو کیا آفت پڑی کیا ستم ہوا کیا مصیبت پڑی
یاسمن نے بھی پہچانا اُسکے آنے کو تائید غیبی جانا کہا ہاے بھائی
کیا کہون کیا ہوا چھٹی کی رات کا لکھا پورا ہوا بھلا ہمین تو موجون کی تھپیڑی
یہان تک لائی یہ تو کہو تم کیونکر آئے وہ بولا مین بیت المقدس کے
طواف کو گیا تھا اس جنگل کی فضا اور دریا کی ہوا خوشش آیند تھی اسوجہ
سے ذرا کنارے پر ٹھہر گیا یاسمن نے اپنی کیفیت سنائی تمام
مصیبت دوہرائی ارماس نے رو کر کہا پھر اب شاہزادے کا اور
اسکے رفیقون کا تو کہین پتا نہین اس دردکا علاج کی کچھ دوا
نہین چلو اب مین تمھین پردۂ قاف مین لیچلون اور تمھاری مان
کے پاس پہونچا دون وہ بولی بھلا بھائی مین گھر کی راہ لون اور
ان ہمدردون کو اسی جنگل مین چھوڑ دون وہ بولا تنہا کیون چلو
انھین بھی ساتھ لیلو ملکہ بولی نہین بہن ہمین یہین رہنے دو جس طرح

شاہزادی کو صبر کیا ہمین بھی صبر کرو ہای خورشید شاہ تو تباہ ہوا اور
ہماری قسمت ورباہ یہ جینا مرنی سے تبرہی دم آنکھون مین ہی جان
ہونٹھو نپر ہی ارماس نی کہا یہ تو خدا سے لڑائی ہے اُسکی مشیت مین
کچھ گذرا ہے تم صاحبون کے دل مین کچھ سمائی ہے جسکی دل مین درد
ہی اُسی یہان آرام ہی نہ وہان آرام یہ نقل و حرکت تو محض برای نام ہی المختصر
اُس بیچاری نی بہت سی فہمائشین کین آخر وہی تختہ جو کنارے پر
آلگا تھا اُسی نکالا اور کچھ لکڑیان مستطیل نکالین شست اُسکی کمر مین
تھی اسباب بندش کی فکر نہوتی وہ لکڑیان اُس تختے مین باندھکر
ایک تخت بنایا اور بحال منت و اصرار اُن ماتم نشینون کو اُسپر
بٹھایا کاندھے پر رکھا اور مائل پرواز ہوا آدم زادون سے کہا خبردار
زمین کی طرف گردن نہ جھکانا اندیشے کی جگہ نہین کچھ خوف
نہ کھانا بس ان باتون مین لگایا اور قاف مین اُڑا لایا یہان بھی
ان ماتم زدون کی پہونچنے سی ایک ماتم ہوا علی الخصوص گلبدن پریکو

حد سے زیادہ غم ہوا کیونکہ نہوتا بیٹی داماد کا واقعہ تھا مگر وہ تو بڑی مدبرہ
تھی دل مین سوچی کچھ فکر کرنا ضرور ہی رو پیٹ کر بیٹھ رہنا عقل سے
دور ہی اسکی جستجو چاہیے اسمین صلاح و گفتگو چاہیے ارکان دولت کو
بلایا اور تمام یہ قصہ سُنایا کہا تم سب کی رای مین کیا آتا ہی وہ لوگ ڈوب گئی
یا زندہ رہی جو جسکے قیاس مین آئے اپنے اپنے طور پر کہے ہر شخص
خاموش رہا مگر ایک پیر کبیر السن نی کہا میرے نزدیک تو وہ لوگ ڈوبی
نہین نکلے ہونگی کہین نہ کہین جہاز جب تک قائم ہی سب طرح کا دغدغا ہی
جب تختی تختے جدا ہو گئی پھر نہ طوفان ہی نہ ہوا ہی پانی جب ٹکر کھاتا ہے
تو جہاز طوفان مین آتا ہی تختے کی کیا بساط کہ پانی کو روکے بے تکلف
پھٹ جاتا ہی ہلکا پھلکا ہو کی تختہ تو حباب ہی حاجب ہوا ہی نہ مانع آب ہی
اُسے ڈوبنے کا ڈر ہی نہ موج و گرداب سے ضرر ہی جس طرح یہ تختہ کنارے پر آ لگا
اسی طرح وہ تختہ بھی کنارے پر جا لگا ہوگا یقینی ایک نہ ایک جگہ اُسکا بھی
کچھ نشان اور پتا ہوگا گلبدن پری بولی میری بھی رای یہی ہی یہ بات موافق

عقل کی بھی ہی اور موافق تجربی کی بھی ہی چار جنون کو حکم دیا کہ ہان جلد
جاؤ ہر جزیری مین ڈھونڈو اور اُن لوگون کا سراغ لگاؤ سنتے ہی وہ
آتش مزاج ہوا ہوئے اور تمام جزیرون مین پھیل گئے

تہ دل سی ہر اک نے کی جستجو
پھرے ڈھونڈتے جا بجا چار سو

نیچے خاک اڑانی سے ہنگام گشت
نہ ساحل نہ ٹاپو نہ کہسار و دشت

کبھی جا کی کرتی تھے پانی مین شور
یہ کہتے تھے پیہم کہ ای بحرِ شور

سُنا حال سلطان والا گھر
وہ بحر لطافت کدھر ہے کدھر

کسی موج سے اسطرح تھا خطاب
بتا کس طرف ہی وہ دُرِ خوش آب

پہاڑون مین جاتی تھے مثلِ صبا
کہ شاید یہان ہو وہ شمس الضحیٰ

تجسس مین ہر ایک جاسوس تھا
مگر کچھ نہ ملتا تھا ہر گز پتا

اُنھین جاسوسون مین سی ایک جاسوس کا جزیرۂ اسکندریہ مین بھی گذر ہوا
اور ڈھونڈتا ہوا اُس سوداگر کے مکان کے تلے پہونچا کیا سنتا ہے
کہ وہی داستان کوئی شخص کسیکو سُنا رہا ہی اور سب پتے ٹھیک ٹھیک بتا رہا ہی

دیر تک وہ پتے سنا کیا آخر بہ ہیئت انسانی دیوانخانے مین گیا دیکھا کہ ایک
اسیر با صد توقیر صدر تمکنت پر رونق افروز ہی اور گاو پر تین طوطی بیٹھی ہین
مگر وسط مین جو ہی وہ نہایت ادب آموز ہی اُسی کی یہ طلاقت اور گویائی ہی
وہی سرگرم داستان سرائی ہی سوداگر نی جو شخص اجنبی کو دیکھا حیران ہو کر
مستفسر حال ہوا یہ بولا مین مسافر ہون پراگندہ خاطر ہون سینے پر ناخن غم
کی خراش ہی یوسف گم گشتہ کی تلاش ہی یہ افسانۂ پر درد سُنکے دل دہلتا ہی
اس طوطی کی بیان سی اُسکا پتا ملتا ہے سوداگر نے کہا جسکا اس کہانی مین
پتا ہی اُس یوسف گم گشتہ کا نام کیا ہی کہا اُسکا بھی نام خورشید شاہ ہے
وہ بھی اسی شاہزادی کیطرح تباہ ہی متعلق اُسکے پردۂ قاف مین بیقرار
ہین انسان بھی اور بنی جان بھی ماتم دار ہین خورشید شاہ نی بیتاب ہو کر
پوچھا آپ کسکی بھیجے ہوئے آئے ہین کہان سی تشریف لائی ہین اُسنی
جواب دیا بندہ گلبدن پری کا فرستادہ ہی جزیرون کی سیر کا ارادہ ہے
اُسنی کہا گلبدن پری یاسمن کی مان وہ بولا ہان پھر پوچھا آپ ملکہ مہ جبین کو

بھی پہچانتے ہین کچھ اُسکا بھی حال جانتے ہین اُسنے کہا ملکہ بھی
وہین ہے وزیر زادیان بھی وہین سکی سب بس ایک ماتم مین سوگ نشین
ہین اب ضبط کجا تحمل کجا یہ سنتے ہی شہزادے کی آنکھون سے اشکون کا دریا بہ گیا

خون رویا وہ عشق کا پابند	صدمۂ ہجر ہو گیا دہ چند
مُنہ سے دوبار آہ آہ کیا	ہو گیا غش رہے نہ ہوش بجا

تاجر یہ ماجرا دیکھکر گھبرا گیا کہا ای شخص خاموش رہ خدا کے لیے زیادہ
نہ کہہ ایسا نہو طائر روح اس غریب کا پھڑک کر نکل جای بس بھائی اب ایسی
باتین کرنا چاہیے کہ اسے ہوش آئے کہا ارے گلاب کے شیشے لاؤ میرے
افسانہ گو کے مُنہ پر چھینٹے دو لخلخے سونگھاؤ خدمتگار دوڑ کر آئے اور
بحسن تدبیر شاہزادے کو ہوش مین لائے شاہزادے نے سوداگر
سے کہا بس جناب اب ہمین رخصت کیجیے للہ پردۂ قاف کی اجازت
دیجیے خدا نے یہ مژدہ سنوایا الٰہی شکر بے نشانون کا نشان پایا شاید
اسی حالت مین موت آئے حسرت دیدار تو دل مین نہ رہ جائے تاجر نے

کہا مجھے تو حضور کی سرور سے سرو رہی بندی کو آپ کی راحت منظور ہے مگر
اس کیفیت مین قاف کو پہونچنا محال ہی اگر ہی تو آپ کی تکلیف کا خیال
ہی جاسوس بولا اسکا عبث خلجان ہی بندہ از قسم بنی جان ہی عزم عزیمت کیا
اور قاف مین پہونچا دیا یہ سنکے سوداگر کو جای کلام نرہی گردن جھکا کر یہ
بات کہی سچ ہی پردیسی سی کبھی دل نہ لگای مسافر کی بانو پھر ہرگز نہ آی آپ تو
تشریف لیچلی لیکن مجھ کمبخت کو ایک داغ دی چلے خورشید شاہ نے کہا
انشاء اللہ اس رنج سی بھی نجات ہوگی اگر حیات مستعار باقی ہی تو پھر ملاقات
ہوگی غرض سوداگر تو صدمہ مفارقت سی آبدیدہ ہوا اور جاسوس ان خضر
صورتونکو لیکر نظروں سی پوشیدہ ہوا یہان تو یہ صورت ہوئی یہ کیفیت ہوئی
وہان ان سوگوارون کی کرب انتظار سی عجب حالت تھی ہر مرتبہ زبان پہ
موت کی لذت تھی چشم براہ تھین کہ شاید گرد سواری نظر آئی اور گوش بر آواز
تھین کہ دیکھیے کیا خبر آئی دل ہی دلمین صدمی سہتی تھین آخر گھبرا کر یہ کہتی تھین

یارب تو خیر کیجو قاصد نے دیر کی ہے	یا نامہ گر پڑا ہے یا راہ پھیر کی ہے

یاسمن روتی تھی تو ملکہ سمجھاتی تھی اور ملکہ اشکبار ہوتی تھی تو یاسمن تاہنین لگاتی تھی وزیرزادی ملکہ کے لحاظ سے اور کسیکا تو نام نہ لیتی تھی بس ہائے صاحب عالم کہتی تھی اور رو دیتی تھی ناگاہ جاسوس ان حلہ پوشونکو لیکر پہونچا اور سارا واقعہ بیان کیا پھر تو اور اک ماتم ہوا دو نارنج والم ہوا گلبدن پری نے جو یہ خبر پائی وہ بھی روتی پیٹتی آئی خورشید شاہ نے ملکہ سے کہا جو امر تقدیری تھا وہ ہوا اب رونے پیٹنے سے فائدہ کیا انقلاب روزگار نے اپنا نیرنگ دکھایا یہ بھی غنیمت ہی کہ تمنے ہمین اور ہمنے تمھین زندہ پایا ہمین تو تمسے ملنے کی لالے تھے زمانے نے ایسے تفرقے ڈالے تھے ہزار شکر کہ خدا نے یہ صورت دکھائی کچھ تو روح نے تسکین پائی اللہ نے چاہا تو قلب ماہیت بھی برطرف ہو جائے گی رفتہ رفتہ وہ صورت بھی نظر آئے گی گلبدن پری نے بھی کہا صاحبو گریہ وزاری موقوف کرو ذرا خاموش ہو کچھ اِن غریبون کی سنو کچھ اپنی کہو خدا نے حل مہمات کیواسطے عقل دی ہی ہر درد کی اور ہر مرض کی دوا پیدا کی سب ہے اس قدر

مضطرب نہو خیر اسکا بھی تدارک کیا جائیگا آخر کچھ نکچھ حکیمون کی تشخیص مین آئیگا گلبدن کی فہمائش سے وہ نالہ و شیون موقوف ہوا اور سبکی سب ساکت ہوئین ملکہ اور یاسمن خورشید شاہ کو اپنے کمرے مین لے گئین اور وزیرزادیان قمر طلعت اور سیار کو لی گئین تخلیے مین ایک ایک نے ایک ایک کو پیار کیا اور اس صورت مین بھی شکر پروردگار کیا حکما سے یونانی اور اطبای بو علی ثانی جمع ہوئی مگر کسی سے کچھ تشخیص نہوئی فقیرون نی دعا عاملون نی عزیمت خوانی کی وہ طوطی شکر شکن گویا ان غریبون کی طائر روح تھی اُنکے آنے سے زندگی ہوگئی رات دن انھین سے باتین تھین انھین سے ہر طرح کی مشورت اور مصلحت تھی ایکدن ملکہ نے خورشید شاہ سے کہا صاحب تمنے شاہ صاحب کو اس مصیبت مین یاد نکیا شاہزادہ بولا ہان صاحب خوب یاد دلوایا واے تقدیر آج تک اس بات کا خیال نہ آیا ہای ایسا بد حواس ہوا کہ یہ عمل دل سے سہو محو ہوگیا شعر

مین اجل کی ساتھ تھا اور موت سے ساتھ تھی	ای جنون اس ورد کی تدبیر اپنے ہاتھ تھی

ملکہ بولی مصیبت کی عالم مین یاد نہی خیر اب سہی خورشید شاہ نے
کہا اچھا ذرا تخلیہ ہو جائی کہدو کہ اب کوئی یہان آنے نپائے بس فوراً
بندوبست ہوگیا شاہزادی نے تنہائی مین وہ عمل پڑھا حاضرات کرتیہی
مرشد کامل آئے یعنے محمود شاہ روشندل تشریف لائے ملکہ نی دوڑ کر
قدمون پر سر رکھدیا رو کر کہا حضور نے خبر لینے مین بڑا عرصہ کیا اجی
حضرت عجب مصیبت ہی ملاحظہ تو فرمایئے یہ کیا صورت ہی پیر مرد نے
کہا شاید کوہ اخضر پر آپ کا گذر ہوا ہی وہان جاکر انار سبز نوش کیا ہے اور
چشمۂ حیات الحیوان کا پانی پیا ہی شاہزادہ بولا جی ہان یہ اُسی کی تاثیر
ہی یہ بھی اک انقلاب تقدیر ہی ملکہ بولی پھر آپ ہی کچھ اسکا تدارک
فرمائینگے اب حضور ہی انھین ہئیت اصلی پر لائین گے شاہ صاحب نے
کہا معبود کو یاد کرو اُسکی رحمت سی نا امید نہو اُسی کوہ پر اُس چشمے کا جواب
ہی یعنے اک دوسرا تالاب ہی اُسکا نام حیات الانسان ہے فی الحقیقت وہ
بنی آدم کی جان ہی اُس مین جو شخص غوطہ لگاتا ہے بہئیت اصلی آجاتا ہی

یاسمن پری بولی پھر مین جنون کی ساتھ وہان بھجواؤن اور اُس چشمے مین
نہلواؤن پیر مرد نے کہا فقیر خود جاتا ہی اور ابھی پھر آتا ہی جنون کے ساتھ
جانے مین ایسا نہو کوئی اور پیچ پڑ جائے بنا ہوا کام بگڑ جائے یہ کہکر پہلے شاہزادے
کو سر دست اُٹھا لیا پھر قمر طلعت اور سیار کو دونون طرف شانون پر
بٹھا لیا کہا چشم ظاہر بین بند کر لو بعد تھوڑی دیر کے فرمایا لو آنکھین
کھولدو آنکھین کھولتے ہین تو کیا دیکھتے ہین کہ وہی کوہ ہے وہی دور
ہے مگر یہ راہ اور ہے یہ سمت اور ہی حدون مین فرق یہین دیسار
ہی وہان کی زمین فیروزئی تھی یہان کی گلنار ہے بہار کا جوش ہے
تپا تپا گل در آغوش ہے سبزہ رگ یاقوت رمانی ہی جو تخل ہی چنار بدخشانی
ہی ہر کانٹا گلاب ہی ہر پتھر لعل خوش آب ہی کہین نافرمان ہے کہین
ارغوان گلبن عقیق شجری ہے ایک ایک پھول پتی مین سرخی کوٹ کوٹ کر
بھری ہی شفق اُسی کے پر تو رنگین کا بام ہے اُسی سرزمین کے عکس سے
بہار صبح و شام ہی جلوۂ اسرار ذوالجلال ہین طائر بھی ہمہ تن لال ہین

چشمے مین چشم مخمور کی شان ہے سوجون پر آنکھون کی سرخ ڈورون کا
گمان ہی حبابون سی اظہار جوانی ہی پانی ہی یا بادۂ ارغوانی ہی سرخ مچھلیونکا
جو عالم مین نشان ہی یہ اسی چشمے کی ماہیت کا فیضان ہی اس چشمی کی
تعریف سی سیاہی شنجرف ہوگی سرخی حرف بحرف ہوگی اسکی
تعریف مین زبان قلم لال ہی مطلب پر آؤ کدھر خیال ہے غرض پیر مردنی
خورشید شاہ سی کہا لیجیے اس چشمۂ قدرت نما مین نہا کر سرخروئی حاصل
کیجیے غوطہ لگائیے اور باہر تشریف لائیے سبحان اللہ الہام تھا یا شاہ صاحب
کا فرمودہ شاہزادہ یہ سنتے ہی تالاب مین کود اتہ پر پہونچکر جب پاؤن قائم
ہوئے تو پانی نی اُبھارا بالائی آب آکر لباس انسانی پہنا جامۂ حیوانیت
اُتارا وہ سطح آب مرآۃ الجمال تھا یا مرقع عالم مثال پانی کی تاثیر
نے کیفیت دکھائی آئینۂ سطح آب مین ہیئت اصلی نظر آئی صاحب
صورت نے اپنی صورت کا نظارہ کیا اور عکس صورت نی یہ اشارہ کیا ع
برین نگر برین نگر شاید کہ شناسی مرا؛ شاہزادی نی منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا

الحمد للہ واہ کیا اُسکی قدرت ہی واہ اسی طرح قمر طلعت اور سیار بھی نہائی
وہ بھی بہ فضل خدا ہیئت اصلی پر آئی پھر دیدۂ دیدار طلب بند کئی اب نکہتین
کھولین تو پردۂ قاف مین تھی ہر طرف غل ہوا کہ شاہزادہ بہیئت اصلی
آگیا پریزادون نے آکر شاہ صاحب کے قدم لیے ماتم نشینون نے شکر کے
سجدے کیے جسکی آرزو تھی خدا نے وہ صورت دکھائی شادیانے بجے
خوشی کی نوبت آئی فرحت کی نمود سے کلفت معدوم ہوئی مبارکباد کا شور
ہوا تہنیت کی دھوم ہوئی گلبدن پری نے خورشید گوہر پوش سے
کہا بس مجھے تو اسی کا انتظار تھا اپنا تو صبح و شام کوچ مقام ہی اب یہ
سلطنت تمھارے پا ینام ہے عورت پھر عورت ہی مرد رونق ریاست
ہی خدا نے سلطنت کا وارث بھیجدیا مجھے تردد سے فارغ البال کیا
شاہزادی نے کہا مین اپنے ماں باپ کو ایک نظر دیکھ آؤن پھر جو حکم ہو
بجا لاؤن چندے اور تامل کیجیے ابھی اس کارخانے کو یون ہی رہنے دیجے
ابتو وطن جانے کی لیے یہ صعوبت اُٹھائی ہے سراسر محنت بند بلا سے

رہائی پائی ہی شکریہ اسکا یہی ہی کہ زیارت والدین کرون قضا کی بنجہ سی چھوٹا ہون تو واجب ہی کہ اداے فرض عین کرون یہ ذکر ہو رہا تھا کہ اور جاسوس بھی پھر کر آئی اور زمین خدمت چوم کر دعا و ثنا زبان پر لاے ایک مخبر نے ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ خانہ زاد گوہر نگار مین بھی ہو آیا مگر تمام شہر کو مرقع ماتم پایا حضرت ظل سبحانی ہمچشم پیر کنعان ہین کل صاحبات محل نیمجان ہین خورشید شاہ نی کہا ہای ہای جسکے مان باپ کا یہ حال ہوا اُسے کیونکر قرار آئے المختصر تقریر جاسوس کی دل پر تاثیر کر گئی آخر پھر عزیمت وطن ٹھہر گئی

عزم فرمودن شاہزادہ باز جانب وطن و دریا قوت نگار رسیدہ دیدۂ مادر و پدر روشن ساختن از دیدار خود

وہ بادہ پلا ساقیِ مہ جبین
کہ دی لذت جرعۂ اولین

دکھا دور ساغر سے راہ ثواب
مناسب ہی اب رخصت آفتاب

کہین محو ہوتی ہے یاد وطن
کہان ہی بہشت برین کا چمن

نظر آئے کوثر کی موجون کا نور — نہ ٹھہرے گا دل بی شراب طہور

وہی ہو کہ ہو ہر طرف ایکبار — یہ غربت یہ کلفت یہ رنج و خمار

یہ تفریق اور تفرقہ تا کجا — کہین رند ہین اور کہین میکدا

فرح بخش خاطر ہو وہ جام دی — طبیعت سے ہے پر کسل آرام دی

کہان تک یہ گردش یہ دوران سر — سفر ہو گیا اب تو شکل سقر

قیامت ہے ہر دم کی امید و یاس — پہونچ جائین منزل پہ منزل شناس

طلبگار فردوس ہین مے پرست — انھین ظل طوبی ہے وہ دار الست

وہی ہو زمانہ وہی دور نیک — کہ آخر با دل ہی نسبت مین ایک

کمر بستگان سفر خجستہ اثر کامرانی رہروان صراط مستقیم شادمانی مراجعت کنندگان وطن عیش و نشاط باز آیندگان خانۂ مسرت و انبساط یعنے قافلہ سالاران اقلیم سخن رانی سیاران ولایت خوش بیانی اس افسانۂ عجیب و غریب اور یادگار روزگار کو اس طریق سے بیان کرتی ہین الحاصل جب عزم بالجزم کا گلبدن پری کو یقین ہوا تو خورشید چہرہ

سے پوچھا کہ صاحبزادے جانیکی کیا سبیل ہے یہ بولے خداوند عالم
کفیل ہے یہ سنکے وہ یاسمن کی طرف متوجہ ہوئی کہا کیون صاحبزادی
تم بھی جاؤگی وہ آنکھین جھکاکر چپکی ہو رہی مگر ملکہ مہ جبین نے یہ بات کہی
ہان حضور جائینگی جائین گی یہ ضرور جائین گی اور یاسمن سے بولی
بہن اگلی باتین جانے دو اب تم ہم سبکی سرتاج ہو کیا یہ الفت
و محبت بھول جاؤن گی مین تو بے تمھارے قدم نہ اُٹھاؤن گی اُسکی تو
خاموشی اسپر گواہ تھی کہ یہ سب سے چار قدم پہلے جائے گی گلبدن پری
سمجھ گئی وہ چشم و ابرو دیکھکر چپ ہو رہی ارماس جنی کو بلوا کر کہا کہ ایک
تخت بارہ دری نما بنواؤ اور اُسپر ان سبکو بٹھا کر گوہر نگار مین پہونچاؤ
ساتوین دن وہ تخت تیار ہو کر آیا شاہزادہ اورنگ زیب کو مع متعلقین
اُس اورنگ پر بٹھایا وہ فوج جو طلسم مین گئی تھی جلوداری مین آکر
حاضر ہوئی گلبدن پری نے جب خورشید شاہ کے بازو پر امام ضامن
خانہ زاشرفی باندھی ایک پڑیا سرمۂ سلیمانی کی بھی دی کہا

یہ کحل الجواہر قابل دید ہی تمہارے والدین کی لیے بہت مفید ہی یہ سرمہ لگایا
اور آنکھون مین نور آیا پڑیا احتیاط سے رکھو کہین راہ مین تلف نہو یہ آبدیدہ
ہوئی اور گلے سے لگایا شاہ صاحب نے فی حفظ اللہ کہکر ہاتھ ملایا دیوزادون
نے تخت کو بلند کیا اُس سریر سلیمانی کی روانی سنے ہوا کو بند کیا سواری
سے قدرت باری عیان ہوئی فوج دریا موج رکاب سعادت مین روان ہوئی

سریر فلک تھا وہ زیبا سریر
سحاب کرم تھی وہ فوج کثیر

یہ مطلع حسن اُس دل مین تھا
کہے تو کہ خورشید بادل مین تھا

روان تھا ہوا پر وہ اورنگ نور
وہان ایک تھی راہ نزدیک و دور

روان ہو سکے مثل تخت روان
نہ صرصر نہ بجلی نہ وہم و گمان

رہا چرخ مین چرخ حیران فلک
یہان سیر کی قاف سے قاف تک

زہے اوج اورنگ گردون وقار
نظر آگیا ملک گوہر نگار

خورشید شاہ نے دیوزادون سے کہا وہ جو آبادی اور اسکے قریب صحرا ہے
پر فضا ہی ملک گوہر نگار کی وہی نواح دلکشا اور جانفزا ہی اس طرف متوجہ

اُس صحرا مین چل کر تخت کو اُتارو دیوزاد تو ہوا تھے طرفۃ العین مین
یہان سے وہان پہونچ گئے اُس ماہ سریع السیر کا مع افواج کواکب
اس صحرا مین ورود ہوا ہر دام ودد وہ قدرت خدا دیکھکر سربسجود ہوا
خورشید گوہر پوش نے قمر طلعت سے کہا میری طرف سے حضرت کو
عرضداشت کرو اور تو کسی چیز کی ضرورت نہین ہے مگر کچھ زنانی سواریان
منگوا بھیجو ادھر سے سوار عرضداشت لے کر پہونچا اُدھر حضور مین اِس
مضمون کا پرچہ گذرا کہ ایک تاجدار باجمیعت بیشمار فلان صحرا مین
وارد ہوا ہے مشہور تو یہ ہے کہ خورشید گوہر پوش ہے مگر قرینے سے
پایا جاتا ہے کوئی سلطان کشور کشا ہے اندیشۂ غنیم ہے مقام امید وبیم ہے
بادشاہ نے وزیرون سے فرمایا کہو تمھارے ذہن مین بھی کچھ آیا
یہ اور کوئی تاجور ہے یا میرا نور نظر ہے مگر دل کو بالیدگی ہے معلوم ہوتا ہے
یوسف گم گشتہ وہی ہے دستور المعظم نے عرض کیا کرامات بجا ہے
کبھی پیش خود یہی سمجھا ہے اگر اور کوئی ملک گیر آتا تو زنانی سواریان

نہ منگوا تا ارشاد ہو تو جان نثار جائے اور بچشم خود دیکھ آئے فرمایا اچھا وزیر
برای اطمینان روانہ ہوا اُسنے تو اپنے بیٹے کی بھی لو لگی تھی فی الفور جا کر
شاہزادی سے ملازمت حاصل کی بیٹے کے بھی دیدار سے مسرور ہوا اس
تقریب سے رنج فرقت دور ہوا اسنے فی آن گلون کو دکھایا مارے خوشی
کے پھولا نہ سمایا کہا ہان جلدی سواریان لاؤ اور حضرت سے بھی یہ خوشخبری
کہتے آؤ پھر کیا تھا تمام شہر مین ہلڑ ہو گیا جا بجا چرچے ہوئے سب امیر و
فقیر مشتاق زیارت ہو کر دوڑے بس محلات مین جو صاحبات محل اور
دیوان خاص مین بادشاہ اور چند خواص رہ گئے اِسی دن کی امید
تھی اسی وقت کا انتظار تھا زنانی سواریان ایک طرف کل جلوس
بادشاہی اگر موجود ہوا نوبتین بجنے لگین شہنائیان پھکنے لگین شاہزادہ
بھی سوار ہوا بیگمین بھی سوار ہوئین آگے شہزادے کا ہاتھی پیچھے تمام
ارکان دولت جیسے براتی جلوس مین کل حشم خدم خواصی مین
دستور المعظم ایک ہاتھ مین چنور لیے ایک ہاتھ مین چتر زر لیے

شور تھا باغ خزان دیدہ مین آئی ہی بہار
اس تجلی پہ فدا اس گل خندان پہ نثار
دن پھری صدمہ و اندوہ کی آئین گذرین
عیش کی ذکر ہوئی رنج کی باتین گذرین
دیکھنا شان خدا قدرت باری ہی یہ
آمد فصل چمن ہی کہ سواری ہی یہ
حسن صورت سے ہوئی دیدۂ حیران روشن
ہو گیا یوسف گم گشتہ سے کنعان روشن
دلکو حیرت ہی نئی آنکھون مین بصارت آئی
پھر جوانی نی کیا عود وہ ساعت آئی

غرض شان و شوکت سے کھاتی سونا چاندی لٹاتی در دولت پر آئی زنانی سواریونکو تو محل مین اتروا دیا شاہزادے کو دیوان خاص مین لائے نور چشم کے آنے سے بادشاہ کی آنکھون مین نور آیا سرمۂ سلیمانی بھی لگا یا اور لخت جگر کو بھی گلے سے لگایا بیٹے کو لیکر محل مین گیا ماںکا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہوا کحل الجواہر سے اُسکی بھی آنکھین پر نور ہوئین کلفتین ایک عمر کی دور ہوئین بیٹے بہوؤن سے گھر کی آبادی ہوئی عجب طرحکی شادی ہوئی منتین اُترنی لگین نذرین گذرنی لگین داد دہش عام ہوئی رعیت شادکام ہوئی بادشاہ نی بیٹے کو تخت پر بٹھایا اور آپ گوشۂ اعتکاف مین آیا سلطنت جوان ہوئی

ریاست کی از سر نو شان ہوئی خورشید شاہ نے پہلے انتظام مملکت کیا
بعد ازان پردۂ قاف کی فوج کو انعام اکرام دیکر رخصت کیا بس شوکت
دلاویز نکتے تیری جس طرح اللہ نے انکے دن پھیرے کہتے سنتون کے دن پھیرے

ہے محل عذر کا اے خامۂ جادو تقریر
عرض کر خالق عالم سے کہ اے رب قدیر
عالم وجد مین لکھے ہین یہ مضمون خلاف
تیری رحمت سے جوانی کی خطائین ہون معاف
رحم کر رحم ترا نام ہے رحمان و رحیم
نظر لطف و کرم چاہیے اے رب کریم
مین گنہگار ہون اور تو ہے غفور و تواب
اپنے اعمال سے مجھ رند کو آتا ہے حجاب
حالت جذب مین کیفیت معقول کہان
مین کہان اور سخن دلکش و مقبول کہان
جلوۂ کشف نہ دل مین نہ زبان مین تاثیر
غیر ممکن ہے کہ ہو روح فزا یہ تقریر
قابل مدح تو یہ ذکر یہ مذکور نہین
ہو ترے فضل سے مقبول تو کچھ دور نہین
خشک کانٹے تری رحمت سے گل تر ہو جائین
یہ خزف ریزۂ ناچیز بھی گوہر ہو جائین
خردہ بین دیکھ کے اسکو ہو پشیمان و ذلیل
نظر آئے نہ کہین قبح بجز حسن جمیل

تمت

تقریظ تصنیف کتاب بی نظیر مسمی بہ جادۂ تسخیر رشحۂ قلم شاعر رنگین خیال نازک شیرین مقال شیوا بیان مقرر جادو اثر جناب حکیم محمد فتحیاب خان اخگر سلمہ

گلزار کائنات مین ہین یون ہزار گل	اُن سب مین پر سخن ہی ہمیشہ بہار گل

سبحان اللہ حدیقہ آرای گلشن کائنات و بہار پیرای چمن موجودات نے نخل کلام کو اثمار مضامین تازہ بہ تازہ واز ہار خیالات نو بنو سے وہ مرقع آب و رنگ بنایا ہے کہ جسکی بہار کبھی خزان نہین ہر چند سطحۂ چشم اس گلبن نضارت کے نظارہ سے دامن گلچین بہین مگر پردۂ گوش سبد گل فروش ہی یہ نیرنگ دیدہ بصیرت سے نہان نہین ہر ورق شجر وادی ایمن کا اسی کی ضو سے طبق نور ہر حجر طور کا اسیکے پرتو سے کحل البصر مردمک حور بستان تحمید اسی کی آبیاری سے روکش گلزار ارم مرغولہ سنج قدس اسی کی گلکاری سے ترانہ ریز انا افصح العرب والعجم الحق اس نوباوۂ بوستان آفرینش نے آب حیات سے نشو و نما پایا ہے اسیواسطے تخم اسکا باغبان لم یزلی نے گوشۂ طبیعت مین لگایا ہی ہر چند دانہ ایک ہی مگر اختلاف زمین کی جہت سے اسکا بھی مختلف احوال ہی کہین درخت خشک ہی کہین تر و تازہ نہال ہی گلزمین طبائع شعراے عرب و عجم مین ثمر فشانی اس نخل کی مشہور ہی بہار دیار ہند کا بھی ہر زبان پر مذکور ہی فرق ہر فرق حصۂ چشم امتیاز ہی ورنہ ایک کو دوسری پر تفاخر و ناز ہی اگرچہ ہر گل کے لیے بوے جداگانہ رنگ دگر ہے مگر شمیم حدائق ہند دل آویز تر ہی واقعی دستان سرایان اردو زبان ریاض بیان مین عجب آہنگ سے نغمہ پرداز ہین خوشگویان عرب کے نہ یہ رنگ

بلند خیالان عجم کے نہ یہ انداز ہین ۔ شاہد سخن کلام حضور ہی ۔ جو شاہد کلام مشہور نزدیک و دور ہی ۔ جادۂ تسخیر یا بستان ارم کی تصویر عین السطور طرۂ عارض حور مین السطور جداول عیون نور ۔ معانی بیان حروف جیسے جامۂ گل مین بوے دلآویز ۔ مفہوم مابین الفاظ جسطرح پردۂ چشم مین نگاہ عشوہ ریز ۔ ہر ورق ورق گل ہر جملہ نغمۂ بلبل ۔ روانی طبع ہر فقرے سے آشکار ۔ باغ خلد مین جنبش باد بہار ۔ نام کا فسانہ ۔ اصل مین بہار کا شانہ ۔ مضامین رنگین ۔ جلوۂ گل و ریاحین ۔ بندش الفاظ حسن تراکیب آئینۂ خود پسندی ۔ یہ قدرت کی قلم کاری گلشن فردوس کی چمن بندی ۔ عبارت سلیس ۔ زبان نفیس ۔ روزمرہ صاف ۔ ہر مقام محل انصاف ۔ جہان باغ کا بیان ہی ۔ زبان عندلیب سرگرم داستان ہی ۔ روایت رزم ہنگامۂ گیر و دار رستم ۔ حکایت بزم جشن نوشابہ و جم ۔ بیان صحرا اہل خرد کو دیوانہ بنائے ۔ داستان دریا خضر کو چشمۂ حیوان سے پھیر لائے ۔ جہان کوہ کا مذکور ہی ۔ وقف نظر فضلاے طور ہی ۔ بظاہر قصۂ دلفریب ۔ بباطن استاد ادیب ۔ ورق ورق ۔ علوم بلاغت کا سبق ۔ رموز معانی و بیان ہر جملہ مین درج ۔ تشابیہ نازک استعارات لطیف ہر کلمہ مین خرچ ۔ جسنے ایسا فسانہ خواب مین سُنا ہو سُنائے ۔ جسنے اسطرح کا کارنامہ بیداری مین دیکھا ہو دکھائے ۔ کیا بیان مین صفائی ہی ۔ ثابت ہوتا ہی کہ زبان نے چشمۂ کوثر سے شست و شو پائی ہی ۔ طرفہ یہ کہ مشاغل امور او امور امارت کثیر ۔ اندیشۂ ظہور ہمہ ہر زمان گریبان گیر ۔ خلوت مین پریرویان محرم راز سو بسو کمر خدمت بستہ ۔ جلوت مین ہمدمان و مساز چار زانو مودب نشستہ ۔ سازہاے دلنواز زمان زمان ایوان استراحت سے بلند صدا ۔ گاہ و بیگاہ ہنگامۂ رقص عنبرین مویان شیرین ادا ۔ از صبح تا شام ۔

ہاتھونکو دادو دہش سے کام ✤ بدو آفرینش سے الی الآن خاطر کو تشویش عطا فکر انعام ✤ ایسے مین تحریر نثر کا کسے دماغ ✤ اُسپر یہ نثر رنگین ہین یک حرف بہار صد باغ ✤ بادی النظر مین بوستان خیال ✤ بتعمق فکر سحر حلال ✤ سطور چندین بہار کائنات مستور ہے ✤ اگر اعجاز نہین تو خرق عادت ضرور ہے ✤ از انجا کہ یہ گل چیدہ اور گلشن انتخاب ہے ✤ تاریخ اتمام بھی اسکی ریاض سیراب ہے قطعہ تاریخ

اللہ رے فصاحتِ کلامِ نواب	ممکن ہے کہ لکھ سکے کوئی اسکا جواب
یہ نثر ہے دلکشا و رنگین اسکی	اخگر تاریخ لکھ ریاض سیراب ۱۲۹۴ھ
یو د تا گلشن فردوس یارب رشک صد بستان	بہار خاطر نواب رشکِ صد ارم بادا

تواریخ آغاز فسانہ

قطعہ تاریخ تصنیف شاعر کہن اوستاد فن زبان دان با توقیر جناب منشی مظفر علے صاحب متخلص بہ اسیر سلمہ اللہ تعالے

یہ حیدر علیخان بہادر نے خوب	لکھی عاشقانہ حکایت نئی
عجب لفظ و معنی ہین با آب و تاب	فصاحت نئی ہے بلاغت نئی
کہی اُسکی تاریخ مین نے اسیر	کہ قصہ ہے رنگین عبارت نئی ۱۲۹۴ھ

قطعہ تاریخ طبع زاد سخنور رشاق یگانۂ آفاق منشی سید اسمعیل صاحب متخلص بہ منیر

بیُمن فیض حیدر علیخان بہادر	امیرِ معظم وحیدِ زمانہ
اچو تصنیف فرمود این قصۂ نو	کہ در آب و تاب است دُر یگانہ
معانی نایاب الفاظ شستہ	بہر نکتہ صد شوخیٔ آہوانہ
زمن خواست تاریخ ختم کتابش	زدم غوطہ در قلزم بیکرانہ

منیر آمد این گوہر نو بدستم	پریخانۂ حسن نامی فسانہ ۱۲۸۳

قطعۂ تاریخ رقمزدہ کلک شاعر بے نظیر سخن سنج جادو تقریر منشی امیر احمد صاحب متخلص امیر

داستان حیدر علیخانِ بہادر نے لکھی	خاطر احباب مشتاقون کی دلجوئی ہوئی
صاحبان ذوق کے بیدار طالع ہوگئے	جاگ اُٹھی تقدیر اہل شوق کی سوئی ہوئی
کیا فصاحت کیا بلاغت ہے زہے لطف بیان	خلق کو مقبول یہ طرز سخن گوئی ہوئی
کیون نہ بخشے دیدہ و دل کو ثمر تاثیر کا	ہے یہ کھیتی تخم حسن و عشق سے بوئی ہوئی
مصرع تاریخ اسکا یون لکھا مینے امیر	آب کوثر سے بلا شک ہے زبان دھوئی ہوئی ۱۲۸۳

قطعۂ تاریخ تصنیف منشی محمد عبد البصیر صاحب بلگرامی متخلص بہ حضور

دستگیر غربا پشت و پناہ عالم	سرور نکتہ رسان رمز شناس اور ذکی
خسرو ملک معانی و رئیس اعظم	قبلۂ اہل سخن والی والا نسبی
ہین سخی ابن سخی اور امیر ابن امیر	خان خانان جہان سلسلہ جنبان علی
بیشۂ شیر خداوند جہان کے وارث	حضرت کلب علیخان بہادر کے اخی
ہمہ تن حکمت و ادراک بسان لقمان	سر بسر فہم و فراست ہین برنگ سعدی
ہے یہ اک جادۂ تسخیر انھین کی تصنیف	جسکے مانند کہانی کوئی دیکھی نہ سنی
ہے زبان کیا ہی فصیح اور بلیغ اُسکی واہ	فیضیاب اس سے نہ کسطرح ہو روح فیضی
کیا عبارت مین روانی و صفا ہے دیکھو	شرم سے کوثر و تسنیم ہے پانی پانی
صفحہ صفحہ چمن باغ جنان ہے اسکا	رند و مومن کے لیے ہے یہ عجب خوشخبری

خوب ہاتف نے حضور اسکی کہی ہے تاریخ
چشم بد دور ہے گنجینہ بلاغت کا یہی ۱۲۸۳

قطعۂ تاریخ نتیجۂ فکر فصیح و بلیغ ازلی شیخ محمد زکی بلگرامی متخلص بہ زکی مرحوم

کردچون تصنیف نواب سکندر احتشام | جم خدم حیدر علیخان آن رئیس نامدار
قصۂ دلچسپ و شیرین جادۂ تسخیر نام | گفت تاریخش زکی آئینۂ باغ وبہار

۱۲۸۳

قطعۂ تاریخ تصنیف لطیف شیخ کلن صاحب باشندۂ رام پور متخلص بہ عاشق ملازم سرکار

کیا عجب دلچسپ یہ افسانہ ہے | عشقبازی کی ہے سیدھی شاہراہ
سال ترتیب اُسکا عاشق نے کہا | گلشن بے خار ہے کیا واہ واہ

۱۲۸۳

از نتایج افکار ابکار جناب حشمت علیخان صاحب باشندۂ دار السرور رامپور متخلص بہ موجد

موجد جو ہوئی یہ نثر تصنیف | دل تھام کے رہ گئے سخنور
پوچھی ہاتف سے مین نے تاریخ | بولا کہ گل ریاض حیدر

۱۲۸۳

قطعۂ تاریخ طبع زاد منشی الٰہی بخش صاحب خوشنویس باشندۂ رامپور متخلص بہ غریب

جب مرتب ہوا یہ افسانہ | سیر ہے جسکی دلکو فرحت ہے
ہے عبارت مین طرفہ شیرینی | تشنہ کامون کے حق مین شربت ہے
اہل فن دم بخود ہین مثل کلیم | ہوش اُڑتے ہین غش کی صورت ہے
دیکھین گر وا سے تو دل ہو لہو | تازہ رنگ بیان الفت ہے
جسنے دیکھا ہے اک نظر اِسکو | مثل تصویر محو حیرت ہے
کیا کہا جائے کیا ہے یہ تقریر | سحر ہے یا کہ یہ کرامت ہے
سال تاریخ کی تھی فکر غریب | گرچہ مجھکو نہین لیاقت ہے

آگیا یہ زبان پر مصرع
کچھ عجب نسخۂ محبت ہے

۱۲۸۳

قطعۂ تاریخ زادۂ خاطر لالہ گنج بہاری لال متخلص بہ عاشق ملازم سرکار

دیکھکر حیدر علیخان کو یہ کہتا ہی جہان	زیب بخش مسند سرداری و خانی ہی یہ
صاحب سیف و قلم ابر کرم بحر نوال	رشک حاتم واقف سر سخندانی ہی یہ
نثر رنگین جادۂ تسخیر ہے اسکی لکھی	روکش ارژنگ ہی وہ صورت مانی ہی یہ
صنعتین لفظونمین ہین فقرے سراپا ہین بلیغ	خسروی اعجاز ہے ارشاد خاقانی ہی یہ
سر جھکا آئینہ زانو پہ جسدم بہر سال	عقل نے مجھسے کہا بیکار حیرانی ہی یہ
خدمت نواب مین عاشق رسائی ہو اگر	عرض کر دینا کہ کیا تصنیف لاثانی ہی یہ

۱۲۹۳ھ

قطعۂ تاریخ طبع زاد میر لطافت علیصاحب ولد سید ظہور علی صاحب متخلص بہ لطافت باشندۂ مراد آباد ملازم سرکار حضرت مصنف فسانہ

سرکار نے داستان ایسی لکھی	توصیف سے عاجز ہین معانی آگاہ
تاریخ لطافت نے رقم کی اُسکی	لکھا یہ فسانہ خوب ماشاء اللہ

۱۲۹۳ھ

تواریخ اختتام فسانہ

قطعۂ تاریخ تصنیف جناب مظفر خان صاحب متخلص بہ گرم از ارشد تلامذۂ جناب محمد ابراہیم صاحب ذوق دہلوی مرحوم

نواب نے جب لکھا فسانہ	مطبوع جہان ہوا سراپا	اے گرم سخنورون کا بازار
کشمیر سے بڑھکے سر دیا یا	ارباب سخن کو مین نے ہمدم	تاریخ کی فکر مین جو دیکھا
منظور ہوا یہ مجکو آخر	ہو طرز جدید کوئی پیدا	موصوف صفت کی صرف دو لفظ
تعلیم کیے خضر نے گویا	اعداد حروف کر کے تجویز	ہر ایک کو فارسی مین لکھا
پھر اُن کی عدد بھی ہندسون مین	لکھے ترتیب سے دوبارا	جب جمع ہوئے وہ قاعدے

اُردو بلیغ سے دکھا لا	اس طور یہ سال ختم قصہ	اک دُرِ مراد ہاتھ آیا

قطعۂ تاریخ تصنیف لطیف سخنور رنگین طبع آغا مرزا صاحب دہلوی متخلص بہ شاغل ۱۲۸۴ھ

از حکم ولی نعمت خود	در ساعت نیک و وقت خرم	گردید چو ختم این فسانہ
افسانۂ دلپذیر عالم	ہاتف دم صبح گفت شاغل	فکر سن و سال شب چو کردم

قطعۂ تاریخ ستر سخہ خانۂ پختہ بنیاد آغا یوسف علیصاحب ایران نژاد متخلص بہ محوی ۱۲۸۴ھ

در بحر تفکر چو زدم غوطہ یکایک	تا مصرع برجستہ برون آید و لم	شد حکم ز سرکار پی گفتن تاریخ
افسانہ ہے خوب و مصنف عالم	اکنون تو بگو محوی محزون سن سال	آمد بکف از فضل خدا گوہر سالم

قطعۂ تاریخ تصنیف میان محمد حسین صاحب متخلص بہ نیر ۱۲۸۴ھ

تصنیف ساخت جادۂ تسخیر چون بہ اسم	نواب عصر حیدر علیخان فلک حشم
گفتا سروش غیب بخوان مظہر طلسم	نیر بجست در سن تاریخ او ز دل

قطعۂ تاریخ از نتایج افکار گوہر بار عباس خانصاحب مرحوم متخلص بہ عباس ۱۲۸۴ھ

با فضل خدائے پاک و لطف احمد	گردید چو ختم این فسانہ امسال
ہشتاد و چہار و یک ہزار و دو صد	این صوری و معنوی بر آمد تاریخ

قطعات تاریخ طبع اول افسانہ

قطعۂ تاریخ تصنیف سخنور شیوا زبان شاعر شیرین بیان جناب فتحیاب خان متخلص بہ انگر

وہ چہ خط پاکیزہ خہ چہ صحت تحریر	طبع شد کلام خاص آنچنانکہ دل میخواست
میرسد ندا از غیب چاپ جادۂ تسخیر	رستم از سر اندوہ بہر سال او انگر

قطعۂ تاریخ تصنیف منشی محمد عبد البصیر صاحب متخلص بہ حضور ۱۲۸۸ھ

خواہان عوض نقد دل اسکا ہے زمانہ	آیا ہے عجب قصۂ دلچسپ یہ امسال

دریای فصاحت اپ اسی سے ہی عبارت
کہتے ہین اسے گوہر معنی کا خزانہ

ہر سطر ہے یا زلف پریزاد کا ہے دام
ہر نقطہ ہے خال رخ محبوب کا دانہ

ہاتف نے دم فکر کہی طبع کی تاریخ
مقبول عبارت ہے فسون ہے یہ فسانہ

قطعۂ تاریخ من تصنیفات سید مصطفی مرزا صاحب لکھنوی متخلص بہ رشید

کرد این کتاب جمع چو نواب نامدار
رتبہ شناس و صاحب لطف و کرم رئیس

گشتم ز فکر در پی تاریخ ای رشید
گفتہ خرد کتاب قصص طبع شد نفیس ۱۲۸۸

قطعات تواریخ طبع قصۂ شیرین و داستان رنگین فسانۂ دلپذیر
جادۂ تسخیر متفکرۂ عمدہ خیالان روزگار ملازمان مطبع اودھ اخبار

قطعۂ تاریخ تصنیف شاعر بے نظیر رشک قدسی و کلیم
منشی امیر اللہ صاحب تسلیم خوشنویس ملازم مطبع اودھ اخبار

زہے نواب عالیقدر و ذی شان
فریدون مرتبت حیدر علیخان
کرم مین عدل مین علم و ہنر مین

نہین ہمسر کوئی جسکا بشر مین
جہان رشک جنان فیض قدم سے
نسیم خلد عطر آمیز دم سے

محبت خیز لکھا اک فسانہ
سراپا سوز و ساز عاشقانہ
ہر اک فقرہ زبان لذت عشق

عیان لفظون سے کیا کیا حسرت عشق
چھپا فضل خدا سے وہ فسانہ
ہوا اشتاق نظارہ زمانہ

نوید عیش دی ارباب فن کو
کیا وقف نظر حسن سخن کو
زبان طبع وہ صنعت دکھائی

کہ جس سے شان قدرت یاد آئی
صفائی حسن خط دلچسپ و دلجو
بہ شکل خط محبوب سمن بو

بیاض آئنہ روی سحر ہے
مسلسل سطر زنجیر نظر ہے
عذار حور سے صفحہ صفاتر

ہر اک جدول جواب آب کوثر
دم انجام ای تسلیم ناکام
خیال آیا مجھے تاریخ انجام

کیا مجھسے میری دل نے بیان یہ
چھپی کیا حیرت افزا داستان یہ ۱۲۸۹

قطعۂ تاریخ تصنیف رشک شاعران حال و سلف منشی اشرف علیصاحب اشرف خوشنویس مطبع ہذا

افسانہ یہ دلچسپ کیا ہی چھپا	جنھون نے سنا محو حیرت ہوئے
لکھی کلک اشرف نے تاریخ طبع	کہانی نئی سب ہین مضمون نئے ۱۲۸۹

قطعۂ تاریخ معرکہ آرائی سخن راس المقدمۃ الجیش منشی فدا علیصاحب عیش تائب ڈپٹی اودھ اخبار

جادۂ تسخیر سا قصہ دلا	کوئی تہ چرخ کہن آج ہے
کیا یہ مقابل تو نہین ہوگیا	پھیکا سا کچھ رنگ چمن آج ہے
کہتا ہے یہ حسن خط دلفریب	نکھری بنی کوئی دلھن آج ہے
عیش لکھو مصرعۂ تاریخ سال	جلوۂ معشوق سخن آج ہے ۱۲۸۹ھ

قطعۂ تاریخ افصح الفصحا ابلغ البلغا مولوی محمد فصیح اللہ صاحب وفا

چھپا کیا خوب ہی یہ جادۂ تسخیر افسانہ	سراپا ذکر ہے جسمین رقم عشق و محبت کا
فریدون مرتبہ دارا حشم حیدر علیخان نے	کیا تصنیف یہ نادر فسانہ نو حکایت کا
کہین لکھی ہنسی گل کی تو بلبل کی کہین زاری	کہین شادی کا سامان ہی کہین غم درد فرقت کا
کہین احوال وصلت ہی کہین فرقت کا رنج و غم	کہین مضمون عنایت کا کہین مضمون شکایت کا
لکھا سرو و صنوبر کو جہان سکتے کے عالم مین	وہان قمری کا لکھا حال سب عشق و محبت کا
ایت عمدگی سے وان لکھی بیتابی بلبل	بیان جس جا پہ کچھ احوال ہی گل کی نزاکت کا
ایسی جا ناز معشوقان کہین عاشق کی بیتابی	ٹپکتا ہے مزہ ہر ایک فقرے سے محبت کا
نزاکت سے نکلے کہتے ہین فلک اس کہانی کو	نہین دیکھا فسانہ کوئی اس رنگین عبارت کا
زہے سر غور دیکھا جسنے نظم و نثر کو اسکی	ہوا قائل مصنف کی فصاحت اور بلاغت کا
اور مسجع ابتدا سے انتہا تک ہے	فسانہ جسنے دیکھا ہو دکھائی اس عبارت کا

سرور سو جد اُردو جو ہو تازندہ عالم مین	تو رخ پر اپنے بیشک کھینچتا برقع ندامت کا
وفا مجسے کیا ارشاد بہر سال تا تف نے	لکھو عمدہ چھپا افسانہ یہ عشق و محبت کا ۱۲۸۹ھ

قطعہ تاریخ ریختہ کلک شاعر شیرین مقال نادر بیمثال مشہور دیار و امصار

عالی منش مولوی غلام محمد خانصاحب اڈیٹر اودھ اخبار متخلص بہ تپش

ثریا مراتب فلک بارگاہ
وہ نواب حیدر علیخان کہ جو
فسانہ اُنھون نے لکھا لاجواب
زبان آورون کی ہے یان عقل دنگ
کیا شاہ معنے آراستہ
وہ رنگ بہار مضامین کا جوش
عنادل کے دل سے گیا عشق گل
کرے کیونکہ پروانہ پروا ے شمع
بہا ئین سے ہے عشق سخن کو فروغ
یہ آتش ہوئی یان تلک جان فروز
عجب عاشقانہ فسانہ ہے یہ
بڑھا جلوہ حسن جانسوز اور
بہنجار ارباب فن اے تپش
سنہ ہے نے کہا ع گنجِ جواہرین کتاب

سپہر کرم مہر عز و علا
ہین مشہور سحر البیان خوشنوا
کوئی کر سکے اسکی تعریف کیا
نہین ناطقہ نطق سے آشنا
بطرز لطیف و بحسن ادا
جسے دیکھ رنگ چمن کٹ گیا
نسیم سحر سے عجب گل کھلا
زبان کیون نہ دے شمع اپنی کٹا
گل و بلبل و شمع کا ذکر کیا
تنک دل بھی ہے شعلہ سان جل اُٹھا
کہ خود عشق بھی اسپہ شیدا ہوا
ہوئی زیور طبع کی جب بنا
مجھے فکر تھا سال تاریخ کا
بمضمون دلچسپ ہے ۱۲۸۹ھ

خاتمۃ الطبع سابق کتاب بے نظیر جادۂ تسخیر ریختۂ قلم جادو رقم رشک قدسی و خاقانی منشی انوار حسین صاحب تسلیم سہسوانی

بعد حمد و ثنائے منعم حقیقی و شکر نعمت منعم مجازی تسلیم سہسوانی رقم پرداز ہی اور پرداز رقم پر ہزار ہزار جان سے صدقے ناز قربان انداز ہی مشتریون کو بشارت ہو شائقون کو مسرت کہ ایک معشوقہ سیہ جردہ چوچلون کی تپلہ سر بازار آتا ہی بلکہ واسطے تسخیر گلزمین خاطر عنادل مشکو لشکر بہار آتا ہی۔ یعنی ایک عمدہ کتاب لاجواب پذیرای طبائع شیخ و شاب بمثیل و بی نظیر اسم باسمی جادۂ تسخیر نتیجۂ فکر توسند کرشمۂ طبع بلند بہار خیال رنگین تمکنت اندیشہ متین ریختۂ کلک جادو کار چکیدۂ خامۂ معجز نگار جان فصاحت جسم بلاغت حسن متانت لطف سلاست ناثر فصیح بیان ناظم شیوا زبان مطلع رنگین غزل قیصر سانی شاہ بیت قصیدۂ کامرانی سخن سنج و قدردان سخن گستر ہنرور و ہنرپرور خوش رو و خوش خو بہار بوستان عظمت و اجلال مہر سپہر شوکت و اقبال صولت بہروزی دولت فیروزی فروغ ناصیۂ ابہت و کامگاری نگین انگشتر شہرت و نامداری ستودہ اخلاق ممدوح آفاق پیر رای جوان بخت سزاوار تاج و تخت حاتم کرم یحیی شیم معنی نوال قاآن خصال دریا دل نیسان احسان نواب محمد حیدر علیخان ام دولتہ و زاد صولتہ مطبع نامی گرامی اودھ اخبار مین آی رونق طبع پائی شاہد مراد فی خواہ آئینۂ ظہور مین صورت دکھائی۔ واضح ہو کہ بندی کو خوشامد کا روگ چاپلوسی کا مرض زمین کسی سے کسی وقت لگتی اپنی غرض نہین نہ کسی سے خواہش امداد کی نہ کسی سے طلب کی نہ کسی کی وعدہ مستحکم سے خرسند نہ کسی کی خلاف ورزی سے گلہ مند جو ہی لاف سے ہی گذاف سے سچ بولتا ہون پورا تولتا ہون ممکن ہی نہین کہ اچھے کو برا بری کو اچھا کہون

گویائی کی جگہ گونگا بنکر چپ رہون فی المثل اس کتاب کی تعریف مین قلم کا امتحان لونگا پیش خود
باندازۂ استعداد سخن گستری کر داد دونگا۔ لاحول ولا قوۃ کیا مین اور کیا میری کائنات وہی مثل
چھوٹا منہ بڑی بات سرخروئی بیان محال ہی زبان ناطقہ لال ہی کسکی مجال کہ کچھ بولی کسکا
منہ کہ زبان کھولی کلام عاشقانہ درد آمیز ذبح کرنے کو چھری سی تیز نازک خیالی دل لبھانی پر
خوشگوئی آمادہ تنکی چنوانی پر ہر جگہ بول چال نیا جوبن دکھاتی ہی زبان درازو نکی آنکھ جھپکی جاتی
ہی ہر فقرے مین بلا کی شوخی کہ طبع افسردہ کو پھڑکاتے ہر جلی مین غضب کی گرمی کہ دبی آگ
کو بھڑکائی مضمون وہ کلبلاتی ہوئی کہ جی مین چٹکیان لین محاورہ وہ صاف صاف کہ جن پر
انسان جان دین وہ چلبلی تشبیہین کہ عاقلون کو دیوانہ بنائین وہ اچپلی رمزین کہ پہلوی
خاطر مین گدگدائین چشم بد دور کنائے خوش چشمون کو اشارے صریر قلم سی بندست بلبل کے
چہکارے بلاغت پوٹ پوٹ فصاحت پر عطارد لوٹ زبان کی نرمی اُس فری کی کہ منہ مین
پانی بھر آئی بندش الفاظ نے وہ ہوا باندھی کہ دل چھوٹ جائی انوکھی گرہٹ نئی ٹھاٹھ کی
ہے ہر مبتدا کی خبر نکلتی قریب ہی ہر مصرع کی تیور خوبون کی چتون کو آنکھین دکھائین استعا
ماشاء اللہ ندیدون کو چٹیک لگائین لفظ لفظ مین شوخی کوٹ کوٹ کے بھری ہی جو صف
ہے وہ اترا ہوا پری ہی نثر مین نظم طعام مین نمک ہے روانی معانی چیتے کی ایک ہی عبا
سلیس الفاظ نفیس آمد طبع بہتا ہوا دریا ہر شعر سانچے کا ڈھلا ہوا ہی حق تو یہ ہی کہ مصنف نے
اپنا نیا سکہ بٹھایا مرزا رجب علی بیگ مغفور سرور کا پرانا نقش اُٹھایا وہ ہندی کی چندی نکالی
عجیب نقشہ اُتارا ہی کہ مدعی تک کہتے ہین کہ گھر بیٹھے میدان مارا ہی کتاب ہی کہ کوئی نیرنگ ہی د
حال بیرنگ ہی عجیب فسانہ غریب نقل ہی ہوش گم دنگ عقل ہی جان رزمیہ تحریر ہی آب
شمشیر ہی مصرع مصرع خنجر خوش غلاف ہی صفحہ صفحہ کمین گاہ مصاف ہی الحق یہ مصنف

تھا کہ جو کچھ قلمبند کیا ہے سمجھنے کی بات ہے کہ زمین کا آسمان سے رتبہ بلند کیا ہے ورنہ فارسی گا گا
اردو کا کچھ ٹھور ٹھکانا ہے بناوٹ کا منہ کالا یہ بات جانتا زمانا ہے ہمانا یہ فسانہ لاجواب ہے
بے مثال ہے باقی حکایت کہانی ہے خواب ہے خیال ہے جادو ہے ٹوٹا ہے معجزہ سے کرامات ہے
الغرض جو کچھ ہے مار رکھنے کی بات ہے اگر کہیے کہ معجزہ نہیں ہے نہ سہی جادو کا ڈھکوسلا ہے
اگر یہ بھی نہیں نہ سہی شریعت شعر حقیقت سخن کا ڈھرا ہے بہر حال یہ کتاب اپنی خوبی مین یکتا ہے
رو ہے آگے اسکی اعجوبگی کے فسانۂ عجائب گرد ہے کارنامہ ہے خوش مقالی کا گلدستہ ہے رنگین خیالی کا
جیسی خوب کتاب تھی ویسی خوب طبع ہوئی چھپنے سے اور بھی زیادہ مرغوب طبع ہوئی سیاہی
مین وہ چمک کہ نظر تحقیق چکا چوند کھائی کاغذ کی وہ صفائی کہ پاے نگاہ پھسلا ہی جائے
سواد وہ کہ دیکھا کیجیے دیدۂ بصیرت کو بینا کیجیے کوئی حرف نہ چھنا ہے نہ لسا ہے جسکو دیکھو نیت سے
بھرا ہوا ہے خط وہ کہ اپنی صفت مین خود بولا گلزخسار و نکے خط کا لفافہ کھولا ہر دائرہ حرف
دائرہ ہے مہر و ماہ کا الفاظ و معنی مین جلوہ ہے شام و پگاہ کا المختصر یمین سعی منشی والا منش
بادشاہ کشور دانش و بینش شمع انجمن فتوت گوہر بحر مروت دیباجۂ کتاب قدردانی
نہ دفتر قیصر ثانی مہین نازش قوت وزور فخر روزگار منشی نولکشور ماہ مئی ۱۸۷۲ء
مطابق ربیع الاول ۱۲۸۹ھ ہجری مین کمال عمدگی کے ساتھ چھپی پری کی تصویر ہو کر
مطبع فیض منبع علم مطلع عالم مرجع سے باہر نکلی یار لوگ جھٹ پٹ آئین خدا کیلیے دیر
لگائین ہاتھوں ہاتھ لے لین مہلت جانیکی ندین جو صاحب نہ لین گے پچھتا ئینگے پھر
ڈھونڈھے نشان بھی نہ پائینگے اور چلنے پر تیار ہے روکنا امر دشوار ہے تماشائیون کا ہجوم ہے غل
ہے دھوم ہے لمؤلفہ مختصر قصہ مختصر گفتار ٭ ہو مخاطب کی میری عمر دراز ٭ توفیق خدای برحق
کی اور فضل سمیعن مطلق کی مددگاری تاریخ طبع میری ہاتھ آئی کہ اسنے یہان جگہ ا

وہو ہذا

یہ کتاب ایسی چھپی فضل خدا سے عمدہ لکھو تسلیم سن طبع اگر لکھنا ہے	بند تعریف مین جسکی لب تقریر ہوا جو ہے تسخیر مگر جادۂ تسخیر ہوا ۱۲۸۹ھ

دوسری تاریخ زبان پارسی مین ہے ایک آئینہ طلعت آرسی مین ہے تاریخ حلقہ ز

محاصرہ کیے ہوئے ہے بلکہ معشوق کو آغوش مین لیے ہوئے ہے فقط

قطعہ تاریخ طبع دوم از تصانیف شاعر شیرین مقال ناظم بیثال لالہ بھگوانددیال متخلص بہ عاقل ملازم مطبع اودھ اخبار لکھنؤ

مدہوش اس افسانہ نادر سے نہ کیون ہون	مستان سخن کے لیے ہے بادۂ تسخیر
عاقل سن ہجری کی تجھے فکر عبث ہے	بے ساختہ لکھدے کہ یہ ہے جادۂ تسخیر ۱۳۱۲ھ

ایضا

طبع شد چون جادۂ تسخیر با طرز ہبین	عالمی شد مشتری از بہر او نام خدا
گفت عاقل از پی تاریخ ہجری زد رقم	داستانِ دل نواز و قصۂ بہجت فزا ۱۳۱۲ھ

خاتمۃ الطبع حال - الحمد للہ کہ یہ قصۂ بےنظیر نہایت اہتمام سے بعہد دولت جناب منشی پراگ نرائن صاحب خلف الصدق جناب منشی نولکشور صاحب مرحوم نولکشور پریس واقع لکھنؤ مین باہ ستمبر ۱۸۹۵ء بار دوم حلیۂ طبع سے آراستہ ہوا -